اس کتاب مین

چھپرہ کے ایک نامی رئیس شیخ نصیر کے خاندانی حالات کے سلسلہ مین

المجاہد فی دین اللہ مولوی محمد مجاہد چھپروی

ملقب بہ

المجاہد

کے کارنامون کا تذکرہ

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی

وکیل عدالت ضلع گورکھپور

مولف و مصنف

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو - تاریخ الاسلام - زاہدہ - مخزنۃ الاراسل - تاریخ حکمای یونان

مجموعۂ رسائل

نے

نہایت خوبصورتی سے بیان کرکے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی طرف
جہان تک اُسکو وراثت سے تعلق ہی قوم کو متوجہ کیا ہی - اور ایک دلچسپ قصہ کے
پیرایہ مین بہت سی مفید باتین - آیات قرآنی اور احادیث کے انضمام کے ساتھ
بیان کی ہین

اسدی پریس گورکھپور مین منشی سیتلا بخش شایق نے چھاپا اور وہین سے
شایع کیا

اول بار ایک ہزار جلد سنہ ۱۸۹ع قیمت فی جلد دو روپیہ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بانا بھی وبال جان ہوتا ہی۔ مین نے تاریخ الاسلام کیا لکھی خود کو جنجال مین پھنسا
عین صحابہ کرام کے وقت کی روشنی تلاش کرتی ہین۔ اس انحطاط مین عروج
کی شعاعین ڈھونڈھتی ہین۔ اور بالآخر جب دامن گلچین کی طرح خزان کے نام کو رو کر
رہجاتی ہین تو دل اندر ہی اندر مسوس کر رہجاتا ہی۔ جہل کتنا ہی برا ہو آرام سے بیٹھنے تو دیتا ہی
یہ علم کس کام کا کہ اسکے سبب سے زیست بار ہو جائے۔ دوسرون کی بہبودی کے لیے
ذی علم تمام عمر تفکرات مین مبتلا رہے۔ مین تو طفل دبستان ہون اور کسی شمار مین نہین
ہون۔ بڑے بڑے بہی خواہان قوم کو دیکھا کہ وہ دوسرون کے لیے مرتے دم تک مبتلاے
آلام رہے۔ اسی کوچہ مین مین نے بھی قدم رکھا ہی۔ ابتداے عشق ہی۔ جی ڈرتا ہی لیکن
قدم آگے بڑھتے چلے جاتے ہین۔ میری نیک نیتی درگاہ باری مین پسند آگئی تو پھر کیا کہنا
تمام محنت وصول ہو جائیگی۔ اور نہین تو کہین کا نہ ہون گا۔ الاعمال بالنیات کے بھروسے
پر اتنی سعی کیے جاتا ہون۔ شان عبودیت کا یہی مقتضا ہی۔

تاریخ لکھتے وقت جتنی کتابین میری نظر سے گذرین انکے بیان کی ضرورت نہین۔ ہر ایک
سمجھ سکتا ہی کہ کتنے پھولون سے تاریخ الاسلام سا عطر کھنچا ہوگا۔ تفسیر۔ حدیث اور سیر کی اتنی
بہت سی کتابین پڑھنے اور گذشتہ مسلمانون کے حالات جاننے کے بعد مجھ سے اگر مین
چارپایہ بر وکتابے چند نہین ہون وہی امید رکھنا چاہیے جو ایک معمولی سمجھ کے مسلمان سے
جس نے اتنی سب کتابین دیکھی ہون ہوسکتی ہی۔ یہ کب ممکن تھا کہ مین کتابین دیکھتا اور انکو
نہ سمجھتا۔ یا سمجھتا لیکن انسے متاثر نہ ہوتا۔ اب آنکھین وہی باتین خارج مین دیکھنا چاہتی ہین
اور سخت الجھن ہی کہ نہین دیکھتین۔ اسلام کا جو مفہوم کتابون مین ہی وہی عملی طور پر مسلمانون
کے دماغ مین بھی ہونا چاہیے۔ لیکن تعجب ہی کہ ایسا نہین ہی۔ افسوس زمانہ حال کو زمانہ
گذشتہ سے کوئی مناسبت نہین ہی۔ کتاب اللہ اور کتاب الرسول مین کوئی فرق نہین آیا۔
تمام مسلمان انکو مانتے ہین لیکن انپر عمل کرنے سے گھبراتے ہین یہی بڑی حیرت ہی۔ عقاید۔ عبادات
اخلاق۔ تمدن کن کن سے بحث کیجائے۔ ہر ایک بجاے خود محتاج اصلاح ہی۔ دل چاہتا ہی
کہ مسلمانون کی اخلاقی حالت تو درست ہو جاتی۔ زاید نہ سہی تبع تابعین کا وقت تو دیکھنے مین
آتا۔ اور زمانہ کہتا ہی کہ اس کاروان کو گذرے ہوئے بارہ تیرہ سو برس ہوئے۔ آگ کب کی بجھ

گئی — ع کہ دیدے ہو عبث خاک میں دھر اگیا ہے۔ محبان اسلام کے دلوں پر یہ مایوسیاں
وہ کام کرتی ہیں جو برق خرمن پر کرتی ہے۔ لیکن صرف اتنا سہارا کہ مسائل اسلام کتابوں میں
موجود ہیں شاید اون پر اثر کر جائیں"۔ قومی بہی خواہوں کو تھکنے نہیں دیتا۔ ان چند سطروں میں
نہ معلوم میں کیا کچھ لکھ گیا اسکی تشریح کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ افسوس اتنی فرصت نہیں
کہ دنیاوی مشاغل ساتھ رکھ کر ان باتوں میں زیادہ وقت صرف کروں اور نہ زمانہ مساعد ہے
کہ انھیں کاموں کا ہو رہوں۔ میں نے کہا اور سمجھا نہ سکا تو مجذوبوں کی بڑ سے زیادہ وقعت میرے
کلام کو نہیں ہو سکتی۔ سر دست میں اس کتاب میں دکھاتا ہوں کہ عورتوں کے حقوق کی نگہداشت
میں شرع نے کہانتک مبالغہ کیا ہے۔ اور مسلمان کہانتک اس سے غافل ہیں۔ ہم میں جہاں سب
نحوستیں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ بعض بعض گھروں میں ماؤں بہنوں۔ بیویوں اور لڑکیوں کی
حالتیں لونڈیوں سے بدتر ہیں۔ اس زمانہ کے بہت سے مسلمان اوس وقعت کا اندازہ بھی
نہیں کر سکتے جو انکی ماؤں اور دادیوں کو زمانہ سلف میں حاصل تھی۔

میں نے زاہدہ میں عورتوں کے حقوق سے کم و بیش بحث کی ہے۔ محسنۃ الارامل عقد بیوگان
پر ایک مستقل رسالہ ہے۔ یہ چھوٹی سی کتاب ہے لیکن قوم کا جہل رفع کرنے کے لیے تمام ضروری باتیں
اسمیں موجود ہیں۔ اب جا بجا عقد بیوگان کا چرچا ہو رہا ہے۔ روشن خیال نوجوانوں نے عورتوں کی تعلیم
کی طرف بھی توجہ کی ہے لیکن میرے نزدیک بہی خواہان قوم نے اُن فاسد خیالات کی طرف
توجہ نہیں کی جنکی اصلاح ہوئے بغیر یہ سب تحریکیں بیکار ہیں۔ یہ کوئی راز نہیں ہے۔ کھلی ہوئی باتیں
ہیں کہ بعض متمول گھروں میں عورتوں کو محروم الارث قرار دینا باعث ہتک یا خلاف شرع سمجھا
نہیں جاتا۔ گویا عورتوں کو نوع انسانی سے خارج سمجھتے ہیں اور اُنکے حقوق انسانی تسلیم نہیں
کرتے۔ جب عورتیں قوم میں اس درجہ ذلیل ہیں تو اُنکی تعلیم کی طرف قوم کو توجہ دلانا عبث ہے۔
پہلے قوم کو یہ بتانا چاہیے کہ لڑکیاں تمھاری اولاد ہیں اور تم پر اُنکے حقوق ہیں۔ جب قوم اسکو پوری
طرح سمجھ جائے تب عورتوں کی تمدنی حالت درست کرنے کی طرف توجہ درست اور کارآمد ہو سکتی ہے
میں نے اس کتاب میں عورتوں کے حقوق سے بحث کی ہے اور قوم سے درخواست کی ہے
کہ وہ شرعی قیود کے ساتھ لڑکیوں کو بھی اپنی اولاد سمجھیں۔ مجھے اپنی تمام ملکی بہنوں سے وہ مسلمان
ہوں یا ہندو ایک خاص ہمدردی ہے۔ مذہبی پیرایہ چھوڑ کر اخلاقی اصلاح مشکل تھی۔ مختلف
مذاہب کی رعایت مدنظر رکھنے سے اصلی غرض فوت ہو جاتی اسلیے میں نے ایک مسلمان
خاندان منتخب کیا اور اسلامی احکام کی رعایت سے اُسپر نظر ڈالی۔ اگر میری تحریر نے مسلمان
عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ قوم میں اُنکے اعزاز کا خیال پیدا ہوا تو آخر صحبت سے
میری تمام ملکی بہنیں کہانتک مستفید نہ ہونگی۔ خدایا تو اپنے بندوں کو خیر کی توفیق دے اور توفیق
میں استواری دے۔ آمین ثم آمین۔

احسان اللہ۔ گورکھپور ۱۵ دسمبر ۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

باب ۱

تمہیدی بیان

تیرھوین صدی کا آغاز بھی اہل ہند اور بالخصوص مسلمانان ہند کے لیے کس تباہی اور بربادی کا زمانہ تھا۔ سلطنت ہاتھ سے جا چکی تھی۔ غیر قوم کی حکومت شروع تھی ہنود اور مسلمانون کی خودمختار ریاستون کو طوائف الملوکی سے زیادہ وقعت نہ تھی۔ شہنشاہی کا استحقاق تاجرون کی جماعت نے حاصل کر رکھا تھا۔ طرز حکومت کچھ سنبھل چلا تھا پھر بھی غیر قوم کے تاجر دفعتاً کیا کر سکتے تھے۔ منادی پکارتا تھا "ملک خدا کا۔ بادشاہت شاہ عالم بادشاہ کی اور انتظام سرکار کمپنی بہادر کا" خطبہ مین نام کسی کا تھا سکہ کسی کے نام کا جاری تھا۔ نظامت کا انتظام ایک کے ہاتھ مین تھا اور تحصیل مالگزاری کا حقدار کوئی دوسرا تھا۔ کہین شرع پر عمل تھا اور کہین شاستر پر۔ جا بجا انگلستان کا قانون بھی دخل در معقولات کر رہا تھا۔ مفتیون کو شرعی فتوے سناتے وقت انگریزی قانون کی رعایت مدنظر ہوتی تھی

نہ پورے طور پر شرع ہی پر عمل تھا اور نہ انگریزی قانون پر۔ رعایا اپنے حقوق بھول گئی تھی۔ جہالت ہی کا نام علم تھا۔ جہالت میں جسکا درجہ بڑھا ہوا تھا وہی گویا بڑا عالم تھا۔ ہر جگہ طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ اکبر کے زمانے میں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کی ابتدا قایم ہوئی تھی اُسکے زہریلے اثر سے اسلام کی رنگت مسلمان گھرانوں سے زایل ہوتے ہوتے نام کو باقی رہ گئی تھی۔ حکومت ذرا عیب پوشی کرتی تھی۔ اسکا جانا تھا کہ عیوب ظاہر ہونے لگے۔ کوئی پرند عرصہ تک قفس میں رہ کے نکلے اور اُسپر ہر طرف سے بلائیں ٹوٹ پڑیں۔ یہی کیفیت حکومت چھین جانے پر مسلمانوں کی تھی۔ نہ مزدوری کر سکتے تھے نہ تجارت کرنا جانتے تھے۔ اُنکے پاس جو علم و ہنر تھے اُنکی قدر نہ تھی۔ زمانہ کے موافق بننا انکو ایسا ہی مشکل تھا جیسا کہ ٹوٹے ہوئے برتن کو پھر برتن کی صورت میں آنا۔ کچی مٹی سے اچھے سے اچھا برتن بن سکتا ہے لیکن ایک مرتبہ برتن بنکر ٹوٹ جائے تو پھر اُسکو برتن کی صورت میں لانا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے ؎

کسی نے مول نہ پوچھا دل شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

سادہ کاغذ پر سب کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن کچھ لکھ کر بگڑ جائے تو پھر دوبارہ لکھنا مشکل ہوتا ہے یہاں مسلمانوں کی ترقی یا تنزل سے بحث نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اُسوقت کے مسلمانوں کی تمدنی اور اخلاقی حالت کیا تھی اور آیندہ کے لیے کہاں تک نا امیدی پھیلی ہوئی تھی۔

اب اس حالت میں مسلمانان ہند کی وہی کیفیت ہونی چاہیے تھی جیسا انسانی طبیعت کی کمزوریوں سے امید کیجا سکتی ہے۔ خیالات پست تھے۔ حوصلے پست تھے۔ ہمتیں قاصر تھیں اور نیتیں خراب تھیں۔ بیچارگی و بیکسی میں وہ واجب الرحم تھے۔ اور عبرت زمانہ تھے ع فاعتبروا یا اولی الابصار کی جا تھی۔

مسلمانوں سے زیادہ دوسری قوم ان خطابات کے لایق نہ تھی۔ یوں تو سبھی ایک درجے میں تھے۔ ایک سے ایک بڑھکر گمراہ اور ایک سے ایک زیادہ تباہ حال۔ ضلالت کچھ مسلمانوں ہی

کے حصہ میں نہ تھی۔ یہاں کے اصلی باشندے ہنود اور بھی بری حالت میں تھے۔
لیکن مسلمان اسلیے مورد الزام تھے کہ انکی آنکھیں تھیں اور انھوں نے بند کرلی تھیں۔
"ینظرون ولا یبصرون" وہ دیکھ سکتے تھے لیکن دیکھتے نہ تھے۔ دنیا کی اندھیری کوٹھری
میں رہنے کے لیے انکے پاس مشعل تھی لیکن دوسری قوم کی دیکھا دیکھی وہ اسے
فضول سمجھے اور بجھا دی۔ قرآن جسپر انکے اسلاف کو ناز تھا وہ انکا دستور العمل نہ تھا
اور اسی لیے انپر طرح طرح کی مصیبتیں نازل تھیں۔ قرآن کو یہ چاہتے تھے چومتے
تھے۔ کئی تہ میں لپیٹ کر رکھتے تھے اسکی طرف پیٹھ کرنا برا جانتے تھے۔ عادتاً اسکی
تلاوت بھی کرتے تھے لیکن سمجھنے کی انکو ذرا بھی کوشش نہ تھی اور جو سمجھتے تھے وہ
عمل کرنے سے گھبراتے تھے۔ انکے نزدیک قرآن شریف کے احکام زمانہ کے موافق
نہ تھے۔ وہ اپنے دستور العمل کو جو مجموعہ جہالت سے زیادہ نہ تھا احکام قرآن شریف سے
بدرجہا اچھا جانتے تھے۔ ہاے دکھاوے کو سب کچھ کرتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے۔ روزہ
رکھتے تھے۔ وظیفہ پڑھتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ کیا کچھ نہیں کرتے
تھے۔ لیکن سب زبانی داخلا دل سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن مجموعہ احکام ہی لیکن اسکو
عملیات کی کتاب سمجھتے تھے۔ انکا بس چلتا تو اوراق قرآن کو پانی میں گھول کر پی جاتے
کوئی ورق تلاوت کے لیے باقی ہی نہ رہتا۔ لیکن وہ تو یون کہو کہ خدا خود اپنے کلام کا
حافظ ہی۔ لوگوں کی خوش اعتقادی اسدرجہ بڑھنے نہیں پائی تھی "وانا لہ لحافظون"
عبادت میں بہت سی اختراعیں کرلی گئی تھیں۔ نئی قسم کا اسلام ہندوستان میں رائج
ہو چلا تھا۔ شعار اسلام نام تھا اتباع جہالت کا۔ اور کوئی راہ راست پر چلتا بھی تو لوگ
اسکو ننگو سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن وہ تھا جو انکی مذہبی حالت کی
اصلاح کی فکر کرتا۔

مشتے نمونہ از خروارے۔ یہاں ایک خاندان کی حالت دکھائی جاتی ہی۔ اسی پر قیاس
کرلینا چاہیے کہ اسوقت اپنی تمدنی اور اخلاقی حالت میں مسلمان کہاں تک گرے ہوئے
تھے۔

شاہ شجاع کرمانی کا خاندان جب تیمور کے وقت مین تباہ ہوا تو کچھ لوگ وہان سے
ہندوستان چلے آئے تھے۔ شاہان دہلی و جون پور نے ان مہمانون کی بڑی عزت
کی۔ انکو تقرب سلطانی حاصل ہوا۔ لیکن بوے شاہزادگی انکے دماغ مین تھی۔ شاہان
ہند کی مزاج دانی انسے نہ ہو سکی۔ مختلف قصبات مین جاگیرین پاکر انھون نے علیحدہ
علیحدہ بود و باش اختیار کر لی۔ ایک شاخ اس خاندان کی دلیوہ ملک اودھ مین چلی
آئی۔ اور چند دنون کے بعد یہ لوگ وہان سے سیوان ضلع سارن مین آبسے۔ زمانہ
کی گردش سے یہ سب عبرت زمانہ ہو گئے تھے۔ کھانے پینے سے اب بھی خوش تھے
لیکن اخلاق کے اعتبار سے انکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ لکھنے پڑھنے کا چرچہ کچھ چلا جاتا تھا
لیکن ہر طرف سے نکبت اور جہالت کی گھٹائین جو چھا رہی تھین اُنکے مقابلہ مین علم کی
تحصیل بہت کم تھی۔ ملکی رسم و رواج نے ہندوؤن سے زیادہ انکے گھرون مین دخل
کر لیا تھا۔ اُسوقت دنیوی رسومات اور مذہبی معاملات مین ہندو سنسکرت کے چند
اشلوک اور مسلمان چند ایات قرآنی ورد کرتے تھے۔ بس یہی غیر مانوس زبانین۔ یا کچھ
ظاہری وضع ڈاڑھی۔ مونچھ۔ دھوتی۔ پاجامہ۔ چوٹی۔ جنیو۔ سے ہندوون اور مسلمانون
مین فرق معلوم ہوتا تھا۔ اور اس فرق پر ایک دوسرے سے لڑ مرنے کو طیار اور کٹ
مرنے کو شہادت اور عزدہ جانتا تھا۔ لیکن طرز عمل اور اعتقادات سے بحث کیجیے تو
تو ایک کو دوسرے سے الگ کرنا مشکل تھا۔ شاہ شجاع کا خاندان بھی ہندوستان مین
آکر اثر صحبت سے محفوظ نہ رہ سکا۔ قوم کے اخلاق خراب ہوئے اور قومی ادبار شروع
ہوا۔ جب تک اخلاق درست رہتے ہین قوم مین ترقی اور زور رہتا ہے۔ اور جہان اخلاق
بگڑے ہر طرح نکبت نے گھیرا۔

اسوقت مسلمانون کے تمام بڑے بڑے خاندان کی حالت خراب تھی اس موقع
پر اسی ایک خاندان کی تمدنی حالت دکھائی جاتی ہے۔ اسے ہندا مسلمانون کے علم اخلاق مین
یہ انقلاب [illegible] تیرھوین [illegible] تنزل [illegible] جب ہی تو انگلستان کے تاجرون کو ہندوستان کی
شہنشاہی کا خیال پیدا ہوا اور انھون نے دکھا دیا کہ فی الواقع تخت و تاج کے مستحق ہی

ہین - اور مسلمانان ہند مین اتنے بڑے بار اُٹھانے کی قابلیت نہین ہی - زمین ہند نے مسلمانون کے قومی اعزاز اور مذہبی وقار کو بھی خاک مین ملا دیا تھا - ہنود تو پہلے ہی سے سٹے ہوئے تھے ان بیچارون سے کیا امید کیجا سکتی تھی - سکھون اور مرہٹون نے کچھ سر اُٹھائے تھے لیکن کشت و خون کے سوا اور کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا - انکے اصول اتنے مہذب اور مضبوط کب تھے کہ یورپین طاقتون کے مقابلہ مین جنکو فطرت تمام دنیا کی شہنشاہی کے لیے طیار کر رہی تھی قدم جمائے رہتے -

۲

شیخ نعیم

سیوان مین دو ہی چار گھر شریفون کے تھے جنمین سب سے زیادہ متمول گھر شیخ نعیم کا تھا جو اپنے کردار سے لئیم مشہور ہو گیا تھا مگر اس کتاب مین وہ شیخ نعیم ہی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہی -

شیخ نعیم دولت کے اعتبار سے سب سے اچھا اور تمدنی حالت مین سب سے بدتر تھا - صبح اُٹھ کر اُسنے قبا پہنی کھڑکی دار پگڑی سر پر رکھی - کمر سے ایکتھان باندھا - ہاتھ مین جریب لی اور گھر سے نکلا - یہان وہان بیٹھ کر کچھ دل خوش کن باتین کین - باقتضاے بخل اسکے مزاج مین کچھ بیجا انکسار بھی تھا - ہر درجہ کے لوگون سے برابر کی ملاقات ہوتی تھی - یہ اپنے دل مین تو سمجھتا تھا کہ مجھسے تمام چھوٹے بڑے راضی ہین - لیکن یہ خبر ہی نہ تھی کہ صبح کو اُسکا نام لینے مین سب کو تامل ہوتا تھا - اسکے پاس عقل تو خاک نہ تھی - لیکن تمول اسکے حصہ مین تھا تو زیرک کون مشہور ہوتا - خرس در کوہ بو علی سیناست -

پیری مریدی کا سلسلہ بزرگون کے وقت سے جاری تھا - اسمین کیا شبہ ہو سکتا ہی کہ اسکے خاندان مین بڑے بڑے اکابر گزرے تھے اُنکے نام سے کچھ تو یہ بھی معزز اور شریف سمجھا ہی جاتا تھا - نشۂ دولت سب پر بالا تھا - یہ تھا تو ایک معمولی زمیندار لیکن شرافت

خاندانی اور اسلامی گورنمنٹ کی کمزوری کی وجہ سے اسکو وہ اختیارات حاصل تھے جو
اس زمانہ مین چھوٹے چھوٹے خودمختار رئیسون کو مشکل سے حاصل ہوسکتے ہین اسوقت
کوئی خودمختار رئیس کسی سے ناخوش ہوجائے - جائز اور ناجائز وسیلون کا امتیاز اُسے
نہ بھی رہے تو بدلا لینے مین کم سے کم دو چار مہینے کا وقفہ ہوگا - مقدمہ قایم ہوگا جھوٹے
گواہ گزرین گے - حوالات نصیب ہوگی - مہینون کا جھمیلا - کہین وہ بیچارا مجرم قابل معافی
ٹھہر گیا تو یہ بھی غیر ممکن نہین ہے - شیخ نعیم کی خودمختاری ان تمام قیود سے مبرا تھی - اسکو کسی سے
رنج ہوا - ابھی اُس غریب کو شیخ صاحب کی رنجش کا پتا بھی نہ ملا تھا کہ رات کو دو سرہنگون
نے کہین موقع سے سوتے جاگتے - چلتے پھرتے اُس غریب کو پکڑ پایا پھر کیا تھا فوراً آنکھ پر
پٹی باندھ کر اور منہ مین کپڑا ٹھونس کر آسے لے چلے - وہ اچھا خاصا ہے - سانس برابر جاری
ہے ابھی دم ٹوٹا نہین کہ کمر مین پتھر باندھا اور دریا مین چھوڑ دیا - وہ بیکس ہاتھ پاؤن بھی مار
نہ پایا تھا کہ گلے مین پانی بھرا اور ڈوبا - ایک نعش پہنچ گئی - توپ نہین - بندوق نہین زہر
کی پڑیا نہین - تلوار - برچھی - کٹار یہ کچھ نہین - جیسے دو پیسے کا مٹی کا گھڑا جو عام طور پر تشنہ لبون کو
سیرابی کا کام دیتا ہے - لیکن شیخ نعیم کی کرامت یہ تھی کہ وہ اُنکے لیے ایسا آلۂ ہلاکت
بنجاتا تھا کہ ہلاک کرے اور کسی پر ظاہر نہ ہو - ہلاکت اور اخفاے واردات دونون کام
ایک ہی چیز سے نکلے - رات کو شیخ صاحب جو کچھ چاہین کر گزرین لیکن دن کو جب
گھر کی دار ٹوپی سر پر رکھی اور ہاتھ مین جریب لی تو پھر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اپنے زمرے کے
دوسرا کوئی مقدس اور مقرب بارگاہ ایزدی نہین ہے

شیخ صاحب نامناسب وقت نہ تھے - اسوقت کی نیک نامی کے لیے جتنی باتین
درکار تھین وہ سب انمین موجود تھین جیسی قوم ویسا امام - انکے عادات تو عجیب تر
سمجھے جاتے کہ قوم کے خیالات کے خلاف ہوتے - وہ سب ایک ہی رنگ مین رنگے
ہوئے تھے -

نعیم قومی خیال کے مطابق بخیل مشہور تھا اور اسلیے ممکن تھا کہ اُسکا بخل اُسکی
عزت قایم نہ ہونے دیتا لیکن بخل کی تلافی وہ کم سخنی اور انکسار سے کرتا تھا - بولتا بہت کم

تھا۔ وہ بدعا کوئی کیسا ہی سخت لفظ اسکی شان مین استعمال کرتا لیکن وہ کبھی لب نہ کھولتا تھا۔ واہ ری تیری حکمت عملی۔ لب کو تو جنبش تک نہ ہوئی۔ لیکن دوسرے دن تمام گاؤن مین مشہور ہوگیا کہ کل جس نے شیخ صاحب سے گستاخی کی تھی آج اُسکا پتہ نہین ملتا۔ شیخ صاحب کی بددعا اثر کر گئی۔ وہ کہین غائب ہوگیا یا مر گیا۔ عوام کی خوش اعتقادیون سے شیخ صاحب اور بھی بیباک تھے جو چاہتے تھے کر ڈالتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کوئی بُرا کہنے والا بھی نہین ہی۔ جس شخص کے اخلاق کا مصلح خوف خدا یا گورنمنٹ کا خوف نہ ہو اُسکی زندگی کے حالات کا لکھنا گویا کسی غیر معمولی انسان یا حیوان بصورت انسان کا حال لکھنا ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے اور اپنے طرز عمل سے ثابت بھی کرتے تھے کہ خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرلاہلی جو شخص اپنے گھر والون کے ساتھ اچھا ہی وہ سب سے اچھا ہی۔ یعنے جو شخص گھر والون کے ساتھ بُرا ہی وہ سب سے بُرا ہی۔ شیخ صاحب کا جو برتاؤ گھر والون کے ساتھ تھا اُسکا بیان شیخ صاحب کی تمدنی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیگا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُسوقت تمام برائیان مسلمانون ہی مین تھین۔ یا شیخ نعیم ہی سب سے بُرا تھا۔ ہندوؤن مین تو اور بھی اندھیر تھا۔ زندہ بیوائین اپنے شوہرون کی نعش کے ساتھ آگ مین جلتی تھین اور اُنکے اولیا خوش ہوتے تھے۔ قلوب کی حالت اس سے ظاہر ہی اسی پر تمام باتون کو قیاس کرنا چاہیے۔ اپنے سچے مذہب کے پیرو نہ مسلمان تھے اور نہ اپنی قدیم کتابون کے مقلد ہندو تھے۔ گورنمنٹ کمزور تھی اور علوم کا چرچا کم تھا۔ دلون کو باقاعدہ رکھنے کے لیے ایک شی بھی نہ تھی۔ ابتداے فتوحات اسلام مین یہودیان شام اور گبران عراق جس خراب حالت مین تھے اُسی کے قریب قریب ہندوستان کے ہندو اور مسلمانون کی حالت پہنچ گئی تھی اور اسی لیے رب العالمین نے اپنے بندون پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو تعنات کیا اس کتاب مین صرف مسلمانون کی حالت سے بحث کرنا ہی۔ متمول کے ساتھ برائیون کو خاص تعلق ہوتا ہی اسلیے ایک متمول خاندان چُن لیا گیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مصنف کو متمول مسلمانون سے کوئی خاص خلش ہے۔

شیخ صاحب جب چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو اُنکے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ اوائل سے

مایوس ہو چلے تھے اسلیے یہ لڑکی اُنکو کسی قدر غنیمت معلوم ہوئی ورنہ اُنکی طبیعت کے سے آدمی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی اور زندہ رہنے پاتی سخت تعجب تھا۔

شباب گزر جانے کے بعد خواہ مخواہ اولاد کی تمنا ہوتی ہی۔ ہندوؤن کے خیال کے مطابق اولاد مرنے کے بعد پنڈے اور پانی دیتی ہی تو عاقبت درست ہوتی ہی۔ اسی طرح نعیم کو بھی چالیس برس کے بعد کچھ مذہبی خیال پیدا ہوا تو وہ بھی محض اس پیرایہ مین کہ کوئی فاتحہ پڑھنے والا ہوگا تو معاد بالطف ہوگی۔ اور کچھ کچھ اُنکو یہ خیال بھی تھا (جیسا کہ اکثر کم فہمون کو ہوا کرتا ہی) کہ اولاد نہ ہوگی تو جائداد کیا ہوگی۔ نام و نشان کس طرح باقی رہیگا۔ جائداد پیدا کرنے مین جن جائز اور ناجائز وسیلون کو شیخ نعیم کام مین لایا تھا۔ عیاذاً باللہ۔ سُننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ گویا روز ازل مین تمام دنیا کی سنگدلی۔ قساوت اور لالچ کے دو حصے ہوئے تھے۔ ایک حصہ نعیم کو ملا اور دوسرا حصہ تمام دیگر بنی نوع انسانی پر تقسیم کیا گیا۔ یہان مین کسی قدر مبالغہ ہو لیکن اسمین شبہ نہین کہ ناجائز وسیلون سے جائداد پیدا کرنے والا نعیم سے بڑھکر کوئی دوسرا آج تک صوبہ بہار مین نہین ہوا اور خدا نہ کرے کہ کوئی آیندہ پیدا ہو۔ شیخ نعیم نے جس گاؤن مین ایک پائی خریدی دو تین برس کے اندر ہی اندر اُسپر لازم تھا کہ کل گاؤن کا مالک ہو جائے۔ جبر سے خوشامد سے دھمکی سے لڑائی سے جس طرح ممکن ہوتا وہ مسلم گاؤن پر قبضہ کیے بغیر چین نہ لیتا۔ جعل بنانے مین اسکو یہ مہارت تھی کہ دور دور سے اہل غرض اسکے پاس آتے تھے۔ اخیر اخیر اسکی یہ حالت تھی کہ اسکی مجلس مین جس گاؤن کا تذکرہ ہوا دوسرے دن کُل گاؤن والے آئے اور خوشی سے کچھ حصہ زمینداری اسکی نذر کر گئے۔ اور آیندہ امن کا وعدہ اسکے بدل مین لیتے گئے۔

ایسے خیال والون کی طبعتین بھی عجیب قسم کی ہوتی ہین۔ جائداد کا عطر کھینچ کر قبر مین انکے ساتھ جا سکے تو پھر وہ اس بات کی فکر نہ کرین گے کہ مرنے کے بعد وارث مال و دولت کون ہوگا۔ کار خیر مین دولت صرف کی جائے تو البتہ ممکن ہی کہ اُسکا ثواب زاد آخرت بنکر ساتھ دے۔ لیکن انسان کا ہمزاد نفس شیطانی ہمیشہ ہر شی کی بُری تصویر سامنے پیش کرنے کا ساعی رہتا ہی۔ اور کبھی انسان کو راہ راست کی طرف رُخ کرنے کی اجازت نہین دیتا

مال وخزانہ تو قبر مین ساتھ جانے سے رہے اور ثواب کی صورت مین اُسے بدل کرساتھ لے لین اتنی عقل کہان - جب دیکھا کہ دنیاوی دولت پر پورا قابو نہین ہی تو آخر عمر مین اکثر سوچنے لگے کہ دولت میرے ساتھ نہ چلے تو میری ہو کر تو دنیا مین رہے - اولاد پیدا ہو - گھر آباد ہو - کسی طرح نام قایم رہے - اولاد کی خواہش تو فطرتی تقاضا ہی لیکن اسکے ساتھ یہ سب خیالات توہمات جاہلیت اور لامذہبی کی دلیلین ہین -

بہت سے نادان نام ونشان قایم رہنے کی فکر مین مبتلا پائے گئے - مرنے کے بعد نام ونشان باقی رہے یا نہ رہے مرنے والے کو اِن لغویات سے کیا واسطہ اسکو تو صرف اپنے اعمال سے تعلق رہیگا - نام ونشان باقی رہنے کا بھی خیال بالکل غلط ہی لاکھون لونڈے ایسے ہین جنکو خود اپنے دادا کے باپ کا نام معلوم نہین ہی - اور دادا کے دادا کا نام جاننے والا تو شاید ہی سو مین ایک بمشکل نکلے - کوئی اسنے پوچھے کہ تمھارے دادا یا پردادا کا نام تم سے کیا روشن ہی کہ تم اپنی اولاد سے بقاے نام کی امید رکھتے ہو؟ -

غرض انھین خیالات نے نعیم کو دختر کشی کی طرف مائل نہین کیا - ورنہ شیخ نعیم سا لیئیم ناخواندہ مہمان معصومہ کو ایک ساعت بھی اپنے گھر مین نہ رہنے دیتا -

لڑکی پیدا ہوئی اور آغوش مادر مین پرورش پانے لگی - فطرت نے اپنا زور دکھایا لڑکی کی بھولی بھولی صورت نے نعیم کے دل پر کچھ اپنا نقشہ جمایا - کچھ محبت باپ کے دل مین پیدا ہوئی لیکن ناپایدار رھبوئی - جب دوسرے سال ایک لڑکا عبد الجبار (جو بعد کو جبار مشہور ہوا) پیدا ہوا تو شیخ نعیم نے اُسکے مقابلہ مین معصومہ کی قدر بالکل کم کردی - لیکن اسکا امتیاز معصومہ کے بیاہ تک دوسرون کو نہ ہوسکا -

اُس زمانہ کے ناپاک دستور کے مطابق لونڈیون کی طرح معصومہ گھر مین پلتی رہی اور جوان ہونے پر چھپرے کے ایک تاجر کے ساتھ جو شیخ صاحب کی ذات وبرادری کا تھا بیاہ دی گئی - بیاہ ہونے کے بعد شیخ صاحب سمجھے کہ گھر سے ایک بہت بڑی بلا نکل گئی یا سر پر ایک بوجھ تھا جو اتر گیا - شیخ صاحب نے اپنی لخت جگر لڑکی نہین بیاہی بلکہ گھر کی کسی لونڈی یا اس سے بھی کمتر درجہ کی کوئی لڑکی بیاہی - لونڈیون کا احترام جتنا عرب کرتے تھے

اور جس حد تک اُنکے حقوق کی نگہداشت کرتے تھے ۔ شیخ صاحب کو معصومہ کا خیال اُسکے پاسنگ کے برابر بھی نہ تھا۔

معصومہ پہلی مرتبہ سسرال گئی تو پھر باپ کے گھر نہ آئی۔ شیخ صاحب نے کبھی اُسکے دیکھنے کی خواہش کی۔ اُسکی ماں نے بیشک اُسکو کئی مرتبہ بُلانا چاہا۔ اپنے اصرار کی وجہ سے وہ بارہا نعیم کے عتاب میں آئی۔ نعیم کا مقولہ تھا کہ جو بلا کسی طرح گھر سے گئی پھر اُسے بُلانا سخت بد اندیشی ہے۔

معصومہ سسرال گئی تو کچھ دنوں تک بوے امارت اسکے دماغ میں تھی جس سے اُسکا شوہر بہت دنوں تک پریشان رہا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ دقت رفع ہو گئی عقل اُسکی راست آئی۔ ایک روز اُسنے خفا ہو کر محافہ منگوایا اور بی بی کو گھر سے نکالنا چاہا۔ معصومہ بیچاری پردے کی رہنے والی گھر سے نکل کر کہاں جاتی۔ قریب ہی اپنی نند کے گھر چلی گئی اور اپنی حالت سے ماں باپ کو مطلع کیا۔ اس چٹھی کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ نعیم اور نعیم کی بی بی میں لڑائی ہوئی۔ بی بی نے دو تین وقت کھانا نہیں کھایا۔ اُنکو مالی نفع کچھ اس طور سے بھی ہو گیا۔ بس اتنا ہوا اور کچھ نہیں معصومہ باپ کے گھر بلائی جاتی۔ بھلا نعیم سے ایسی ناعاقبت اندیشی کب ہونے والی تھی۔ وہ گئی ہوئی بلا کو کب گھر میں آنے دیتا۔ معصومہ کو جب اپنے والدین کی حقیقت معلوم ہوئی تب اُسنے اپنے کو بچایا۔ اور پھر اُسکے شوہر محمد شریف کو بھی لطف زندگی حاصل ہونے لگا ورنہ اسکے پہلے شریف کو معصومہ اپنا خانہ زاد غلام سمجھتی تھی اور شریف کو یہ اُلجھن تھی کہ یہ کمبخت خود دماغی کے ساتھ کچھ دولت بھی اپنے ساتھ لاتی تو خیر صبر آتا۔

وہ زمانہ دوسرا تھا۔ تمام قوم ایسے ہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نعیم کسی قدر زیادہ سخت تھا لیکن خدا جانتا کہ شریف کو بہت زائد تعجب ہوتا۔ شریف کو اپنے سسر کے انداز سے کچھ بہت حیرت نہیں ہوئی۔ معصومہ کے دل میں جب تک میکے کی یاد باقی تھی شریف کے دل میں ذرا خلش تھی۔ معصومہ نے ماں باپ کا خیال بُھلا دیا تو پھر شریف کے قلب کو بھی تسکین ہو گئی۔ چند برسوں کے بعد رفتہ رفتہ معصومہ کو بالکل صبر آگیا اور اُسکی ماں کو بھی

بیٹی کی یاد باقی نہ رہی اُسنے اپنے دل کو سمجھالیا کہ اُسکے کوئی لڑکی جنی ہی نہ تھی۔ یہ تمام قضیے طے ہوگئے۔ لیکن نعیم گرگ باران دیدہ شقی ازلی معصومہ کی طرف سے بے فکر نہ تھا وہ سمجھتا تھا کہ شرع محمدی اسکے بیٹے کے لیے ایک دن بلاے جان ہوگی۔ یہ غرخشنہ بھی اسنے اپنی زندگی ہی مین طے کرنا چاہا۔ جب جبار ۱۸ برس کا ہوا تو نعیم نے اپنی کل جائداد اُسکے نام ہبہ کردی۔ شیخ نعیم کی بد اطواریان تو ایسی تھین کہ کسی شریف کو اُس سے رشتہ داری پیدا کرنا عیب سمجھنا چاہیے تھا۔ لیکن ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ تمام شریف اس زمانہ کے ایک ہی رنگ مین رنگے ہوئے تھے اور پھر دولت کا لالچ جو اندھا ہوتا ہے سب کچھ گوارا کر لیتا ہے۔ بھی دیکھتے ہین۔ جب جبار اپنے باپ کی کل جائداد کا تنہا مالک ہوا تو بڑے بڑے گھرون مین اسکی نسبت کے چرچے ہونے لگے۔ دانا پور مین ایک خاندان شریفون کا اسوقت آباد تھا وہان جبار کی نسبت ٹھہری اور اُنیسوین برس وہ بیاہا گیا۔

معصومہ کو بھائی کے بیاہ کی خبر سنکر نہایت خوشی ہوئی۔ اُسوقت کے دستور کے لحاظ سے وہ یہ خیال بھی نہین کرسکتی تھی کہ بھائی کا بیاہ ہوگا اور مین بلائی بھی نہ جاؤنگی۔ بھائی کے بیاہ مین اُسنے خوب طیاری کی۔ شریف اپنی بی بی سے کچھ ناخوش ہو چلا تھا۔ اپنی حیثیت سے بڑھکر اُسنے سامان کیا۔ معصومہ نے بھائی کے لیے کپڑے بنوائے۔ دولھن کی رونمائی کے لیے زیور بنوائے۔ سات برس کے بعد وہ میکے آنے والی تھی۔ اپنی تمام سہیلیون کو تحفے دینے کے لیے اُسنے سیکڑون روپیہ کی چیزین خریدی تھین۔ ماں کے لیے اُسنے کپڑون کے تھان بنارس سے منگوائے تھے۔ کمبخت باپ کے لیے بھی اُسنے مرشدآباد کا [illegible] اور [illegible] کا جبّہ خرید کیا تھا۔ نعیم کے مقابلہ مین اسکی حیثیت ہی کیا تھی۔ پھر بھی اپنی بساط سے بڑھکر اُسنے سامان کیا۔ اور شریف نے بھی بی بی کی خوشی کے لیے چار پانچ ہزار روپیہ کے ضایع جانے کی پروا نہ کی۔ وہ بیچارہ بنیون کا قرضدار ہوگیا لیکن بی بی کی خاطر داری سے منھ نہین موڑا۔ اُسکو یہ امید نہ تھی کہ شیخ نعیم جب بیٹی کو رخصت کرینگے تو کچھ عنایت کرینگے۔ وہ سمجھتا تھا کہ خیر محنت مزدوری سے یہ قرض ہٹ جائیگا اسوقت بی بی کا شوق پورا ہوجانے دو۔

شیخ نعیم کا بس چلتا تو وہ بیٹی کو بلانے کا خط کبھی نہ لکھتا۔ لیکن رسم دنیا سے مجبور تھا۔ وہ اتنی ہمت نہ کر سکا کہ سیکڑوں آدمی اُسے بیٹی کے بُلانے کے لیے بُرا بھلا کہیں اور وہ راضی نہ ہو۔ اُسنے مجبور ہوکر بیٹی کے بُلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ ۲۲ ذیقعدہ برات کی روانگی کے لیے مقرر کی گئی تھی اور اُسی روز میکے کا نائی طلبی کا خط لیکر معصومہ کے گھر پہنچا اب اگر فوراً ہی روانگی کی طیاری کی جاتی جب بھی بیاہ ہوجانے دولھن کے آنے اور پھر واپس جانے کے بعد یعنے تمام رسوم شادی کے ختم ہوجانے پر شاید معصومہ اپنے میکے پہنچتی شریف سمجھا کہ آدمی کے بھیجنے مین یہ تعویق یا تو اسلیے کی گئی ہے کہ معصومہ کا بلانا شیخ نعیم کو منظور نہین ہے یا کہ شیخ نعیم کو یہ مد نظر ہے کہ شادی ہوجانے کے بعد معصومہ آئے کہ اُسکو رسم دنیا کے طور پر بھی کچھ دینا نہ پڑے۔

شادی بیاہ مین جس طرح حجامنین۔ دھوبنین یا اور اسی قسم کی عورتین اپنے مقررہ حقوق پاتی تھین اُسی طرح ہندؤون کے فیض صحبت سے اُسوقت کے مسلمانون مین یہ توفیق تھی کہ ایسے مواقع پر خاندان کی لڑکیان بھی وہ کسی عمر کی ہون کچھ پایا کرتی تھیں شریف نے خیال کیا کہ شیخ نعیم نے یہ فضول خرچی بھی گوارا نہ کی۔

نعیم کی دلی حالت کچھ ہی ہو لیکن اُسنے آدمی اس طرح بھیجا کہ شریف مین کچھ بھی حمیت ہو تو وہ بی بی کو آنے نہ دے۔ شریف اپنے منحوس خسر کی اس حرکت پر بہت ہی برافروختہ ہوا۔ لیکن غصہ ضبط کر کے وہ اندر گیا اور جاکر کہنے لگا۔ کہ "تمھارے بھائی کا بیاہ ہوگیا براتی روانہ ہوگئے۔ براتیون نے گھر میلا کر دیا ہے۔ صفائی کے لیے مہترانی کی ضرورت ہے۔ اسی مد مین آپ کی بھی طلبی ہوئی ہے۔ اگر شوق ہو تو جھاڑو اور ٹوکری حاضر کردون۔ آپ شوق سے تشریف لیجائین۔ یہ سُنکر جو حالت معصومہ پر طاری ہوئی قابل بیان نہین۔ اُسکے صدمہ کا اندازہ اُسکے شوق سے ہوسکتا ہے اُسکو جتنا ہی شوق تھا اُتنا ہی ملال ہوا۔ شریف کی بات کا اسنے کچھ جواب نہ دیا۔ سُنکر چُپ ہوگئی اور مُنھ سے کچھ نہ بولی اور پھر اسکے بعد کوئی دو ہفتہ تک اسکو سناٹا رہا۔ کسی سے بات تک نہ کرتی تھی۔ دن رات خموش رہتی تھی۔ شریف کو اپنی بی بی کی طرف سے بہت

اندیشہ ہوا وہ ڈرا کہ یہ پاگل نہ ہو جائے - لیکن خدا نے غم غلط کرنے کا مادہ جو خود انسانی طبیعت مین ودیعت کر رکھا ہی جب اُسکی باری آئی تو رفتہ رفتہ وہ سنبھلتی گئی اور حالت اصلی پر آگئی - شریف کو اپنی بی بی سے چندان انس نہ تھا لیکن آخر حمیت اور انسانیت کا بھی کچھ مقتضا ہوتا ہی - وہ اپنی بی بی کی حالت دیکھ کر کئی گھنٹے تک خون جگر کھاتا رہا اور اُسکے بعد قلم دوات اُٹھا کر چند سطرین جواب مین لکھین -

قبلہ لئیمان سلامت -

آپ کا آدمی ایسے وقت پہنچا کہ میرا آنا عبث تھا اور یہی آپ کا منشا بھی تھا - آپنے اپنی خصلت لئیمہ کے لحاظ سے یہ پسند نہین کیا کہ دو چار ہفتہ بھی مین آپ کی مہمان ہون - آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مین جو کچھ آپ کا کھاتی اُس سے کہین زیادہ مالیت کے تحائف مین اس چھوٹی سی اوقات مین ساتھ لاتی - خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا میرا بھی نفع ہوا اور آپ کا بھی - الحاصل مین اسوقت نہین آسکتی اور یہی آپ کی بھی خواہش تھی دنیا مین شاید اب کوئی دوسرا موقع میرے آپ کے ملنے کا نہ ہو - لیکن قیامت مین ضرور ملاقات ہوگی اور اُسوقت کچھ آپ سمجھین گے اور کچھ مین سمجھون گی -

خدا جسکو آپ کی صورت نہ دکھائے وہ مین ہون -

آپ کی بیٹی معصومہ عفی عنہا

محمد شریف نے یہ خط لکھا اور آدمی کو دے بھی دیا - لیکن وہ بڑا ہی بردبار اور شریف النفس تھا سمجھا کہ لئیم کے ساتھ مین کیون لئیم بنون - حامل کو واپس بلا کر اُس چٹھی کو چاک کر ڈالا اُسکی جگہ پر دوسرا خط لکھا -

قبلہ و کعبہ السلام علیکم

آدمی دیر کو پہنچا - اسلیے مین آپ کی صاحبزادی کا روانہ کرنا غیر ضروری سمجھا - آپ کے لیے جو کچھ تحفے اور ہدیے اُس بیچاری نے مہیا کیے تھے وہ شاید آپ لینا پسند نہ کرین اسلیے اُنکو بھی رکھ چھوڑتا ہون - لیکن کچھ کُرتے رومال اور ٹوپیان اُسنے اپنی سہیلیون اور اُنکے لڑکون کے لیے طیار کیے تھے - یہ چیزین جاتی ہین اگر آپ نامناسب

نہ سمجھیں تو اسی آدمی کے ہاتھ اُن تک پہنچا دیجئے گا جنکے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں
جب آدمی سیدان پہنچا تو خط معصومہ کی ماں کے ہاتھ پڑا۔ نعیم کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ گھر پر نہ تھا۔ بیٹی کے نہ ہونے سے ماں کی نظروں میں بیٹے کا بیاہ بالکل ہی بے لطف تھا۔ کچھ بھی اُسکو خوشی نہ تھی۔ گھر کی ایک پرانی لونڈی روز صبح کو گھر سے نکل کر گاؤں کے باہر ایک اونچے مقام پر بیٹھتی تھی کہ جب دور سے سواری آتے ہوئے دیکھے تو پہلے اطلاع کرے۔ صبح سے شام تک وہ لونڈی برابر بیٹھی رہتی تھی اور پھر واپس جاتی تھی۔ معصومہ کی حالت منتظرہ کا یوں خاتمہ ہوا کہ وہ آدمی واپس آیا اور معصومہ کے ہاتھ کے سلے ہوئے کچھ کپڑے ساتھ لایا۔ اس بڑھیا کی بیقراری قابل دید تھی۔ وہ ایک ایک کپڑے کو کھولتی تھی اور آنکھ سے لگاتی تھی۔ اور منہ سے کہتی جاتی تھی کہ یہ خاص معصومہ کے ہاتھ کے سلے ہوئے ہیں۔ یہ اُسی کی تراش معلوم ہوتی ہے۔ ٹھیک وہ ایسی ہی بخیہ کرتی تھی۔ سینے میں اُسکے ہاتھ کی صفائی ہمیشہ قابل تعریف تھی۔ یہ کہتی جاتی تھی اور آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ ان کپڑوں کو منہ سے چومتی تھی کبھی آنکھ سے لگاتی تھی۔ اور کبھی سونگھتی تھی۔ اُسکے نزدیک وہ گھر خانہ شادی نہ تھا بلکہ خانۂ ماتم تھا۔ بیٹے کے بیاہنے کی خوشی جو کچھ تھی وہ بیٹی کے نہ آنے کی وجہ سے جاتی رہی۔ کچھ عجب اتفاق ہوا کہ یہ غم اُس عورت کی جان کے ساتھ گیا۔ دو تین مہینے تک تو وہ مغموم رہی پھر منہ سے خون آنے لگا۔ آخر آخر بخار آیا اور چھ مہینہ کے اندر گھل گھل کر روح فنا ہو گئی۔ مرنے کے تو دن ہی تھے لیکن مشہور ہوا کہ بیٹی کے غم میں مری۔ وہ غریب جان دیکر لئیم کے پنجۂ غضب سے چھوٹی۔ اسکی سخت جانی سراہنے کے قابل تھی۔ معمولی دل و دماغ کی عورت ہوتی تو کبھی مر گئی ہوتی اور اتنے دنوں تک نعیم کا ساتھ کبھی نہ دیتی۔

نعیم گو دل کا سخت تھا اور بی بی سے ذرا مانوس نہ تھا۔ لیکن بوڑھوں کو اپنی بیبیوں کے مرنے کا ایک خاص صدمہ ہوتا ہے۔ بی بی کی جدائی سے نعیم بہت متاثر ہوا اُسپر بیٹے کا چلن اور بھی اُسکو ایذا پہنچانے لگا۔ جبار نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ کچھ تو اسکی خلقت بری تھی اور کچھ اسباب ایسے بہم پہنچ گئے کہ وہ خاصہ شیطان بصورت انسان نکلا۔

بیاہ کے بعد لڑکون کی خود مختاری ذرا بڑھ جاتی ہے۔ باپ نے تمام جائداد اُسکے نام ہبہ کردی تھی یہ اور غضب تھا۔ مان کے مرنے سے ڈوا ایک ہفتہ تک وہ ملول خاطر رہا۔ لیکن اس سانحہ نے اُسکی مطلق العنانی مین اور مدد دی۔ پیری و صد عیب۔ اب نعیم کا وہ جاہ و جلال بھی باقی نہ تھا۔ پیری سے اسکے اخلاق کی کچھ اصلاح ہوگئی تھی۔ لیکن اسکا بخل پیری مین بہت بڑھ گیا تھا اور اسلیے جو نفرت جبار کو باپ سے تھی اُسمین روز بروز ترقی تھی۔ باپ کی کمزوری نے بیٹے کو دلیر بنا دیا تھا۔

جبار کی عمر ۲۰ برس کی تھی۔ عالم شباب تھا۔ حوصلون کے دن تھے۔ دو چار مصاحبون نے اسکو بہکانا شروع کیا۔ یہ دیہات کا رہنے والا گھر سے کبھی باہر نکلا تھا۔ خیالات محدود تھے ہمت پست تھی۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ موقع پاکر گرد و نواح کے اوباش اسکی مصاحبت مین داخل ہوتے جاتے تھے۔ جبار کو نہ سہی لیکن مصاحب تو گندبک اور شورے کی قایم مقامی کرنے کو کافی تھے۔ اور اب وہ مصالحہ طیار ہوا کہ نعیم کے تعمیر بخل کو دم کی دم مین اُڑادے۔ سوء اتفاق کہ جبار نے اپنی بی بی کو پسند نہین کیا۔ اُسکے بیاہ مین پٹنہ سے جو رنڈیان ناچنے آئی تھین اُنمین سے ڈوا اسکو بہت پسند آئین مصاحبون نے جب جمع ہوکر جبار کو دیکھا تو بالکل سادہ پایا۔ اتفاق سے ایک دن جبار نے ان دو غارتگرون کا ذکر کیا مصاحبون نے سمجھا کہ اچھا نسخہ ہاتھ آیا۔ مختلف پیرایون سے انھین دونون کا ذکر اسکی مجلس مین ہوتا رہا گفت گو تو سحر کا کام کرتی ہے جب جبار کے دماغ مین عشق کا سودا پیدا ہوگیا تو ایک روز یہ چل کھڑا ہوا اور سیدھا پٹنہ پہنچا۔ وہان وہ دونون کسبیان اسکی ملازمت مین داخل ہوئین۔ روپیہ لیکیا کمی تھی۔ مان کا تمام زیور نقد لے ہی گیا تھا۔ سونے چاندی کے برتن معلوم نہین کس زمانہ کے رکھے ہوئے اسکو مل گئے تھے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ لاکھون روپیہ کی زمینداری اسکے نام تھی پٹنے کے ساہوکار ہر وقت قرض دینے کو طیار تھے۔

لڑکی کا وہ حال کہ بیاہتے ہی قطع تعلق ہوگیا۔ بی بی مر ہی گئی۔ بیٹا بھاگ گیا نعیم تنہا گھر مین رہ گیا۔ حوادث روزگار سے یہ گھبرانے والا نہ تھا۔ لیکن مقتضاے عمر عجیب

چیز ہی - جو شخص زندہ آدمیون کو ڈبو دینے مین باک نہین کرتا تھا اُسے اسکی کیا پروا ہوتی کہ وہ گھر مین تنہا رہگیا - اب سیکڑون توہمات اُسکو گھیرے ہوئے تھے - اپنے افعال پر کچھ نادم تھا - گزشتہ زمانہ کے معاصی پیش نظر تھے - اپنے دشمنون سے بھی ڈرتا تھا کہ کہین وہ بدلا لینے کو طیار نہ ہون - نوکرون کا خوف تھا کہ وہ زہر نہ دے دین - بیٹے کی محبت تو نہ تھی مگر دولت و ثروت کی محبت تھی - لڑکے کی آوارگی کا حال پہلے سے معلوم ہو چکا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ جب دلی کی سلطنت سامان عیش و عشرت کے لیے کافی نہ ثابت ہوئی تو میری چھوٹی سی زمینداری کیا حقیقت رکھتی ہی - اپنے مرنے کے بعد تلف ہونا تو یقینی سمجھ چکا تھا - بیٹے پر اُسے کچھ بھی اطمینان نہ تھا - لیکن بیٹے کی موجودہ حالت دیکھ کر اُسے کھٹکا ہوا کہ کہین مین جیتے جی بھیک مانگنے کے قابل نہ ہو جاؤن - ان خیالات نے اسکو بہت زیادہ پریشان کیا -

ایک روز یہ گھبرا کر بیٹے کی تلاش مین نکلا - باپ تو پٹنے پہنچا اور بیٹا پٹنے سے چھپرے چلا آیا - پانچ مہینے کے اندر کوئی ۳۰ ہزار کے زیورات اور قیمتی ظروف فروخت کیے گئے اور کوئی پچاس ہزار روپیہ مہاجنون سے قرض لیا گیا - کوئی ایسا ناکردنی فعل نہ تھا جو جبار سے سرزد نہ ہوا ہو - اور نہ شہر کا کوئی جرایم پیشہ ایسا تھا جسکو جبار کی خدمت مین باریابی نہ ہوئی ہو - جبار کا کیا قصور تھا ؟ نعیم نے تمام گھر والون کے حقوق غصب کرکے انھین کامون کے لیے تو اُسکے سپرد کیا تھا کہ دُنیا کا کوئی ناجائز فعل وہ باقی نہ لگا رکھے -

جب جبار پورے طور سے شہر مین مشہور ہو چکا - حکام بدظن ہو گئے - کوتوال شہر جبار اور اُسکے ساتھیون کی فکر مین رہنے لگا - تو مصاحبون نے اسکو پٹنہ چھوڑنے کی صلاح دی - اسنے ساتھیون کے مشورہ سے وہ چھپرے چلا آیا - اور ارادہ کیا کہ محض قرض سے گزر اوقات نہین ہو سکتی - کچھ علاقے کے محاصل سے مدد لی جائے - نعیم بیٹے کی تلاش مین گھومتا پھرتا چھپرے پہنچا تو کیا دیکھتا ہی کہ تمام زمینداری پر بیٹے کا پورا تسلط ہی -

چشمش نگر انند که ملکش با دیگران است

پچاس ساٹھ مصاحبوں میں سے ۲۰-۲۵ تو جبّار کے ساتھ رہ گئے تھے اور باقی تمام علاقہ میں جا بجا تعنات ہو گئے تھے - جو پرانے کارندے تھے انکو بھی بچے ٹے دے کر اُن سبھوں نے ملا لیا تھا - آسامی تو زبردست کا ساتھ دیتی ہے - اسکو کیا عذر ہوتا داخل خارج نام کا ہو ہی چکا تھا - جبار کی طرف سے تحصیل لگان بھی شروع ہو گئی -

اس سفر میں نعیم کو اپنے بیٹے کے تمام حالات معلوم ہو گئے تھے - چھپرے میں وہ ایک دن بھی نہ ٹھہرا - اور نہ اپنے بیٹے سے ملا - سیدھا سیوان روانہ ہو گیا کہ

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل

یہاں آنے پر قدرت خدا نظر آئی وہ بیٹھا بھی نہ تھا کہ دو سرہنگ سامنے سے نمودار ہوئے اور بے کہے سُنے آتے ہی اسکے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں نقرئی زنجیریں ڈال کر اسکو قید کر لیا - اور مشہور کر دیا کہ اسکو جنون ہو گیا ہے - اور فوراً چار ہزار روپیہ لیکر دو آدمی سانڈنی پر سوار کیے گئے اور مرشد آباد روانہ کیے گئے کہ وہاں شاہی حکیم کے مشورے سے کوئی طبیب حاذق بُلایا جائے - ابھی جنون کی ابتدا ہے شاید صحت ہو جائے یہ معاملہ اِن بدمعاشوں نے اس صفائی سے کیا کہ نعیم بھی لوہا مان گیا - ایک بڑے کمرے میں وہ قید کیا گیا جسمیں جا بجا آہنی سلاخیں ہوا اور روشنی آنے کے لیے لگی ہوئی تھیں اسکے دشمن دیکھنے آتے تو ایسے ایسے آوازے کستے کہ اسکا دل مسوس کر رہ جاتا - ہمدرد تو نعیم کا کوئی بھی نہ تھا لیکن بعض ایسے بھی تھے جو نہ دوست تھے اور نہ دشمن تھے - وہ جب آتے تو ہمدردی کے کلمات مُنہ سے ضرور نکالتے تھے اور اسکے جنون پر افسوس ظاہر کرتے تھے - نعیم اپنی حالت پر سخت متحیر تھا - اُسکے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا کہ کسے اپنا بدخواہ سمجھے اور کسے اپنا خیر خواہ جانے - کوئی اسکو مجنون کہتا تو یہ اپنا دانت پیسکر رہ جاتا - اسکا بس چلتا تو کہنے والے کا مُنہ نوچ لیتا - لیکن غیر کے بس میں تھا کہتا تو کیا کہتا - جہاں شیر دل کا بس نہیں چلتا وہاں یہ کیا تھا - لوہے کے کٹگھرے میں بندرات دن سر کھپایا کرتا تھا -

یہ کہنا مشکل ہی کہ اگر جبار اپنے باپ کی واقعی حالت سے مطلع ہوتا تو کیا کرتا مصلحت اصلی حالات اُس سے بھی چھپائے گئے تھے - مرشد آباد سے طبیب کا بلایا جانا سُنکر اُسنے منھ سے اتنا کہا کہ "اچھا ہوا" لیکن کبھی اُسکو یہ توفیق نہ ہوئی کہ باپ کو آکر دیکھتا اُسے عیش و عشرت سے کب فرصت تھی -

لڑکون کا سب سے اچھا معلم باپ ہوتا ہی - باپ ہی نے تو اُسے یہ تعلیم دی تھی کہ اپنے بیگانون کا پاس کوئی چیز نہین — جب نعیم اپنے پارہ جگر معصومہ کا نہوا تو اُسکو کیا حق تھا کہ وہ اپنے بیٹے جبار سے محبت کی چشم داشت رکھتا - جبار کو تو باپ کی کچھ بھی فکر نہ تھی لیکن اُسکے مصاحبون کو اتنا خیال تھا کہ جو حالت پیدا ہوگئی ہی وہ قایم رکھی جائے - وہ سب نعیم کی تمام ملکیت پر منتظم کی حیثیت سے قابض تھے اور مصاحب بنکر جبار کے دل پر بھی قبضہ کیے ہوئے تھے وہ سب نعیم کو سیوان سے چھپرے لائے اور وہان تمام نامی اطبا اور بڑے بڑے ڈاکٹرون کو معقول رقمین دین اور بظاہر علاج مین نہایت اہتمام ظاہر کیا - اتنے روز تک قید مین رہتے رہتے نعیم مین کچھ آثار جنون پیدا بھی ہو گئے تھے اچھے خاصے آدمی کو دس آدمی پاگل کہین تو وہ پاگل ہو جاتا ہی - نعیم کو تو مہینون گزر چکے تھے کہ شیر کے پنجرے مین قید تھا - پہلے تو وہ غصہ کرتا تھا - اور اب یہ قطع تھی کہ کوئی اسکو پاگل کہتا تھا تو وہ اپنی خوبی تقدیر پر اور نیرنگی زمانہ پر ہنستا تھا - اب حکیم نہین حکیم کا باپ بھی ہوتا تو تشخیص مرض مین غلطی کرتا - غم - غصہ - ناتوانی - پریشانی - تکلیف - روحانی مصیبتین - جسمانی اذیتین - ابتدا اُسکی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ڈاکٹر کتنی ہی نیک نیتی سے دیکھنا چاہتا جب بھی شبہ سے خالی کوئی راے قایم نہ کرتا - سامنے سے طبیب آیا اور شیخ نعیم نے مسکرا کر کہا - آپ پاگل کا ملاحظہ کرنے آئے ہین - آیئے اب پاگل کی جگہ دو پاگل جمع ہو جائینگے - کیسا ہی نیک نیت شخص اُسکے پاس جاتا وہ یہی سمجھتا کہ یہ سب میرے دشمنون سے ساز رکھتے ہین - غصے کی حالت مین وہ خواہ مخواہ کلمات ناشایستہ منھ سے نکالتا تھا اور اپنی بدحواسی ثابت کرتا تھا -

سیوان ہی مین سل کا عارضہ نعیم کو شروع ہوگیا تھا - یہ عارضہ اکثر لاعلاج ہوتا ہی

اور وہ بھی جب آخر عمر میں ہو۔ چھپرے میں پہنچکر وہ بہت جلد مطلق العنان کر دیا گیا۔ اسکے ساتھ پاگلوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مریضوں کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب جبار سے مقابلہ کرنے کی تاب اُسمیں نہیں ہی چند روز کا مہمان ہی۔ نہایت پُر تکلف مکان۔ سفید فرش۔ گاؤ تکیہ۔ قالین۔ اُگالدان۔ پیچوان۔ سب چیزیں موقع موقع سے رکھی ہوئی تھیں۔ چار آدمی کمر بستہ خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ دروازے پر ہر وقت پہرہ تھا۔ دو دو گھڑی کے بعد طبیبوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی نعیم بھی چپکا تماشا دیکھتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ کچھ بولنے پر کہیں پھر پاگل خانہ تجویز نہ کیا جائے۔ وہ سمجھتا تھا کہ مرنا قریب ہی اور ان موذیوں کے پنجے سے جیتے جی رہائی ممکن نہیں ہی۔ خیر یہ حالت اچھی ہی کہ جان ذرا عزت اور راحت سے نکلے گی۔ نسخہ دن میں کئی کئی بار بدلا جاتا تھا۔ دوائیں ایک سے ایک اعلیٰ تجویز ہوتی تھیں۔ لیکن دوا بننے کے وقت ہمیشہ اعلیٰ جز یعنے نسخے کی جان نکال کر پھینک دی جاتی تھی کہ دوا فائدہ نہ کرے۔ سل کے عارضہ میں یوں ہی امید نہ تھی۔ اس علاج معکوس نے اور بھی مرض میں ترقی پیدا کی۔ جب یہ اچھی طرح متیقن ہو لیا کہ نعیم کی زندگی ممکن نہیں ہی تو حکیموں کا آنا بند ہوا۔ اور جب حکیموں کا آنا بند ہوا تو اب ضرورت خدمتگاروں کی بھی نہ رہی کیونکہ وہ سب باتیں محض نمائش کے لیے تھیں۔ نعیم کو آرام پہنچانا مقصود نہ تھا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ نعیم رات رات بھر گاؤ تکیے سے لگا بیٹھا رہتا تھا۔ کھانستے کھانستے آنکھیں پھول جاتی تھیں۔ تمام فرش میلا مکان گندہ اور بدبودار۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اُگالدان صاف کرے۔ نعیم نے تمام دیوار کو اپنے پھیپھڑے کے خون سے رنگین کر دیا تھا۔ جبار کی سنگدلی بھی قابل یادگار ہی کہ وہ ایک دن بھی باپ کو دیکھنے نہیں آیا۔ معصومہ کو روز کی خبر ملتی رہتی تھی لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔ میکے والوں سے بالکل قطع تعلق ہو گیا تھا۔ جبار بھی کبھی اُس سے ملتا نہ تھا۔ نعیم ہی کی وجہ سے بھائی بہن میں بھی رنج ہو گیا تھا۔

معصومہ چاہتی تھی کہ باپ سے ملے لیکن وہ سمجھتی تھی کہ بار یاب خدمت نہو سکیگی اسنے اپنے شوہر سے اصرار کیا کہ وہ کوئی صورت نعیم سے ملنے کی پیدا کرے۔ شریف

کچھ سوچ سمجھ کر گھر سے نکلا اور سیدھا جبار کے پاس پہنچا۔ جبار نے اسکو ایک ہی دفعہ دیکھا تھا یعنے جب یہ بیاہنے گیا تھا۔ لیکن اسکی صورت اُسکے خیال مین تھی دور ہی سے پہچان لیا اور کچھ محجوب سا ہوا۔ بظاہر تواضع اور تپاک سے پیش آیا لیکن خجالت کے ساتھ۔ شریف نے جبار سے صاف صاف کہا کہ تم کو باپ کی محبت نہ ہو لیکن تمھاری بہن کو باپ کی محبت ہی۔ تم باپ کو دیکھنا نہین چاہتے مگر وہ دیکھنا چاہتی ہی۔ باپ دو چار روز کا مہمان ہی۔ وقت جاتا رہے گا اور بات رہجائیگی۔ تم اگر نعیم کو میرے گھر جانے دو تو تمھارا کوئی نقصان نہین ہی۔ مین جانتا ہون کہ اخروی عذاب وثواب سے تمکو کچھ بحث نہین ہی اور نہ زبان خلایق کی تمکو فکر ہی۔ پھر بھی تم اپنے دل مین سوچو کہ بیٹی باپ سے دم واپسین ملنا چاہے اور تم روا نہ رکھو تو کتنا بُرا ہی۔ شریف نے صاف صاف تقریر کی۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ جبار اسکی درخواست منظور کرنے مین تامل نہ کرے گا لیکن معاملہ کی صورت ایسی تھی کہ جبار کو پس وپیش ہوا اور وہ سمجھا کہ مرتے وقت کوئی تحریر اپنے موافق سعصوبہ اپنے باپ سے حاصل کرے تو دقت ہوگی۔ مرض موت کی تحریر کو کیا وقعت ہوتی ہی لیکن جبار کو اسکے سمجھنے کی عقل کب تھی۔ اُسنے بہت زیادہ پیچیدار الفاظ سے رُکتے رُکتے کہا کہ اچھا مین غور کرکے آپ کو مطلع کرونگا۔

شریف جبار کا جواب سُنکر آگ بگولہ ہوگیا اور پیچ کھا کر وہان سے اُٹھا۔ بالا بالا اپنے دوست کوتوال شہر کے پاس گیا اور وہان سے کوئی پچاس آدمی ساتھ لیکر سیدھا اُس مکان مین پہنچا جسمین نعیم کا بستر مرگ تھا یا دوسرے لفظون مین جہان وہ نظر بند تھا۔ پالکی دروازے پر رکھی گئی اور شیخ نسیم کو اسمین لا بٹھایا۔ مارے خوف کے محافظ مکان کچھ بول نہ سکا۔ نعیم ڈرا کہ شاید پھر میرے لیے پاگل خانہ تجویز ہوا۔ اُٹھانے والون سے اُسنے کہا بھائیو! کیون میرے پیچھے پڑے ہو۔ دو چار روز کا مین اور مہمان ہون۔ اور اگر تمکو میرا جینا اتنا بھی منظور نہین تو زہر کا پیالا پلا دو۔ مین آج تک دوا کے ہر پیالے کو زہر ہی کا پیالا سمجھ کر پیتا۔ ہا کہ کسی طرح بار زیست سے سبکدوشی ہو۔ لیکن نہین معلوم تم لوگون کو مجھے ایذا پہنچانے مین کیا ایسی راحت ہی کہ اس کار خیر کی طرف تمکو کبھی توجہ

نہ ہوئی - ایک دن بھی زہر کا پیالا مجھے نہ پلایا کہ مجھکو اس غم سے نجات ملتی ؟"

دو چار منٹ کے عرصہ مین یہ سب باتین ہوئین - شیخ نعیم پالکی مین بیٹھے اور کہارون نے پالکی اٹھائی - شریف نے اپنے کو نعیم کے سامنے پیش نہین کیا - وہ بڑا ہی شریف النفس تھا - نعیم اسے دیکھ کر ضرور محجوب ہوتا - اسکی عالی ہمتی اس اظہار کو بھی روا نہ رکھتی تھی - پالکی معصومہ کے دروازے پہنچی اور شریف نے آگے بڑھ کر باپ کے آنے سے بیٹی کو مطلع کیا - باپ کے آنے کی خبر سنکر وہ بہت زیادہ خوش ہوئی - لیکن باپ کی ڈراونی صورت دیکھ کر لرز گئی - وہ بیماری سے گھل گیا تھا - صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بالس کی چھڑیون مین کسی نے کپڑا لپیٹ دیا ہے - لڑکی دوڑ کر باپ کے قدمون پر آنکھ ملنے لگی - نعیم نے چاہا کہ اٹھ کر اسکا سر اٹھائے لیکن ضعف نے جو پالکی کے تکان سے اور بڑھ گیا تھا اتنی جنبش کی بھی اجازت نہ دی جب معصومہ نے سر اٹھایا تو نعیم مارے شرم کے آنکھ برابر نہ کر سکا - منھ پھیرنے کی تو اسمین طاقت نہ تھی اپنے بائین ہاتھ سے دونون آنکھین چھپا لین اور منھ سے کہا " بیٹی! تم نے اپنی صورت دکھا کر مجھے بہت شرمندہ کیا - مجھکو برسون سے زیست وبال جان ہے - لیکن اسوقت کی زندگی از حد ناگوار ہے - خدا سے یہی التجا ہے کہ مین جلد جان نکل جائے اور اس کلفت کا خاتمہ ہو - ہائے! جس لڑکی کے ساتھ مین نے شیطانی وسوسون مین پڑ کر سب سے زیادہ برائی کی آج وہی ایک ہمدرد میری اس دنیا مین ہے - خدایا اپنے بندے کو تو اسقدر کیون ذلیل کرتا ہے - موت کو حکم دے کہ وہ جلد میری خبر لے "

معصومہ - (آنکھون مین آنسو بھر کر) ابا جان مین آپ کی بیٹی ہون - آپ نے مجھ پر بہت کچھ احسان کیا - پالا - پرورش کیا - بیاہ دیا - رسم دنیا کے مطابق چلتے وقت جہیز بھی ساتھ کر دیا - آپ نے تو سب کچھ کیا - لیکن مجکو مقدر نے ایسا موقع نہ دیا کہ مین آپ کی خدمت کر کے کچھ بھی آپ کے احسانون کا بدلا اتارتی -

نعیم - بیٹی! ان باتون سے میرا دل نہ دکھاؤ - مجھ سا ظالم - شقی - بدبخت اور کج راے دنیا مین دوسرا نہ ہوگا - مین نے دنیا مین بہت معصیتین کین - اور خدا سے

امید ہی کہ وہ میرے گناہون کو بخشدے گا۔ گو حق العباد بخشا نہین جاتا۔ میری گردن پر سیکڑون ہزارون بیگناہون کے حقوق ہین۔ خدا قادر مطلق ہی تو کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی لیگا۔ اُسکا بحر رحمت جوش مین آیا تو مین تر جاؤنگا۔ لیکن مجھے شرم آتی ہی کہ جب خدا کو مین منصف نہین سمجھا اُس سے انصاف کی امید کرون تو کس دل سے کرون۔ مین جسکو عادل نہین سمجھا اُس سے عدل کا خواہان ہون تو کیونکر۔ مین نے جسکو اپنے سے بھی کم ذی خرد سمجھا کس مُنہ سے اُسکے سامنے کوئی تمنا پیش کرون افسوس ہزار افسوس۔ جیا کم بخت کو اپنی کل دولت دیتے وقت۔ اے تو یہ وہ کمبخت نہین بلکہ مین کمبخت ہی میرے دل مین تمھارا القصوّر آیا اور یہ بھی خیال آیا کہ خود خدا نے تمھارا حصّہ قرآن مین مقرر کردیا ہی۔ جس روز تم نے میرے گھر مین جنم لیا اُسی روز خدا نے میری جائداد مین تمکو حصہ دار کردیا تھا یعنے یہ ٹھہرادیا کہ زمانہ نابالغی تک تمھاری پرورش میری دولت سے متعلق ہی اور پھر میرے مرنے کے بعد تم زندہ رہین تو کم سے کم ایک جزو کی ضرور مالک ہوگی۔ مین نے بہت سوچا اور کہین سے احکام الٰہی مین کوئی تاویل کی گنجایش نہ دیکھی۔

اسکے بعد نعیم کی زبان تھوڑی دیر تک بند رہی۔ ضعف کی وجہ سے وہ تھک گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ بولنا چاہا تو معصومہ نے منع کیا اور کہا۔ اَبّا جان آپ ناحق اپنا دا؟ خراب کرتے ہین۔ چُپ ہی رہیے۔

نعیم۔ نہین بیٹی اسوقت مجھ سے اور خدا سے باتین ہوتی ہین۔ تم دخل ندو اپنے گناہون سے منفعل ہوکر توبہ کرلون۔ مین جانتا ہون کہ اسوقت کی توبہ قبول نہین ہوتی لیکن مجھے اپنی ایسی توبہ کرلینے دو۔ ہائے شیطان کم بخت تمھارے حقوق کی طرف سے چشم پوشی کرنے پر مجکو مجبور کرتا تھا۔ بالآخر شیطان نے میرے قلب کو دبالیا اور میری آنکھین بند کردین۔ میری عقل پر پردہ پڑگیا۔ مین نے یہ خیال کیا کہ خدا نے عورتون کو جائداد مین حصہ دلوانے کا حکم نہایت بے اٹکلی سے صادر کیا ہی۔ اُسوقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو ان تمام احکام کو جو اسکے متعلق ہین

قرآن سے محو کر دیا۔ جس خدا کی شان مین مین نے ایسی بے ادبی کی اُس سے کس منھہ سے خواستگار معافی ہون۔ مین تو سو مرتبہ توبہ کرون لیکن وہ مجھ ایسے ضعیف الایمان قابو پرست خود غرض بندے پر کچھ توجہ بھی کرے گا؟ مجکو امید نہین ہی کہ وہ کچھ بھی توجہ کرے۔ میرا کوئی ملازم اِس سے کہین چھوٹی خطا کرتا تو مین ہرگز معاف نہ کرتا مین کیسے سمجھون کہ وہ اتنی بڑی خطا کو بھول جائیگا۔ دم رُکتا ہی بولا نہین جاتا۔ مجھے جتنا کہنا ہی اُسکا عشر عشیر بھی تو نہین کہا گیا۔ اب تک زبان پر قابو تھا اب اسپر بھی نہ رہا۔ مین نے اتنی باتین کین تو معلوم ہوتا ہی کہ پھیپھڑہ کھنچ کر مُنھہ کو چلا آتا ہی۔

معصومہ۔ آپ اپنا دل چھوٹا نہ کیجیے خدا مین سب قدرت ہی۔ سچے دل سے اُسپر بھروسا کیجیے۔ آپ نے میرے ساتھہ کوئی قصور نہین کیا اور اگر کیا بھی تو مین اسکو معاف کرتی ہون۔

نعیم۔ بیٹیا۔ وہ قصور ایسا نہین ہی جسکو تم معاف کر سکو۔ اب میری کچھ شنوائی بھی نہ ہوگی۔ مین کہون تو کیا کہون۔

معصومہ۔ ابّا جان یہ خیالات دل سے نکال دیجیے۔ خدا پر بھروسہ کیجیے۔ وہ قادر مطلق ہی۔ سب کچھ کر سکتا ہی۔ خاطر جمع رکھیے۔

نعیم۔ مین یہ سمجھتا ہون لیکن بات میرے اختیار کی بھی ہو۔ مین اپنے خیالات کو جتنا یکجا کرنا چاہتا ہون وہ پراگندہ ہوتے جاتے ہین۔ کسی طرح میرے قلب کو اطمینان اور خاطر کو تسکین نہین ہوتی۔ جبّار نے جو سلوک میرے ساتھہ کیا وہ بھولنے کے لائق نہ تھا لیکن اسوقت وہ بھی میرے دل سے محو ہی۔ میرا معاملہ اسوقت خدا سے ہی جس پہلو سے دیکھتا ہون مین اپنی حالت سقیم پاتا ہون۔ کسی قسم کا خیال یا تمنا میرے دل مین نہین ہی۔ بس صرف یہ ڈر ہی کہ خدا کے سامنے کیا مُنھہ دکھاؤن گا۔

یہ کہکر نعیم پھر بیہوش ہوگیا۔ تمام گھر کے لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوئے۔ معصومہ کا بیٹا نصیر بھی وہان کھڑا تھا سب کے سب نعیم کی خدمت مین مصروف تھے۔ کوئی تلوا سہلاتا تھا۔ کوئی سر تھامے ہوئے تھا۔ ایک کھڑا النخلخہ سونگھا رہا تھا۔ دوسرا سورہ یسین پڑھ

رہا تھا۔ اسکی غشی کا دوسرا رنگ تھا۔ سب سمجھے کہ اسکا آخر وقت آگیا۔ لیکن ابھی رشتہ حیات باقی تھا۔ ضعف سے غشی تھی۔ یا لکی کا ٹکان تو تھا ہی باتین کرنے اور رونے سے طبیعت زیادہ سست ہوگئی۔ کوئی پاؤ گھنٹہ تک نعیم دم بخود پڑا رہا اُسکے بعد اُسنے آنکھین کھولین آنکھون کا کھلنا تھا کہ کھانسی نے زور کیا اور کھانسی کے ساتھ ہچکی شروع ہوگئی۔ خدا اس گھڑی کی سختی آسان کرے۔ دشمن بھی یہ دن نہ دیکھے۔ دس بجے رات سے اذان صبح تک جو کرب نعیم کو تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ ہاتھ پٹکتا تھا۔ پاؤن کو جنبش تھی۔ کبھی ہاتھ پیشانی پہ ہوتا تھا اور کبھی تکیہ پر۔ کروٹ بدلنے کی تو طاقت نہ تھی لیکن جسم کی جنبش سے صاف ظاہر تھا کہ اُسے کسی کل آرام نہین ہے۔ مُنہ سے کچھ آواز نکلتی تھی اور بمشکل سُنائی دیتی تھی تو وہ صرف اسقدر کہ "خدایا مجھے اس دن کی خبر نہ تھی" دونون ہاتھ برابر کرکے وہ کچھ دعا مانگنا چاہتا تھا لیکن ہاتھون مین اتنی قوت کہان تھی کہ وہ کام دے سکتے جن ہاتھون سے ہزارون برائیان کین۔ سیکڑون کے حقوق غصب کیے بیسیون کو اذیتین پہنچائین آج وہ اتنے بھی نہین ہین کہ دعا مانگنے مین ذرا سا ساتھ دیدین۔

شدت ضعف سے اسیدعا قطع ہوئی

ہاتھ اُٹھاؤن تو اُکھڑ جائے کلائی میری

تنفس اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ سیکڑون قدم تک آواز جاتی تھی۔ پلنگ کی چادر تمام تھوک سے بھر گئی تھی۔ رگڑتے رگڑتے ایڑیان چکنی ہوگئی تھین۔

صبح ہوتے ہوتے نعیم نے دم توڑا۔ اور تمام تعلقات دُنیا کے چھوڑ کے۔ جتنے بدنما داغ روح مین آگئے تھے ساتھ گئے۔

قد مضت لذاتہ والاثم حل

بدکردارون کی لذتین جاتی رہین گناہ رہ گئے۔ دنیا کی دولت دنیا مین رہی لیکن حصول دولت مین جو معاصی سرزد ہوئے تھے وہ ساتھ ساتھ بلکہ دو قدم آگے آگے چلے۔ دنیا کی کسی خوشی نے ساتھ نہین دیا لیکن اس ناپائدار خوشی کے لیے جو اخلاقی بُرائیان نعیم نے کی تھین وہ اس طرح روح کے ساتھ تھین جس طرح عرض کے

ساتھ جواہر اور جواہر کے ساتھ غرض نعیم کے ساتھ جو معاملہ آخرت کا گزرا اُسکی خبر تو معلوم نہین ہوسکتی۔ لیکن دنیا مین اپنے افعال کی وجہ سے جو شہرت اُسنے چھوڑی اُسکی بدولت وہ آج شیطان کے نام سے زیادہ چھپرے کے ضلع مین مشہور ہے۔ شریف نے نعیم کی تجہیز و تکفین کی۔ جبار دفن کرنے مین بھی شریک نہ ہوا۔ معصومہ کو بھی باپ کے مرنے کا کچھ ملال نہین ہوا۔ صرف اسلیے نہین کہ باپ کے ساتھ اُسکو چندان موانست نہ تھی بلکہ اسلیے بھی کہ جس حالت مین اُسنے باپ کو دیکھا تھا اُس سے مرجانا کہین اچھا تھا۔ جبار نے باپ کا مرنا سُنکر صرف اتنا کہا کہ "اچھا ہوا۔ جھگڑا چھوٹا"۔ بیٹے اور بیٹیون کی یہ کیفیت تھی تو اغیار جنکو اکثر اُسکے ہاتھون سے اذیتین پُہنچتی رہتی تھین اسکے مرنے سے کیون خوش نہ ہوتے۔ اگر کسی کو اُسکے مرنے کا رنج تھا تو صرف اس خیال سے کہ کچھ دنون وہ اور اس حالت مین رہتا تو اچھا ہوتا۔ غرضکہ نعیم مرا اور نہایت بُری موت مرا۔ ایک متنفس بھی اُسکے مرنے پر افسوس کرنے والا نہ تھا۔

جبار کی حالت سے کوئی زیادہ بحث کرنا نہین ہے۔ نعیم کے بعد صرف آٹھ دس برس تک وہ زندہ رہا۔ مرنے کے قبل وہ اپنی تمام جائداد بیچ چکا تھا۔ نعیم نے بیٹے کو جائداد دیکر بقا سے نام کی صورت سوچی تھی لیکن اُسکے مرنے کے پانچ چھ برس کے اندر ہی اندر ایک جائداد بھی اُسکے لڑکے کے پاس نہ رہگئی۔ جب مفلسی نے جبار کو بہت زیادہ ستایا اور زیادہ تر تکلیف تو اسکو یہ تھی کہ دو تین روپیہ روز اُسکو شراب کے لیے درکار تھے اور وہان حالت یہ تھی کہ نان شبینہ کا بھی ٹھکانا نہ تھا۔ سسرال والون کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اسکے نام سے کانون پر ہاتھ دھرتے تھے۔ اور اسکو بھی بی بی سے ایسی نفرت تھی کہ بی بی کے نام سے اسکو بخار آتا تھا۔ یہ کوئی تعجب نہین ہے۔ جب کسی کے دن بُرے آتے ہین تو اسکے اسباب بھی جمع ہوجاتے ہین۔ عقل پہلے سلب ہوتی ہے پیچھے افلاس آتا ہے۔ جبار سے کوئی رنج معصومہ کو نہ تھا اور رنج ہوتا بھی تو عورتین اپنے نرم نازک اور بھولے بھالے دل مین کسی کی بُرائی عرصہ تک ٹھہرنے نہین دیتین۔ جبار نے اپنے بُرے دن مین بہن سے اعانت چاہی تو اُسنے اپنے چھوٹے بھائی کی خبرگیری نہایت مسرت سے

سے منظور کی۔ تمام ضروری سامان معصومہ مہیا کر دیتی تھی۔ شراب خواری اور اُسکے لوازمات کے بہم پہنچانے کے لیے جبار کچھ دست درازیاں کرتا تھا اور معصومہ مساعدت کر جاتی تھی۔ کچھ دنوں تک یوں بھی جبار نے زندگی کے دن پورے کیے۔ آخر کثرت بادہ خواری سے جبار مختلف امراض مین مبتلا ہوا اور باپ کے پاس شکایت کرنے چلا کہ "آپ نے مجھے ایسی تعلیم نہین دی تھی کہ آپ کے بعد زیادہ دنون تک مین دنیا مین رہ سکتا" نعیم کے خیال کے مطابق تو جبار کے مرتے ہی اُسکے خاندان کا چراغ گُل ہوجانا چاہیے تھا۔ مگر فی الواقع معصومہ کے بیٹے نصیر کی بدولت عرصہ تک اُسکا نام دنیا مین قایم رہا۔

باب ۳

نصیر

خدا کی قدرت کہ نصیر نے اخلاقی امور مین شریف النفس باپ کی پیروی کی۔ نانا کا پیرو ہوا۔ نانا کی زیارت اسکو نصیب ہو چکی تھی۔ اور اُسکے مرنے کے بعد تو روزہی اُسکا چرچا سُنا کرتا تھا۔

نصیر کے ہوش سنبھالنے پر زمانہ بہت کچھ ترقی کر چکا تھا۔ بھلا جنکو معلوم نہین ہے کہ مذہب کیا چیز ہے شروع کہتے تھے کہ نئی تعلیم مخرب اخلاق اور مخرب مذہب ہے۔ لیکن تجربے سے ثابت ہوا کہ ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔ یہ سوچا گیا تھا کہ نئی تعلیم سب کو لامذہب کر دے گی لیکن ہندوستان مین ہرگز ایسا نتیجہ ظاہر نہین ہوا۔ یونیورسٹی سے جب طلبا گریجویٹ ہوکر نکلتے ہین تو اپنے مذہب کی بڑی قدر کرتے ہین۔ ہنود اپنے تمام رسوم ورواج کو دلیل اور توجیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ مسلمان اپنے بزرگان دین کے اعمال وافعال کے سُننے اور اُسکو سراہنے کی طرف ساعی ہوتے ہین۔ تعلیم یافتہ گروہ نے گویا اپنے مذہب کے چمکیلے ذرّون کو خاک جہالت سے چننے اور صاف کرکے علیحدہ جمع کرنے کی کوشش کی۔ موجودہ گورنمنٹ سے صرف پولیٹکل حالت ہی کو ترقی نہین ہوئی بلکہ مذہبی خیالات پر بھی اچھا اثر پڑا۔

کہ بے علم نتوان خدارا شناخت

اب خدا کو بت کی صورت میں ایک بے انتہا قوت والی وہمی شئی سمجھ کر اسکی پوجا کرنے والے تو ضرور کم ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن خدا کی خدائی کو نظر معرفت سے دیکھ کر سچے دل سے اسکے احکام کے ماننے والے اور شوق سے اسکی بندگی کرنے والے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ نئی تعلیم سے انسان وہ باتیں سیکھتا جاتا ہے جسکی تعلیم مذہب اور بالخصوص مذہب اسلام کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہاں علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ علم کوئی شئی نہیں ہے جب تک وہ حاصل نہ کیا جائے اس زمانہ میں جو چرچا علوم کا ہے وہ اگلے کب تھا۔ جو کچھ برکت ہے حصول علم کی ہے نہ کہ نفس علم کی کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ زمانہ قدیم زمانہ سے اچھا ہے۔ وہ زمانہ جب علوم فیض صحبت سے حاصل ہوتے تھے۔ سب سے اچھا تھا۔ سیدھی سادی باتیں تعلیم ہوتی تھی۔ بہرحال نعیم سے کہیں اچھے زمانہ میں نصیر نے نشو و نما پائی تھی۔ اس روشن زمانہ کی ابتدا نصیر کی جوانی ہی میں شروع ہوگئی تھی۔ اور اسلیے گو اسکو نانا کے خیالات کی طرف رجحان تھا۔ لیکن زمانہ کی کشش نے اُدھر اسکو پورے طور پر مائل ہونے نہ دیا۔ بین بین رہگیا زمانے کے ساتھ ساتھ اسکے خیالات بھی بھلائی کی طرف ترقی کرتے رہے۔ اسکا بیٹا کسی قدر رفتار زمانہ سے مخالفت کرتا تھا اپنے باپ کو گمراہی کی طرف پھیرنا چاہتا تھا لیکن قوم کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اسلیے جبار کی طرح اسکو کامیابی نہ ہوئی۔ مجاہد الیاسپیر و مقابلہ کو اُٹھ کھڑا ہوا اور مجاہدین فی سبیل اللہ میں نام لکھوا کر ہمیشہ کے لیے اپنا نام زندہ چھوڑ گیا۔

نصیر کا مزاج بعض بعض باتوں میں نانا سے ملتا جلتا تھا لیکن وہ نانا کے قدم بقدم نہ چل سکا۔ وہ کسی قدر ذی عقل تھا زمانہ ترقی کر چلا تھا۔ وہ حالت زمانہ کے ساتھ موافقت کرنے پر مجبور تھا۔

نصیر نے ہوش سنبھالتے ہی چمڑے کی تجارت شروع کی۔ اُسوقت اس تجارت میں بہت فائدہ تھا۔ باپ ہی کی دولت سے اسنے تجارت بڑھائی تھی۔ لیکن خدا کی قدرت کہ باپ کو دو چار ہزار روپیہ سال میں پیدا کرنا مشکل ہوتا تھا اور اسنے تین برس میں

پچاس ہزار روپیہ منافع مین پیدا کیے اور پھر اُس سے مختلف شاخین تجارت کی قایم کین جن سے دس برس کے اندر وہ کئی لاکھ کا آدمی ہوگیا۔ اتفاق سے لقایا مالگزاری کی علت مین ایک ہندو راجہ کا تعلقہ ضلع چمپارن مین نیلام ہوتا تھا اسے اسنے خرید لیا۔ اب تجارت چھوڑ کر زمینداری پیدا کرنے اور اسکے بڑھانے کی طرف اسکی توجہ ہوئی۔ شریف دیکھتا تھا کہ نصیر کی نظرون مین اُسکی کچھ بھی عزت نہین ہی لیکن وہ کنارے رہتا تھا۔ نصیر کے معاملات مین وہ کچھ دخل نہ دیتا۔ تھوڑے دنون مین شریف اور معصومہ نے انتقال کیا۔ والدین کے مرنے کی نصیر کو نہ خوشی ہوئی اور نہ رنج ہوا۔ وہ نشہ دولت مین ایسا مست تھا کہ اپنے یگانے کا اسکو کچھ خیال نہ تھا نصیر کا بیاہ ایک متمول شخص کی لڑکی سے ہوگیا تھا۔ بی بی کے ذریعہ سے بھی کچھ دولت اُسکے ہاتھ آئی تھی۔ دولت اور ثروت کے اعتبار سے قرب و جوار کے دو چار ضلعون مین یہ اپنا ثانی نہین رکھتا تھا۔

جب اسکی عمر ۵۰ - ۶۰ برس کی ہوئی تو اسکے خیالات نے نانا کے خیالات کی پیروی شروع کی۔ السعید من وعظ بغیرہ۔ لیکن اسمین یہ سعادت کہان تھی کہ غیر سے نصیحت حاصل کرتا۔ اپنے نانا کی ذلتین یہ دیکھ چکا تھا۔ پھر بھی اُسے عبرت نہ ہوئی لیکن خیریت تھی کہ اب زمانہ بدل چلا تھا۔ تمام ملک مین انگریزی تعلیم پھیلی ہوئی تھی۔ اس تعلیم نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہی صرف انگریزی زبان اور علوم جدیدہ ہی نہین سکھلائے تھے بلکہ اس سے ہندوؤن اور مسلمانون مین مذہبی باتین سُننے اور سمجھنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا اور اس طرح قوم مین کچھ جان آچلی تھی۔ جہالت اور تاریکی رفع ہورہی تھی۔ نصیر کو اپنا مطلب حاصل کرنا اُتنا آسان نہ تھا جتنا کہ نعیم کرتا تھا۔ نصیر اپنے نانا کی چال پر چلنا اپنا خاندانی شعار جانتا تھا اور زمانہ اُسکو اپنے رنگ مین رنگنا چاہتا تھا۔ اس دو عملے مین اس بیچارے نصیر کی بہت بے آبروئی ہوئی اور بڑی بڑی زحمتین اسے اُٹھانی پڑین نتیجہ تو خود اسکی دلی کمزوری کے سبب سے اور زیادہ تر اسلیے کہ اسکے بیٹے کلیم نے اتفاقات سے طبیعت وہ پائی تھی جو سو برس پہلے مناسب وقت تھی لیکن اسوقت تو بالکل مخالف

وقت تھی۔

نصیر نے چھپرے مین مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ جب وہ ساٹھ سال کی عمر مین پہنچا تو دو لڑکے جوان اسکے گھر مین تھے۔ ایک بڑا لڑکا کلیم بیاہا گیا تھا اور صاحب اولاد بھی ہوگیا تھا۔ لیکن دوسرا سلیم بے بیاہا تھا۔ نصیر کو سلیم کے بیاہنے کی زیادہ فکر نہ تھی لیکن سلیم سے دو برس چھوٹی لڑکی فہیمہ اٹھارہ برس کی ہوچکی تھی اور کہین سے نسبت کے رقعہ نہین آئے تھے۔ فہیمہ کے بیاہ کی بڑی دقت تھی۔ نصیر جسکو چاہتا وہ اسکے خاندان کے دستور سے گریز کرتا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنکو نصیر اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ وہ بیاہ کے بعد اپنے روٹی کپڑے کا بار بھی نصیر ہی پر ڈالنا چاہتے تھے اور نصیر نانا کی سنت پر چلنا چاہتا تھا یعنے وہ لڑکی کو ایسی جگہ بیاہنا چاہتا تھا کہ پھر لڑکی سے کوئی تعلق باقی نرہے گھر سے وہ اس طرح دور کی جائے جس طرح دودھ سے مکھی۔ فہیمہ کے چند خواستگار ایسے بھی تھے جو نصیر کے سر نہ ہوتے لیکن اُنکے انداز ایسے نظر آتے تھے کہ نصیر کو انجام برا نظر آیا۔ نصیر کوئی بڑا لائق داماد نہین چاہتا تھا۔ کوئی نکار... بولا بھلا اسیدھا جاہل مطلق داماد کھانے پینے سے خوش اسکو ملجاتا تو بہت خوش ہوتا۔ ایسا متمول خاندان بھی وہ نہین ڈھونڈھتا تھا جو اس سے مقابلہ کرنے کی تاب رکھتا جستجو مین اتنی بہت سی قیدین ناکامی تک نتیج ہوتی تھین۔ لڑکی ۱۸ برس کی تھی اسوقت سے اٹھارہ برس کی عمر تک نصیر اسکے لیے شوہر تلاش کرتا رہا لیکن کہین بات ملی نہین ہوئی۔

اتفاق سے ایک کوٹھی شورے کے کاروبار کی چھپرے مین قایم ہوئی مرشدآباد سے ایک نوجوان محمد متین نام منیجر مقرر ہوکر آیا سنو روپیہ اُسکی تنخواہ تھی اور علاوہ اسکے تجارت مین وہ دو آنے کا حصہ دار بھی تھا۔ نصیر کے مکان کے پاس ہی اُسنے مکان لیا اور نصیر سے رسم ملاقات بڑھتی گئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نصیر ہی کے مورث اعلی کی نسل سے ہے۔ نصیر کے پردادا کا ایک بھائی شاہی فوج کے ساتھ مرشدآباد چلا گیا تھا اور وہین بس گیا تھا۔ مولوی متین اُسی کی نسل سے تھے جتنی باتین نصیر

ڈھونڈھتا تھا بجز جہالت کے وہ سب انہین موجود تھین۔ مولوی متین بڑے ہوشیار
بڑے مدبر۔ عالم باعمل۔ متحمل۔ منکسر المزاج اور غیور تھے۔ ایک بھلے مانس مین جتنے اوصاف
چاہیے سب انمین موجود تھے۔

مولوی متین نے تمام عمر کوئی کام بے دانشی کا کیا تو وہ صرف یہ تھا کہ فہیمہ سے بیاہ کرنے
پر راضی ہو گئے۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کس امر نے انکو ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ مولوی صاحب
مین ذرا طمع نہ تھی اسلیے محمد نصیر کے تمول نے کچھ بھی سفارش نہ کی ہوگی۔ وہ طامع ہوتے تو جب
بھی دو چار مہینے تک نصیر کے محلہ مین رہکر یہ تو ضرور سمجھ جاتے کہ اِن تلون تیل نہین ہی۔ فہیمہ اپنے
محاسن اخلاق یا صورت شکل مین کچھ مشہور نہ تھی کہ متین غائبانہ دل دے بیٹھتا۔
نہین معلوم وہ کیون نصیر کے جال مین آپھنسا۔ ہان متین مین مروت بہت تھی۔ نصیر
نے قرابت سابقہ یاد دلا کر اور کچھ جھوٹا سچا ظاہری تپاک کر کے اُسے رام کر لیا ہوگا
بہرحال وہ کسی طرح پھنس گیا اور نصیر کے گھر سے تعلق پیدا کرتے ہی اُسکے تمام اوصاف
آدھے رہ گئے۔ صحبت مین بڑا اثر ہی۔ تعلق زناشوی سے ایک نئی دنیا شروع
ہوتی ہی۔ بیبیون کی وجہ سے شوہرون مین اور شوہرون کی وجہ سے بیبیون مین انقلاب
عظیم واقع ہوتا ہی۔ متین جب تک زندہ رہا وہ اس غلطی پر تاسف کرتا رہا۔ اپنی خوبیون
مین زوال اور اپنے کمال مین صریح نقصان دیکھتا تھا اور دل ہی دل مین کہتا تھا کہ
خود کردہ را چہ علاج اور نہایت صبر سے تمام زحمتون کا مقابلہ کرتا تھا۔

شروع شروع بی بی کو طلاق دینا بہت آسان تھا لیکن یہ بھی اُسکی کریم النفسی اور
فرط متانت کی دلیل تھی کہ وہ طلاق کو عمدہ سے عمدہ علاج سمجھتا تھا لیکن کبھی اسپر آمادہ
نہین ہوا اور یہ حالت بھی تھوڑے ہی دنون تک قایم رہی۔ مرغ نوگرفتار کی طرح وہ کچھ
دنون قفس مین اُچھلا کودا۔ پھر کثرت اولاد شروع ہوئی اور اب طلاق جو عمدہ سے عمدہ
شرعی علاج تھا اسکے لیے بُرے سے بُرا زہر ہو گیا اور ناچار اسکو تمام عمر فہیمہ کا ساتھ دینا لازم
آیا۔ مکھی کتنی ہی اُچھلے کودے لیکن مکڑی کے جالے مین پھنس کر چھوٹ نہین سکتی
فہیمہ مین کوئی عیب شرعی نہ تھا لیکن متین ایسے متین اور سلیم الطبع شوہر کے

لیے وہ بے تکلف وہاں جان تھی وہ نیک تھی اور باحیا تھی خلقت اسکی بُری نہ تھی صرف تربیت بُری تھی۔ نصیر کے گھر میں اس نے پرورش پائی تھی یہی عیب تھا اور بڑا عیب تھا نصیر کو اپنی بی بی سے کچھ بھی اُنس نہ تھا انتظام خانہ داری نصیر کا بہت بُرا تھا فہیمہ کی تعلیم کی طرف نصیر نے توجہ نہیں کی تھی۔ تعلیم نسواں کا چرچا تمام ہندوستان میں تھا لیکن نصیر نے اسکا رواج دینا پسند نہیں کیا۔ نصیر کے کنبے کا کوئی دوسرا چھپرے میں نہ تھا ماں اور باپ کے سوا اور کوئی فہیمہ کا ملنے والا یا اُسکا معلم نہ تھا۔ اور اِن دونوں کی صحبت میں وہ بیچاری کچھ بھی سیکھ نہ سکتی تھی۔

متین بڑے باپ کا بیٹا اور بڑے ذی علم خاندان اور نیک نام گھرانے کا نوجوان تھا۔ اسکا باپ مرچکا تھا اور شادی بیاہ کے متعلق خود اسکو تجربہ کم تھا۔ باپ زندہ ہوتا تو ہرگز اُس کو نصیر کے گھر نہ بیاہتا۔

متین کو تازیست اس غلطی پر افسوس رہا۔ لیکن از ماست کہ بر ماست سمجھ کر صبر کرتا رہا۔

اپنے گھر والوں کے ساتھ متین کا برتاؤ کیسا تھا یہ اس کتاب میں دکھانا مقصود نہیں ہے یہاں صرف اُن معاملات کا ذکر کرنا ہے جو کلیم کی فرط ذہانت سے نصیر اور متین کے درمیان پیش آئے۔ متین نے سسرال والوں سے کبھی کسی قسم کی طمع ظاہر نہیں کی تھی۔ اُسنے اپنی سیر چشمی کی وجہ سے نصیر کے دل میں جگہ بھی پیدا کرلی تھی متین سے نصیر محبت ضرور کرتا تھا لیکن سوکھی ساکھی پھیکی۔ بدمزہ۔ نصیر چاہتا تھا کہ ایک پیسہ فضول خرچ نہ ہو اور کلیم خود کو باپ کا حصہ دار سمجھتا تھا۔ متین ان جھگڑوں سے بالکل بے تعلق رہنا چاہتا تھا۔ شروع شروع کلیم سے نصیر کچھ کشیدہ خاطر رہنے لگا اور متین سے رسم ملاقات بڑھنی گئی۔ متین کے استغنا نے کلیم کو دلیر کیا اور نصیر کے سکوت بیجا نے اسکو اور ناحق شناس بنایا۔ اس طرح کلیم کی طبیعت بڑھتی گئی اور بالآخر اسکو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ باپ کی تمام دولت کا میں تنہا مالک رہوں تو اچھا۔

نصیر کا چھوٹا بیٹا سلیم ہمیشہ دلی میں رہا اور علما کی صحبت میں تحصیل علم کرتا رہا۔ کلیم شروع سے گھر ہی رہا اور ہر طرح اسکو معاملات میں مداخلت کا موقع حاصل تھا۔ باپ کی کل دولت

کلیم اپنی سمجھتا تھا۔ سلیم بالکل گھر سے بے واسطہ تھا پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ خرچ کا طالب ہوتا ہی تھا۔ فہیمہ اور متین سے البتہ نصیر بظاہر خوش تھا کہ اُنھون نے نصیر سے کبھی کوئی امید نہین رکھی تھی۔ متین کے ایما سے فہیمہ نے جہیز کی تمام چیزین باپ کو واپس کر دین۔ زیورات جو رسم دنیا کے طور پر فہیمہ کو میکے سے ملے تھے فہیمہ نے انمین سے ایک بھی نہ لیا۔ نصیر آخر نعیم کا نواسہ تھا۔ یہ ادائین اسکو بہت پسند آئین۔ یہ چیزین خلت کی وجہ سے واپس آئین اور نصیر نے اسکو داماد کا فرط استغنا تصور کیا۔

نصیر دوسرون کے لیے دولت جمع کرنے کو مخلوق ہوا تھا نہ وہ کھاتا تھا اور نہ کسی کو کھلا سکتا تھا خلیق تھا۔ وضعدار تھا۔ بردبار تھا۔ ان اعتبارات سے وہ بہت اچھا تھا۔ ضرورت سے زائد قوت انتظامیہ اسکے دماغ مین تھی۔ یہی ایک عیب تھا اور ایک دوسرا عیب اور بھی تھا کہ فی عمرہ وہ اچھی صحبتون سے بے بہرہ رہا تھا۔ اخیر اخیر وہ کلیم سے بہت دل آزردہ ہو گیا تھا۔ اس کے مصارف سے وہ گھبراتا تھا اور بڑی تکلیف اُسکو یہ تھی کہ کلیم اسکی تمام دولت سے مستفید ہوتا تھا اور پھر بھی ناسپاس اور غیر ممنون رہتا تھا۔ نصیر کو یہ خیال ضرور تھا اور یہ اسکے دل کی محض کمزوری تھی کہ جو جائداد اور سرمایہ میرا کلیم کے پاس رہجائیگا وہ فی الواقع میرا ہی ہو کر رہے گا اور میرے مرنے کے بعد اسی ذریعہ سے میرا نام دنیا مین قایم رہیگا۔ نعیم بھی انھین خیالات کا تھا۔ لیکن اُسوقت زمانہ تاریک تھا۔ اب روشنی کے زمانہ مین یہ خیالات بعید از فہم سمجھے جاتے تھے اور نصیر کے ہمخیال اسوقت کم لوگ باقی رہے تھے۔ ان باتون سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ نصیر اور کلیم مین اگر مخالفت تھی تو اُسکی کیا کیفیت تھی۔ اور موافقت تھی تو اسکی کیا نوعیت تھی۔

کلیم اپنی ہیداننی سے متین کو اپنا بدخواہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ نصیر کی طبیعت ایسی نہ تھی جسمین کسی کو بھی دخل ہوتا۔ وہ اپنی رائے کا پکا اور خیال کا مضبوط تھا۔ متین کے لیے جہان سب زحمتین تھین وہان کلیم کی مزاجدانی کا خیال بھی تھا۔ کلیم کی مزاجداری مین وہ جتنا ہی انکسار صرف کرتا تھا اُتنا ہی کلیم اس سے نفور ہوتا تھا۔ متین اور فہیمہ کی طرف سے ارتباط مین جتنا مبالغہ اور اہتمام کیا جاتا تھا اُتنی ہی کلیم کی نفرت بڑھتی جاتی تھی۔ فہیمہ کے برتاؤ سے چاہیئے تھا کہ کلیم کے دل مین محبت پیدا ہوتی۔ بہن کو وہ عزت کی نگاہ سے دیکھتا۔ لیکن وہان

نتیجہ برعکس پیدا ہوا۔ بجاے محبت کے عداوت ہوئی اور عزت کے بدلے ذلت بڑھی۔ فہیمہ بھائی اور بھائی کی اولاد پر جان دیتی تھی۔ وہ خود کثیر الاولاد تھی اُسے اپنے بچّون سے فرصت نہ تھی۔ باینہمہ وہ کچھ وقت اپنا کلیم کے بچّون کی خدمت مین ضرور صرف کرتی تھی۔ بھائی کے بچّون کی دودھ پلانے والی دائی بیمار ہوجاتی یا کہین چلی جاتی تو اپنے شوہر کی خلاف مرضی خدا کی گنہگار ہوکر خود اپنا دودھ پلا پلا کر اُنکو پالتی۔ لونڈیان یا مامائین جہان اس طرح جان نثاری سے خدمت کرتی ہین وہان مالکون کے دلمین جگہ پیدا کرلیتی ہین۔ لیکن کلیم کی حمیت کبھی اِن باتون کو خاطر مین نہ لائی۔ کلیم کا قصور کم ہی۔ زیادہ قصور نصیر کا ہی جس نے کلیم کو یہ نہین بتایا تھا کہ بھائیون کو بہنون سے کیونکر ملنا چاہیے۔ خود نصیر حق پدری ادا کرنے مین صریح کوتاہی کرتا تھا تو کلیم جو باپ سے عقل وفراست مین کم تھا بھلا کب اِن باتون کی طرف توجہ کرتا۔ افسوس کلیم کی نظرون مین ماماؤن کی سی عزت بھی بہن کی نہ تھی۔ اِسنے اپنے باپ سے یہ سبق ہی نہین پایا تھا۔ جب باپ کو لڑکیون سے محبت ہوتی ہی تو بھائی پر بھی اسکا پرتو پڑتا ہی۔ اور جس گھر کا ٹھاٹ ہی بگڑا ہو وہان ایک کو دوسرے سے کیا واسطہ۔

گھر کا تمام انتظام صاحب خانہ کے حسن اطوار سے تعلق رکھتا ہی۔ شوہر کو بی بی سے محبت ہو تو بی بی کے ذریعہ سے بچّون سے بھی اُسکو اُنس ہوتا ہی۔ پھر بچے بھی باپ اور مان سے محبت رکھتے ہین اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی انمین باہم ایک کو دوسرے سے موانست ہوجاتی ہی۔ بھائی بہن پر فدا ہوتا ہی اور بہن بھائی پر جان نثار کرتی ہی۔ گویا سب کے سب ایک گلدستہ کے پھول بنجاتے ہین یا ایک شاخ کے گچھے نظر آتے ہین۔ خود اُنکو لطف آتا ہی اور دیکھنے والے محظوظ ہوتے ہین۔ محبان اسلام بے سبب بھی ایسے گھرون کو دیکھ کر مسرور ہوجاتے ہین اور قوم کی قوم پر عمدہ اثر پڑتا ہی۔ اور جن گھرون مین ایسا نہین ہی وہان تمام دُنیا کی دولت ہو لیکن خاک لطف نہین آتا اور نہ ذرا رونق ہوتی ہی۔

نصیر کے خاندان مین ایک کا دوسرے سے بے اُنس ہونا کوئی حیرت کا مقام

نہ تھا۔ لیکن تعجب یہ تھا کہ فہیمہ نے ہر طرح اپنا خلوص ظاہر کیا۔ متین نے حد سے زیادہ متانت کو راہ دی۔ پھر بھی کلیم کا دل پتھر کا پتھر ہی رہا۔

کبر سنی کی وجہ سے جب نصیر کا کچھ زور گھٹا تو کلیم اُسپر قابو پا گیا۔ نصیر کو کلیم سے کوئی اُنس نہ تھا۔ لیکن بقائے نام کا جاہلانہ خیال اُسے مغلوب رکھتا۔ اور کچھ کلیم نے اپنا ظاہری رباد یکھکر نصیر کے قابو پرست دل پر اپنا قبضہ بھی کر لیا تھا ورنہ فطرتی محبت جو خون کے تعلق سے پیدا ہوئی ہو وہ خاندان میں کسی کو کسی سے نہ تھی۔ نصیر کی طبیعت کسی قدر اصلاح پذیر تھی لیکن عالموں کے فیض صحبت سے وہ ہمیشہ محروم رہا تھا۔ کلیم تو ماشاء اللہ اپنے باپ کے نانا نعیم کی سنت کو زندہ کرنے والا تھا۔ نہ اسکے دل میں خوف خدا تھا اور نہ آنکھوں میں ذرا مروت تھی۔ دل کیا تھا سنگ خارا کا ٹکڑا تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی اسے یہ فکر ہوئی کہ فہیمہ ترکہ پدری سے کسی طرح محروم ہو جائے تو اچھا۔ نصیر کی جائداد سے اگر کوئی مستفید ہوتا تھا تو وہ کلیم تھا۔ خود نصیر اپنے لیے خرچ نہیں کرتا تھا مگر کلیم کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا۔ کلیم کو تدبیریں معلوم تھیں۔ وہ وقت پر خوشامد سے۔ جبر سے رو کر آنکھیں دکھا کر کسی نہ کسی طرح باپ سے روپیہ وصول کر لیتا تھا۔ مثل ہے کہ شیر کے منہ میں خون کا لگنا اچھا نہیں ہوتا۔ اب کلیم اس فکر میں ہوا کہ نصیر کے مرنے کے بعد بھی نصیر کی تمام جائداد صرف اسی کے صرف میں آئے اسنے ضروری مصارف بند کرکے اور تمام حقداروں کے حق تلف کرکے جو سرمایہ نصیر نے جمع کیا ہے وہ سب کا سب اُسی کو ملجائے۔ گویا وہ نصیر کو اپنا غلام سمجھتا تھا اور نصیر کی بقیہ اولاد کو غلام کی اولاد جانتا تھا۔ معاذ اللہ حرص بھی کیا ناپاک شے ہے۔

سلیم کی نسبت کلیم کا خیال تھا کہ وہ درویشانہ زندگی بسر کریگا اور اسلیے اسکا کھٹکا نہ تھا۔ ہاں فہیمہ صاحب اولاد تھی اور اسکا شوہر شہر کے باثر لوگوں میں تھا۔ کلیم کو جو کچھ ڈر تھا فہیمہ کا تھا۔ لیکن باپ کے ایمان کو وہ مذبذب سمجھتا تھا اور یہی ذرا اسکی تسکین خاطر کی صورت تھی۔

فہیمہ نے بھی پدری دولت کی طمع نہیں کی۔ ضرورتوں کا سب جمع ہونا تو بہت مشکل ہے

لیکن اُنہین قوت ضبط ایسی ہوتی ہی جو بہت سے عیوب چھپا لیتی ہی۔ اور متین کی عالی ہمتی اور سیر چشمی تو بہت بڑھی ہوئی تھی اسکو نصیر کی دولت کا کبھی خیال بھی نہ آیا۔ اور اگر کلیم جلدی نہ کرتا تو شاید متین کبھی اُسکا نام بھی نہ لیتا۔ اسکی عالی ہمتی سے یہ بہت بعید تھا کہ وہ بی بی کے ذریعہ سے اپنے یا اپنے بچون کی راحت کا کوئی سامان کرتا۔ اسمین نہ کوئی شرم ہی اور نہ کوئی شرعی عیب ہی لیکن متین بلند حوصلگی مین مشہور تھا اور پیچیدہ ذرایع سے وہ حصول معاش کو برا جانتا تھا خصوصاً زمینداری سے تو اُسکو دلی نفرت تھی۔ خود اُسکی آبائی جائداد مرشد آباد مین بہت کچھ تھی لیکن اُسنے کبھی اُدھر رُخ نہین کیا اور اپنے دور کے رشتہ دارون کو مفت دیدیا کہ وہ اُس سے بسر اوقات کرین۔ سو روپیہ اسکی تنخواہ محض کہنے کو تھی تجارت مین وہ آٹھوین حصہ کا مالک تھا جس سے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ منافع حاصل ہوتا تھا۔ اور اسی آمدنی سے اُسنے رفتہ رفتہ پانچ جہاز خود اپنے صرف سے بنوائے تھے جو خلیج بنگال مین کرایہ پر چلتے تھے۔ برہما مین جب ریل جاری ہوئی تھی تو اسنے بہت سے حصے خرید لیے تھے۔ اب یہ اس حالت مین تھا کہ چھبرے کا زمیندار مشہور ہونا اپنی ہتک جانتا تھا۔

یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی کہ فہیمہ کے باپ اور بھائی کی جو کیفیت تھی وہ ظاہر کی گئی کہ ادنی سے ادنی مسلمان بھی جو سلوک اپنی لڑکیون یا بہنون سے کرتا ہی وہ بھی فہیمہ کے ساتھ اُسکے بھائی اور باپ نے روا نہین رکھا لیکن پھر بھی وہ اپنے کو شہزادیون اور امیرزادیون کی مد مین سمجھتی تھی۔ شروع مین جو متین کی حالت تھی وہ بھی ظاہر کردی گئی۔ ابتدا مین متین کی عزت اُسکی نظرون مین کم تھی اور اُسکا اثر جو ہمدان پہ پڑ سکتا ہی متین کا خاندان بھی اس سے نہ بچ سکا۔ اور متین کو بہت بڑا قلق اسکا تھا۔ جو نفرت اُسکے دلمین فہیمہ کی طرف سے پیدا ہو گئی تھی وہ اُسکو نہایت تحمل سے برداشت کرتا تھا۔ بار بار یہی کہتا تھا کہ از ماست کہ بر ماست۔ جب کبھی اپنے خاندان کی تمدنی حالت کی خرابی پر نظر کرتا تھا تو اُسکی عالی منشی اُسکو بہت بڑی حیرت اور بہت بڑے سوچ مین ڈال دیتی تھی۔ اسلیے کبھی کبھی خود بھی اس بات کو سوچتا تھا کہ کہین باپ اور بھائی کی

بدسلوکی فہیمہ پر ظاہر ہو جاتی تو اچھا ہوتا کہ اسکا تکبر ٹوٹتا۔ یہ بھی ایک دستور ہے اور عام دستور ہے اِس سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا کہ کسی مالدار کی لڑکی اپنے سے کم حیثیت والے شوہر کو کبھی آرام نہین دے سکتی۔ گو یہ حالت شوہرون کو ہمیشہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیکن بی بی کا تمول شوہرون کے زخم دل کا مرہم بنجاتا ہے۔ شوہرون کو تسکین ہوتی ہے کہ مزاجداری بی اپنی مزاجداری کی وجہ رکھتی ہے۔ لیکن کتنا بدبخت اور واجب الرحم وہ شوہر ہے جو اپنے سے بھی کم حیثیت کی بی بی باعتبار دولت کے اپنے گھر لائے اور پھر اُس بی بی کا مزاج بیوجہ عرش پر ہو۔ وہ بیچارہ تو اپنے آرام کے لیے بیاہ کرتا ہے۔ بی بی کے خوش کرنے کو وہ اپنے کو بیچ کر اپنے حق سے ادا ہوتا ہے لیکن بی بی کی خاطر مین کچھ بھی نہین آتا۔ اس طرح برائیون کا تناور درخت تعمیر تمدن کی جڑ مین جمکر تمام مکان کو کھنڈر بنا دینے کی دھمکی دیتا ہے تو اسکا علاج سوا اسکے دوسرا ہو ہی نہین سکتا کہ درخت جمنے کے ساتھ ہی اکھاڑ دیا جائے۔ یعنے شرعی طور پر طلاق دیکر مخلصی حاصل کر لی جائے۔

درختے کہ اکنون گرفتست پاے ۔۔۔ بہ نیروے شخصے بر آید زجاے
دگر ہمچنان روزگارے ہلی ۔۔۔ بگردونش از بیخ بر نگسلی

متین نے فہیمہ کے ساتھ بیاہ کرنے مین جو غلطی کی تھی اُسکی اصلاح طلاق سے ہو سکتی تھی۔ متین نے اس پہلو پر بارہا غور کیا۔ غور کا زمانہ ختم نہاین ہوا تھا کہ فہیمہ کے بطن سے کئی اولاد ہوئین ــــ اور اب فہیمہ کے تعلق کے درخت کو اکھاڑ پھینکنا اُسکے اختیار سے باہر ہو گیا۔

جسوقت فہیمہ آئی تھی متین کی تنخواہ تنسو روپیہ ماہوار تھی۔ وہ سمجھی کہ ہین بنیے کے ایک ادنی ملازم کے ساتھ بیاہی گئی ہون۔ باپ کا دیا ہوا ایک چھلا اُسکی اُنگلی مین نہ تھا بیاہ کے بعد ایک جوڑہ کپڑہ تو بہت ہوتا ہے کبھی ایک رومال بھی نصیر نے فہیمہ کو نہین دیا لیکن فہیمہ کا دماغ ایسا تھا کہ عالمگیر کی بیٹی زیب النسا ناصر علی ایسے تباہ حال شاعر کے پاس بیاہ کر آتی تو شاید ایسا ہی دماغ ساتھ لاتی۔ فہیمہ اپنی نادانی سے سمجھتی تھی کہ جو کچھ نصیر کا ہے

مین بھی اسمین حصہ دار ہون۔ متین موجودہ حالت کو دیکھتا تھا کہ شوہر دیپہ اسکی تنخواہ ہی جو
فہیمہ کے پان ڈلی کے لیے بھی کافی نہین ہی۔ فہیمہ نے متین کو ذلیل سمجھا اور متین نے
فہیمہ کو وبال جان جانا۔ متین کو غصہ نہ آتا وہ بڑا نیک اور دور اندیش تھا۔ لیکن انسان ہی
تھا کہان تک صبر سے دیکھتا کہ ایک گدا گر جو سلوک اپنی لڑکی کے ساتھ کرتا ہی وہ بھی نصیب نے
نہین کیا اور پھر فہیمہ نصیر ہی کا دم بھرتی۔ اسنے ضبط سے بہت کام لیا منہ سے کچھ نہین
کہا لیکن اسکا دلی غصہ نفرت سے مبدل ہوگیا اور وہ دل کے فعل سے مجبور تھا
کچھ دنون کے بعد متین کی مالی حالت نے ترقی کی۔ رفتہ رفتہ باپ اور بھائی کی بدسلوکیون
کا بھی فہیمہ کو پتہ چلا۔ اب فہیمہ کے دل مین شوہر کا اعزاز قایم ہوا۔ طرفین مین موانست کی
صورت پیدا ہوئی لیکن جب بناخراب ہوگئی تو پھر کہان تک اصلاح ہوتی۔ جب متین
کی نظرون سے فہیمہ گر گئی تو پھر وہ لاکھ اطاعت و فرمانبرداری کرتی کیا ہوتا۔ اب وہ یکجہتی کہان
پیدا ہوسکتی تھی جو زن و شو مین چاہیے۔

متین کے دل مین اتنا پیچ و تاب تھا لیکن اسکی صلاحیت اور نیک مزاجی نے
جسکی وجہ سے خود نصیر اسکو ضرورت سے زیادہ بے پروا اور سادہ لوح سمجھ رہا تھا کوئی
بے لطفی کی صورت پیدا نہ ہونے دی۔ وہ سب سمجھے کہ یہ بالکل ہی احمق اور بے حس ہی
اور یہ نہ سمجھے کہ بی بی کی بددماغیون سے تنگ آکر بی بی کے رشتہ دارون کا احسانمند
ہونا اسکو ناگوار ہی۔ اب بجاے اسکے کہ متین کی صلاحیت کی قدر کی جاتی وہ سب اسکو
کمزور سمجھے اور اسکی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کی خواہش دلون مین پیدا ہوئی کلیم کو
یہ خیال ہوا کہ جسطرح شیخ نعیم نے جبار کے حق مین ہبہ نامہ لکھدیا تھا اُسی طرح نصیر بھی کوئی
کتبہ اُسکے حق مین لکھدے تو اچھا لیکن اب زمانہ ترقی کر چلا تھا۔ شیخ نعیم کا سا وقت نہ تھا
لوگ حقوق کو پہچاننے لگے تھے۔ وہ خود سمجھتا تھا کہ اس حکمت مین کامیاب ہونا ذرا مشکل ہی
لیکن وہ اپنی تدبیر سے غافل رہنے والا بھی نہ تھا جب کسی موضع کی خریداری باپ نے
اُسکے اہتمام مین چھوڑی تو اُسنے بجاے باپ کے اپنا اور اپنے بھائی سلیم کا
نام بیعنامہ مین درج کرالیا اور کبھی تنہا اپنا ہی نام لکھوایا۔ کلیم کی یہ صریح دغابازی اور

اور بے ایمانی تھی۔ ہندوستان مین ایسی فرضی تحریرون کا پہلے دستور تھا۔ گو اب زمانہ کی ترقی کے ساتھ اسمین کمی آچلی تھی۔ کلیم تو بددیانتی سے ایسا کرتا تھا لیکن اسکا خیال دوسرون کو نہ ہوتا تھا۔ اس حرکت سے کوئی فائدہ کلیم کا نہ تھا لیکن کلیم یہ خیال کرتا تھا کہ جہان تک اُسکے اختیار مین ہو وہ کیون باقی لگا رکھے۔ کلیم ہر وقت اپنے خیال مین مستغرق رہتا تھا لیکن کوئی صورت اُسکے ذہن مین آتی نہ تھی۔

کلیم کا خسر مخدوم شاہ کمال الدین سہسرام کی ایک مشہور مذہبی خانقاہ کا جواب تک قایم ہے متولی تھا۔ تمام بہار کے مسلمان اسکے معتقد تھے۔ خانقاہ کے متعلق بہت بڑی جائداد کسی مسلمان صوبہ دار بہار نے وقف کی تھی جو متولیون کے قبضہ مین پکے بعد دیگرے چلی آتی تھی۔ کلیم کی خواہش تھی کہ وہ متولی مقرر کیا جائے۔ شاہ صاحب بہت بڑے دانا تھے وہ نا اہل کو کسی طرح اپنا جانشین نہین کر سکتے تھے۔ جائداد اُنکی خاص ملکیت نہ تھی کار خیر کے لیے وقف تھی۔ شاہ صاحب سچے مسلمان تھے۔ سیدھی بات جانتے تھے اُنکے مریدون مین سب سے زیادہ صادق الارادت مولوی صادق علی تھے۔ اُنکو شاہ صاحب نے تولیت کے لیے منتخب کیا۔

مولوی صاحب نواحی الہ آباد کے رہنے والے تھے گورکھپور کے مدرسہ مین عرصہ تک عربی کے مدرس رہے تھے۔ انگریزی کی قدر بڑھنے سے عربی کا درجہ ٹوٹ گیا۔ مولوی صاحب بڑے ذی علم تھے (مر نہین گئے اب بھی زندہ ہین) زبان عربی کی قدر تو باقی نہ تھی پھر بھی انکی عزت کرنے والے زندہ تھے۔ یہ گورکھپور ہی مین رہ گئے۔ روسا شہر کے لڑکے کچھ اُنسے گھر پر پڑھتے بھی تھے اور گزر اوقات کے لائق انکو بیس پچیس روپیے ہر مہینے مل ہی رہتے تھے۔ شاہ صاحب نے مولوی صادق علی کو تولیت کے لیے منتخب کیا لیکن انکو گورکھپور چھوڑنا پسند نہ تھا۔ مولوی صاحب نے خط بھیجا اور اُسمین لکھا۔

بعالی خدمت حضرت جناب شاہ صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ نے میرے لیے اسقدر بار تجویز کیا جسکا اُٹھانا مجھے مشکل ہے اور آپ کے حکم کی

تعمیل بھی ناگزیر ہی - میں انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا اور خود میں قابلیت نہیں پاتا سال میں ایک مرتبہ حسب معمول آپ کی زیارت کو حاضر ہوتا رہوں گا - جب تک آپ زندہ ہیں اُسوقت تک میں کوئی انتظام کر نہیں سکتا - آپ کے بعد پھر دیکھا جائیگا آپ سے زیادہ مجھے شعور نہیں ہی - آپ کے ہوتے ہوئے میں کیا انتظام کرونگا اور پھر یہ کہ میرے آنے سے خواہ مخواہ بیوجہ جائداد موقوفہ پر بار عائد ہوگا جسکو میں ہرگز پسند نہیں کر سکتا - جب تک مجکو محنت سے دو پیسے یہاں ملتے ہیں مجھے امید ہی کہ آپ مجھے وہاں کی حاضری سے معاف فرمائیں گے -

عرائض معاصی محمد صادق علی

اسکے جواب میں شاہ صاحب نے لکھا -

بیٹا - السلام علیکم و رحمۃ اللہ

میں تمہارا خط دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ میں نے انتخاب میں غلطی نہیں کی - خدا تمہاری نیت ایسی ہی رکھے اور اسی نیت پر تمہارا خاتمہ ہو - مجھ میں قوت ہوتی تو میں تمھیں ہرگز نہ بلاتا - دمہ کے دورہ سے اب کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا اور نہ آنکھوں سے اچھی طرح معلوم ہوتا - مرنے کا تو کوئی وقت نہیں ہی - آج ہی مر جاؤں - اور یہ بھی ممکن ہی کہ دو چار سال یا اس سے بھی زیادہ زندہ رہوں - لیکن یہ سمجھ لو کہ میں بالکل وجود معطل ہو رہا ہوں ایک ہفتہ سے خانقاہ کا میں نے کوئی کام نہیں دیکھا اور نہ اب مجھسے کوئی کام ہو سکتا -

خادم الفقرا

کمال الدین عفی عنہ

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہی کہ صادق علی کے انتخاب میں کمال الدین نے بڑی ہی ایمانداری کو راہ دی تھی - وہ مالک جائداد نہ تھے جائداد موقوف تھی اور وہ اُسکے مہتمم تھے - اُنھوں نے اپنے یگانوں کا خیال نہیں کیا - امت محمدی میں جسکو سب سے زیادہ لائق اور مناسب سمجھا اُسکے سر پر بار امانت رکھنا چاہا - لیکن کاتب کو اس سے بہت زیادہ پیچ و تاب ہوا - وہ اپنی کم فہمی سے خود کو ستر لی خانقاہ کا مستحق سمجھ رہا تھا اپنی

خام خیالی پر تنبہ تو نہین ہوا اُلٹے غصہ آیا اور غصہ کی حالت مین وہ شاہ صاحب کا تو کچھ نکر سکا۔ اپنی بہن کے حقوق غصب کرنے کی طرف مائل ہوگیا۔ نزلہ بر عضو ضعیف میریزد کہان کی بات اور کہان پہنچی۔ سہسرام کی گدی سے تو اسکو کمال الدین نے محروم کیا یا یہ کہ نارسائی بخت نے کمی کی اور یہ اس فکر مین ہوا کہ اس فرضی نقصان کو ضمیمہ کا قطعی اور واقعی حق چھین کر پورا کرے۔ جائداد کی نوعیت اور حالت پر تو خیال نہ کیا صرف اتنا سمجھا کہ جیتے جی بھی تملیک ہوسکتی ہے اب اپنے باپ سے مین بھی یون ہی تملیک کرالون تو اچھا۔ بزرگون کے افعال بد ایسے مواقع پر بہت ہی بُرا اثر پیدا کرتے ہین۔ نعیم کی حکایت وہ سُن چکا تھا۔ سمجھا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہے۔ بزرگون سے یہ بات ہوتی آئی ہے۔

کلیم نے غلطی کی کہ زمانہ نے جو ترقی کی تھی اسپر اُسنے لحاظ نہین کیا اور مختلف پیرایہ مین باپ کو سمجھانا شروع کیا۔

ایک دن نصیر اور کلیم بیٹھے ہوئے تھے کہ محلے کا ایک شخص مجاہد بول اُٹھا کہ کمال الدین نے تو گورکھپور کے کسی مولوی کو اپنا جانشین کیا ہے۔

کلیم۔ ہان صحیح ہے۔ اُس قل اعوذیے کا نام صادق علی ہے۔ شاہ صاحب کا خلیفہ ہے اور کچھ لکھا پڑھا بھی ہے۔

مجاہد۔ تم سے کم؟۔

کلیم۔ نہین۔ مجھ سے کہین زیادہ۔ بڑا قابل آدمی ہے۔

مجاہد۔ تو پھر حقارت سے اُنکا نام کیون لیتے ہو۔

کلیم۔ زیادہ پڑھنے والا قل اعوذ یا نہین تو اور کیا کہا جائیگا۔

مجاہد۔ بزرگون کی شان مین ایسے کلمات کہتے ہو تو آگے چل کر بڑے سعادتمند مشہور ہوگے۔

کلیم۔ اچھا مین ناسعادتمند سہی آپ کی بلا سے۔

مجاہد۔ مجکو تو یہ اسید تھی کہ وہ گدی تمکو ملے گی۔

نصیر۔ سب یہی سمجھتے تھے۔

کلیم۔ نہیں صاحب بھلا مین کیونکر منظور کرسکتا تھا۔ بیوجہ دردسر مول لینا
مین کب گوارا کرتا۔ اور مجھے فرصت کہان۔ گھر کے کام سے ایک لحظہ چھٹی نہین ہوتی

نصیر۔ دردسر کیسا؟ پانچ چار ہزار ماہوار کی آمدنی ہے۔ خاصی ریاست ہے۔

کلیم۔ آمدنی کے ساتھ خرچ بھی تو ہے۔ کوئلون کی دلالی مین ہاتھ اور منہ کالے۔
آمدنی معین ہے اور خرچ معین ہے۔ حکام وقت کو حساب دینا ہوتا ہے۔ تمام ملازم سرکاری
اپنی حکومت جتاتے ہین۔ عام مسلمانون کی الگ خوشامد کرنا ہوتی ہے۔

مجاہد۔ یہ سب صحیح۔ لیکن تمھین یہ جگہ ملتی تو تم منظور نہ کرتے؟

کلیم۔ میرے ہی مشورے سے تو یہ سب ہوا ہے۔ خود مین نے صادق علی کے لیے رائے دی تھی

مجاہد۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو گو قیاس نہین چاہتا۔

نصیر۔ خیر کچھ ہی ہو۔ ہونا تھا ہوا۔ اگر پہلے سے یہ علم ہوتا تو کچھ بندوبست کیا جاتا

مجاہد۔ میرے نزدیک تو کچھ بھی دھوکا نہین ہوا۔ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔

کلیم۔ خیر اپنے سامنے لکھ پڑھ کر ٹھیک کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ کچھ نہ لکھنے سے تو یہ کہین اچھا
ہوا۔ بڑی غلطی کرتے ہین وہ مرنے والے جو کوئی کتبہ وصیت نامہ کے طور پر ورثا کے لیے نہین چھوڑتے

مجاہد۔ نہین صاحب مین آپ کے خیال سے تو ہرگز متفق نہین ہون۔ میرے
خیال مین تو وہ بڑی غلطی کرتے ہین جو ورثا کے حق مین قرآن سے اچھا وصیت نامہ
لکھنے کی کوشش کرتے ہین۔

نصیر۔ تو پھر شاہ کمال الدین کے فعل کو تم بُرا کیون نہین کہتے۔

مجاہد۔ مین نے ورثا کی قید پہلے ہی لگا دی ہے یعنے ورثا مین جائداد کے تقسیم کے
لیے ہدایت نامہ لکھنا اور قرآن شریف کے مطابق تقسیم کا ہونا غیر محمود سمجھنا بیشک بُرا ہے
اور جب جائداد ایسی ہو کہ اُسکے متعلق وراثت جاری ہی نہین ہوتی تو پھر وصیت مین
کوئی عیب نہین ہے۔ خانقاہ شاہ کمال الدین کی جائداد نہ تھی وہ امین محض تھے جب
کام کرنے کے قابل نہ رہے تو اپنا قایم مقام تجویز کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرات طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ عبدالرحمنؓ چھ شخصون کو مرتے وقت یہ اختیار دیا کہ وہ جانشین منتخب کرلین گے۔ حضرت علیؓ کے قول سے بھی امام حسینؑ کی نسبت خلافت کے وصیت ضمناً تشریح سمجھی گئی تھی۔ شاہ کمال الدین کا فعل بھی اسی قسم کا ہی اور بہت مناسب ہی۔ جائداد کے وہ محض امین تھے۔ جیتے جی ایک لائق مسلمان کو اپنا جانشین مقرر کیا تو بہت اچھا کیا۔ لیکن ان لوگون کے ساتھ مجکو کوئی ہمدردی نہین ہی جو اپنا مقصود باطل حاصل کرنے کے لیے خواہ مخواہ شرع کی سیدھی سادی باتون مین تاویلین کرتے ہین اور ہمیشہ غلط پہلو اختیار کرکے شرمناک امور کا ارتکاب کرتے ہین مثلاً کسی کو منظور ہو کہ وہ بعض ورثا کو زیادہ دے اور بعض کو کم دے یا یہ کہ دوسرے ورثا کو محروم کرکے کسی خاص یا خاص قسم کے ورثا کو نسلاً بعد نسل ترکہ پہنچا دے جیتے جی تو دینا مقصود نہو مرنے کے بعد یہ سب انتظام کرنا ہو اور وہ وصیت کو ناجائز سمجھ کر وقف کرنے کا بندوبست کرے۔ مقصود تو کچھ اور ہی اور خدا کو فریب دینے کے لیے اور احکام شرع کی توہین کرنے کے لیے فرضی وقف قایم کرکے محض احکام قرآنی سے اپنی اولاد اور جائداد کو الگ رکھنے کی غرض سے وقف نامہ لکھے اور بجاے خیر کے شر کا مرتکب ہو خیرات کے کامون کا کچھ بھی ذکر نہو اولاد ذکور کو دینا اور اولاد اناث کو محروم رکھنا اسکا اصلی مقصود ہو تو ایسے وقف سے مجکو سخت نفرت ہی۔ اور اس سے قانون بھی کچھ ہمدردی نہین کرتا۔ موصی تو سب کچھ کر جاتے ہین لیکن برٹش عدالتین انکے انتظام کو تسلیم نہین کرتین اور یہ تجویز کرتی ہین کہ کوئی مسلمان شرع محمدی کے کسی مسئلہ توریث کو توڑ کر اپنے ناجائز مدعا کے مطابق نہین بنا سکتا۔ یہان پر یہ کہنا بیجا نہین ہی کہ بہت سی شرعی باتین برٹش گورنمنٹ کی بدولت ہندوستان مین زندہ ہین۔ کتنی باتین ایسی قایم ہین کہ مسلمانون کا بس چلتا تو وہ نابود ہوجاتین اور شرع کا نام صرف زبان پر رہجاتا عملی طور سے کہین دیکھنے مین نہ آتا۔

یہ باتین کرکے مجاہد تو چلا گیا۔ لیکن اظہار مدعا کے لیے تمہید خوب ہاتھ آئی

نصیر اور کلیم مین گفتگو کا سلسلہ دیر تک قایم رہا۔

کلیم۔ (نصیر سے) آپ نے اپنی اتنی بڑی جائداد کا کوئی انتظام نہین کیا۔ مجھکو آپکا عندیہ اب تک معلوم نہ تھا اسلیے مین نے کبھی کچھ عرض نہ کیا۔ اگر آپ کی نیت وہی ہی جو آپ نے ابھی بیان کی تو پھر آپ ساشخص ایسے مفید اور ضروری کام مین پہلوتہی کرتا ہی تو سخت حیرت ہوتی ہی۔

نصیر۔ میری عمر آخر ہوئی۔ مین مہینون سے اس امر کو سوچ رہا ہون۔ میرے نزدیک کچھ انتظام میری زندگی مین ہو جائے تو اچھا ہی۔ لیکن کبھی کبھی یہ بھی خیال آتا ہی کہ انتظام کرنا فضول ہی ہوتا وہی ہی جو مقدر ہوتا ہی۔

کلیم۔ وصیت تو آپ کو ضرور کرنی چاہیے۔ سمجھدار کے لیے بے وصیت مرنا مناسب نہین ہی۔ شرع محمدی مین بھی سخت تاکید ہی کہ آدمی کو بے وصیت مرنا ٹھیک نہین ہی۔ انسان اور حیوان مین آخر کچھ فرق چاہیے۔ حیوان خیال نہین کرتے کہ کل کیا ہوگا اور انسان آیندہ حالت کو سوچتا ہی اور اسکی اصلاح کی فکر کرتا ہی اگر آپ کو یہ خیال ہو اور مین سمجھتا ہون کہ ضرور ہوگا کہ آپ کی جائداد کا انتظام آپ کے بعد کیونکر ہو تو کچھ انتظام کیجیے۔

نصیر۔ اچھا مین اسپر غور کرونگا۔

دوسرے ہی دن نصیر نے اپنے بیٹے سلیم کے نام طلبی کا خط بھیجا اور اسمین لکھا کہ مین اپنی جائداد کا کچھ انتظام کرنا چاہتا ہون اسلیے تمھاری شرکت بھی اسمین ضرور ہی۔ سلیم نے جو جواب لکھا ہی وہ یہان نقل کیا جاتا ہی۔

دہلی کوچہ چیلان۔
۵۔ اگست سنہ ۹۲ء

مخدوم و مکرم! مین نے آپ کا نوازش نامہ پایا۔ حالات معلوم ہوئے حدیث کی کتابین ختم ہوگئین۔ اب مدرسہ طبیہ مین پڑھتا ہون۔ مجھے حاضری مین کوئی عذر نہین ہی۔ صرف تضیع اوقات کا خیال مانع ہی۔ لیکن اسقدر لکھے دیتا ہون اور اپنی گردن کا

بار اُتارے دیتا ہون کہ مین آپ کے خیالات سے بالکل متفق نہین ہون مین نہین
سمجھتا کہ آپ اپنی جائداد کا کیا انتظام کرینگے۔ آپ مسلمان ہین اور مسلمانون کی جائداد
کا جو انتظام ہونا چاہیے وہ قرآن و حدیث مین محکوم ہی۔ اب اس سے اچھا انتظام کیا ہوگا
خدا کے انتظام سے بہتر بندے کیا کرینگے اور وہ کرنا بھی چاہین تو شرع کب اجازت
دیتی ہی۔ ہان یہ ہو سکتا ہی کہ اگر موصی کو کسی غیر شخص سے اُنس ہو۔ کسی کا بار احسان ہو اور
وہ اُتارنا چاہے یا اور کسی کار خیر کی نیت رکھتا ہو تو دو ثلث اپنے اعزہ کے لیے جنکے حقوق
شرع مین مقرر ہین چھوڑکر باقی ایک ثلث غیر ورثا کو دینے کی ہدایت کرے۔ جہان تک میرا
قیاس ہی آپ کی طبیعت کا مقتضا یہ نہین ہی کہ کسی کار خیر مین آپ کی جائداد صرف کی جاے اور
آپ خوش ہون۔ یا کوئی حصہ اسکا آپ کے خاندان سے باہر جائے اور آپ پسند کرین اسلیے
مین فرض کر لیتا ہون کہ آپ اپنی ملکیت ورثا ہی مین تقسیم کرنا چاہتے ہین یا شاید بی بی فہیمہ
سلمہا اللہ عن آفات الزمن کے حصہ مین کچھ کمی آپ کو مرکوز خاطر ہی اور اسلیے آپ کچھ لکھنا چاہتے
ہین۔

گو آپ کی نیت کا پورا حال مجکو معلوم نہین ہی لیکن مین اتنا بتا دینا مناسب سمجھتا ہون
کہ ورثا مین قرآن کے خلاف کوئی وصیت کرنا اپنی عاقبت کا خراب کرنا ہی۔ صرف عاقبت
خراب نہ ہوگی۔ دُنیا مین بھی ذلت ہوگی۔ یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ ہی کہ ورثا کے حق مین وصیت
کرنا صریح بیجا ہی۔ اور ایسی وصیت کبھی قابل نفاذ نہین ہوتی۔ مین ایک وفادار اور مطیع لڑکے
کی حیثیت سے آپ کو گڑھے مین گرتا ہوا نہین دیکھ سکتا۔ آپ کو مطلع کرکے اپنے فرض
سے ادا ہوتا ہون۔ آیندہ آپ کو اختیار ہی۔

بھائی جان چاہتے ہونگے کہ آپ مجکو بھی محروم کر دین۔ مجھے معلوم ہو چکا ہی کہ گھر سے
میرا علیحدہ رہنا اُنکی نیتون مین فساد پیدا کرنے کا باعث ہوا ہی۔ آپ جانتے ہین کہ مجکو گھر سے
آج تک بہت کم تعلق رہا ہی اور آیندہ کے لیے بھی میرا ارادہ ہی کہ مین یون ہی آزادانہ زندگی
بسر کرون۔ مجھے ہرگز یہ تمنا نہین ہی کہ بزرگون کی پیدا کی ہوئی جائداد پر تکیہ کرون۔ اور یون میرا
خرچ ہی کیا ہی ہر شخص کو بقدر ضرورت فکر ہوتی ہی۔ جتنا میرا خرچ ہی اُتنی ہی مجکو فکر بھی ہی مین نے

جسقدر علم حاصل کیا ہے وہ میرے لیے بہت ہے جس بھلے مانس کے دروازے پر بیٹھ کر
اسکے لڑکون کو پڑھا دونگا وہ نہایت احسان مندی سے میرے کھانے کپڑے کا کفیل ہوگا
اور گھر سے کہین زیادہ آرام سے زندگی بسر ہوگی۔ ممکن ہے کہ میرے خیالات پر آپ کو تاسف ہو
لیکن ہر شخص اپنی تن آسانیون کو دیکھتا ہے۔ مین علیحدگی ہی مین اپنی بھلائی سمجھتا ہون
بھائی کا علم مین نے نہین پڑھا کہ آپ کی مرضی کے موافق مین اپنا چلن رکھون ع میراث
پدر خواہی علم پدر آموز۔ بھائی جان آپ کا اتنا ادب بھی نہین کرتے جتنا مین کرتا ہون۔
اور جتنی محبت مجکو آپ کے ساتھ ہے اور جتنی فرمانبرداری مین کر سکتا ہون شاید بھائی جان
سے نہ ہو سکے۔ لیکن بھائی جان کی خوش قسمتی ہے کہ انپر آپ زیادہ مہربان ہین۔ یہ باتین
بہت دنون سے میرے دل مین تھین۔ اسوقت موقع پاکر مین نے اپنے خیالات
ظاہر کر دیے۔ معاف فرمائیگا۔ ہان ایک بات اور قابل گزارش ہے۔ مدرسہ سے عنہ ماہوار
میرا وظیفہ مقرر ہو گیا ہے۔ اب مین عاقل و بالغ ہون۔ اب میری پرورش آپ پر فرض نہین ہے
یہ دس روپیہ میرے خرچ کو کافی ہین۔ کہین آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ مین آپ سے ناخوش ہون
آپ مجھے ہمیشہ عہ ماہوار بھیجتے رہے ہین اسکا از حد ممنون ہون اور تازیست ممنون رہونگا
بھائی جان اپنے خرچ کے لیے دو ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہ لیتے ہونگے لیکن وہ دو ہزار
پاکر اتنا ممنون نہ ہونگے جتنا کہ مین دس روپیہ ماہوار پاکر منت کش ہون۔ اب خدا نے
میرے لیے ایک صورت پیدا کر دی ہے تو پھر کیا ضرور ہے کہ آپ کو تکلیف دی جائے۔
مین آپ کو اتنا پھر یاد دلاتا ہون کہ میری نسبت آپ جو چاہین انتظام کرین۔ مجھے
محروم کرین یا حصہ دین۔ پورا حصہ دین یا کم۔ مجکو سب منظور ہے لیکن للہ بہن کی حق تلفی نہ کیجیے گا
ورنہ دونون جہان مین آپ کی رسوائی ہوگی۔ آپ تو نہ ہونگے لیکن ذلت اٹھانے کے
لیے ہم سب رہجائینگے۔ ہم چشم کہین گے کہ سلیم کا باپ بڑا ظالم تھا اور اسوقت مجکو
سخت ندامت ہوگی۔

خاکسار محمد سلیم

یہ خط دیکھکر نصیر بہت ہی متفکر ہوا۔ عمر کی زیادتی کے ساتھ عقل اور رائے مین بھی

کمزوری آجاتی ہی۔ کلیم نے جو کچھ رنگ جمایا تھا اس خط سے وہ بالکل اُتر گیا گو زیادہ عرصہ تک اسکو بھی پائداری نصیب نہین ہوئی۔

۴ باب

مجاہد اور تبین

مجاہد کا بھی کچھ حال لکھنا چاہیے سُنا جاتا ہی کہ قندھار سے اسکا پردادا چنار کی قلعہ داری کے لیے بُلایا گیا تھا۔ جب زمانہ کا رنگ بدلا تو اسکے دادا نے تجارت شروع کی اور اسی سلسلہ مین اسکے باپ نے چھپرہ مین ایک کارخانہ لکڑی کا جاری کیا اور بہت فراغت سے بسر کرنے لگا۔ مجاہد نے عربی تعلیم آرہ مین حاصل کی۔ اور پھر کچھ انگریزی پڑھنے کو علی گڈھ چلا گیا۔ انٹرنس پاس کرکے کالج کلاس مین داخل ہوا تھا کہ باپ کے مرنے کی خبر سُنکر چھپرے چلا آیا اور تجارت مین اسنے باپ سے زیادہ ترقی کی۔

ایک روز سلیم کا خط نصیر کے ہاتھ مین تھا اور وہ اسی معاملہ مین غور کر رہا تھا کہ سامنے سے مجاہد آیا۔ یہ عجیب شخص تھا۔ نصیر سے یہ اُتنا ہی بے تکلف تھا جتنا کلیم سے۔ نصیر کا باپ زندہ ہوتا تو اُس سے بھی یہ دوستی رکھتا۔ کلیم کا لڑکا انیس بھی مجاہد سے موانست رکھتا تھا۔ یہ ایک راست گو اور ہر دلعزیز شخص تھا جس صحبت مین بیٹھتا تھا بیر رہتا تھا۔ جوانون مین جوان تھا اور بوڑھون مین بوڑھا تھا۔

مجاہد کے سامنے نصیر نے وہ خط رکھدیا۔ مجاہد خط پڑھ کر چپکا ہو رہا۔

نصیر۔ (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) حضرت کچھ بولیے چپکے کیون ہو رہے۔

مجاہد۔ آپ کے خانگی معاملات مین مجھے دخل دینے کا کیا حق ہی۔

نصیر۔ مین آپ سے راے پوچھتا ہون دخل دینے کو کب کہتا ہون۔ مین عجیب کشمکش مین ہون۔ کلیم کچھ سوچتا ہی اور سلیم کچھ اور ہی کہتا ہی۔

مجاہد۔ مین تو اُس روز بھی تھا جب کلیم نے یہ معاملہ پیش کیا تھا۔ میرے نزدیک اُسنے آپ کو بہت غلط صلاح دی تھی۔ اس خط کے ہر لفظ سے مین اتفاق کرتا ہون

اور شروع سے میری راے ہی کہ سلیم آپ کے گھر کا آفتاب ہی۔ آپ گویا آپ کے بڑے صاحبزادے کو اُس سے کوئی نسبت نہین ہی۔ لیکن تعجب ہی کہ سلیم کے ساتھ آپکو بہت کم اُنس ہی۔

نصیر۔ بھائی سچی بات پوچھو تو سلیم کو مین بھی بہت زیادہ پیار کرتا ہون۔

مجاہد۔ آپ کا پیار کس کام کا جب وہ آپ کے دل ہی تک محدود رہے۔ نہ سلیم پر اُسکا اثر پڑے اور نہ دوسرون کو اُسکا پتہ لگے۔

نصیر۔ بھائی مین عجیب کشمکش مین ہون۔

مجاہد۔ کشمکش کیا ہی؟ دل مین عدل اور انصاف نہین ہی! اسلیے خیال مین مردانگی نہین ہی۔ جنبیت ہی۔

نصیر۔ اچھا یون ہی سمجھیے۔

مجاہد۔ آپنے اپنی صاحبزادی سے بھی کچھ پوچھا؟۔

نصیر۔ اُس سے کیا پوچھتا؟۔

مجاہد۔ کیون وہ آپ کی لڑکی نہین ہی کسی دوسرے کی لڑکی ہی۔؟

نصیر۔ مین تو فکر مین ہون اور تمکو مذاق سوجھا ہی۔

مجاہد۔ مذاق ہرگز نہین۔ مین نہایت سچے دل سے باتین کرتا ہون۔ جب آپ اپنی اولاد کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہین تو تمام اولاد سے مشورہ کیجیے۔ اگر فہمیدہ سے آپ نے مشورہ نہ کیا۔ تو ہم سب سواے اسکے اور کیا سمجھین گے کہ جسکو ہم آج تک آپ کی بیٹی سمجھتے رہے شاید وہ آپ کی بیٹی نہین ہی۔ اور اسکو آپ ہی جان سکتے ہین۔

نصیر۔ (شرماکر) بھئی آج کل مین بڑے تردد مین ہون۔

مجاہد۔ آپ کا تردد خود آپ کے فعل سے ہی۔ خدا اور رسول سے آپ لڑنا چاہتے ہین اور پھر آپ کو آسایش ملے۔ آپ روپیہ والے ہین آپ کی عقل مین یہ بات آتی ہوگی۔ مجھ غریب کی سمجھ سے تو یہ بالکل باہر ہی۔

نصیر۔ خدا اور رسول سے لڑنا کیسا؟۔

مجاہد- لڑنے سے میرا مقصود یہ نہیں ہو کہ آپ ہتھیار چلاتے ہیں- خدا سے تو آپ ہتھیار چلا ہی نہیں سکتے- رہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اگر زندہ ہوتے اور آپ کے یہ خیالات ہوتے تو شاید اسکی بھی نوبت پہنچ جاتی-

نصیر- نعوذ باللہ- کیسی باتین کرتے ہو-

مجاہد- نعوذ باللہ کے معنی بھی آپ سمجھے- نعوذ باللہ کے معنی ہین "ہم خدا کی پناہ مین آئے"- لیکن معلوم نہین ہوا کہ خدا کی پناہ مین آنے کی ضرورت آپ کو دفعتاً کیون لاحق ہوئی؟ کیا میرے شر سے؟ مین تو خدا اور خدا کے رسول کی باتین کرتا ہون- ہان مین نعوذ باللہ کہون تو بجا ہو کہ آپ کی صحبت سے اور آپ کے ساتھ مکالمہ کرنے سے میرے نور ایمان کے گھٹ جانے کا خدشہ ہو-

نصیر- کیا فی الواقع تمھارے نزدیک سلیم کی تحریر صحیح ہو؟ کیا جو کچھ اُسنے لکھا ہو سچ لکھا ہو؟ غیر خاندان مین جائداد جانے سے سلیم کا بھی نقصان ہو- مین دونون بھائیون پر جائداد کو تقسیم کردون تو اسمین سلیم کا بھی فائدہ ہو- کیا وہ اپنا نفع نقصان نہین سمجھتا- ضرور سمجھتا ہو کلیم سے اسکو رنج ہو اور اسلیے کلیم کے نقصان کے لیے وہ اپنا نقصان بھی گوارا کرتا ہو-

مجاہد- استغفر اللہ- آپ نے سلیم کو پہچانا ہی نہین- وہ بڑا پرہیزگار ہو- حرام مال کبھی نہ لیگا- آپ دین جب بھی وہ واپس کردے گا- یا ضیمہ کو دیدے گا-

نصیر- حرام حلال کی کیا بحث ہو- میرا مال ہو مین جسے چاہون دیدون-

مجاہد- میری آپ کی گفتگو آج بہت زیادہ ہوگئی- کلیم سُن پائیگا تو میرا دشمن ہوجائیگا اور معلومات شرعی مجھے مجبور کرتے ہین کہ اس بارے مین مین آپ سے خوب لڑون قیامت کے دن جب آپ پکڑے جائین تو ممکن ہو کہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے آپ چھوٹ جائین اور آپ کی ساری بلائین میرے سر پڑین کہ مین جانتا تھا اور چپکا ہو رہا- کلیم کی مروت کے سامنے مین نے خدا کا کچھ خوف نہ کیا- آپ صریح گڑھے مین گر رہے تھے- مین نے جان بوجھ کر چشم پوشی کی-

چو می بینی کہ نابینا و چاہ ست   اگر خاموش بنشینی گناہ است

آپ کی حجت کا مختصر جواب یہ ہی کہ بے شک مال آپ کا ہی جسے چاہیے دیدیجیے۔ اور فہیمہ بھی تو آخر آپ ہی کی لڑکی ہی کسی غیر کی نہین ہی۔ ایک روز اسے اپنے گھر بلوائیے اور کھانے مین زہر دیجیے۔ کوئی پوچھے تو کہدیجیے گا کہ میری لڑکی تھی مین نے زہر کھلا دیا کسی کا کیا بگاڑا۔

نصیر۔ کیا فہیمہ کو اپنی جائداد مین حصہ ندینا اور اسکو زہر کھلا دینا دونون برابر ہی؟

مجاہد۔ کلیم کو بلوائیے۔ اُنکے سامنے جو کچھ مین کہونگا وہ میری نیک نیتی پر محمول ہوگا اور اسطرح شاید اُنکے دلمین کدورت نہ آئے گی۔ ورنہ مین غیبت مین یون باتین کرون اور وہ سن پائین تو سمجھین گے کہ "میرے بوڑھے باپ کو مجاہد نے میری طرف سے بھر دیا ہی"۔

نصیر۔ اچھا۔ اسوقت گفتگو ملتوی رکھیے۔ آپ کو بھی دینی حرارت ستا رہی ہی اور میرا دل بھی طرح طرح کی اُلجھن مین پھنسا ہی۔ پھر کبھی مین آپ کو تکلیف دونگا۔

اسوقت مجاہد اُٹھ کر چلا آیا۔ اور دوسرے دن پھر اسکی طلبی ہوئی۔ نصیر اور کلیم دونون بیٹھے ہوئے تھے۔ باہمی مشورے سے مجاہد بُلایا گیا تھا۔ مجاہد کا سوتا کلیم کب چاہتا تھا۔ نصیر ہی نے تحریک کی ہوگی۔ اُن دونون نے جو کچھ تخلیہ مین گفتگو کی اُسکا حال معلوم نہین ہوا۔ مجاہد حسن اتفاق سے جب پُہنچا اُسکے بعد جو گفتگو ہوئی وہ یہان درج کیجاتی ہی

کلیم۔ (لہجہ گفتگو بدل کر) کیون صاحب آپنے یہ کیا زہر اُگلے ہین۔ مَین نے آپ کو کچھ دینے کا تو وعدہ نہین کیا؟ سلیم کے خط پر بھی مجھے غیر اصلی ہونے کا شک ہی۔

مجاہد۔ (مسکرا کر) جب آپ کے خیالات میری طرف سے ایسے ہو رہے ہین تو پھر مجلس شورہ مین مجھے بلایا ہی کیون؟ مجھ سے غلطی ہوئی۔ شیخ صاحب سے مین نے حق ہمسائگی ادا کیا۔ اُسکی پاداش مل گئی۔ اب رخصت ہوتا ہون۔

نصیر۔ نہین صاحب۔ بیٹھیے یہ تو لڑکے ہین۔ اُنکی باتون پر نجائیے۔ کل کے مسائل آج پھر فرمائیے۔ مین تو ایک ناواقف دوسرے سن۔ مین آپ کی باتون کا کیا جواب دیتا ہون انسے (بیٹے کی طرف اشارہ کرکے) کہیے تو یہ جواب بھی دین۔

کلیم۔ (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) ہان حضرت - آپ نے یہ کیا فرمایا تھا کہ وصیت کرنا گناہ ہی۔

مجاہد۔ اگر میری بات اس طرح بگاڑ کر آپ فرمائین گے تو مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ آپ کو تحقیق حق منظور ہی تو سیدھی طرح باتین کیجیے - اور اگر اپنی بات کا بالا رکھنا منظور ہی تو آپ جیتے اور مین ہارا - مین کچھ بھی نہین بولنے کا - جو کچھ مین نے کہا وہ سب غلط معاف فرمائیے۔

نصیر۔ نہین صاحب - برا ماننے کی کیا بات ہی - مجکو تو سلیم کی چٹھی کا مفہوم سمجھنا ہی - سلیم یہان موجود نہ تھا - اتفاق سے آپ نے اُسکی قایم مقامی منظور کی - مین سمجھونگا کہ دونون بھائی باہم گفتگو کر رہے ہین - کوئی بات طی ہو تو مین اُسیر پابند رہون۔

مجاہد۔ انھین دونون بھائی پر کیون اکتفا کی - فہیمہ کو کیون نہین یاد کیا۔

کلیم۔ فہیمہ سے کیا واسطہ - ؟

مجاہد۔ کیا فہیمہ کا باپ کوئی دوسرا ہی؟ وہ تمھاری مان کے بطن سے نہین پیدا ہوئی؟ کیون تم سے مشورہ کیا جائے اور اُس سے نہ کیا جائے؟ کیون تم باپ کی جائداد کو اپنی سمجھو اور فہیمہ اُسے اپنی نہ سمجھے؟ - کیون تمھارا باپ تم سے پوچھے اور فہیمہ سے نہ پوچھے؟ کیون تم اپنے حقوق کو زبردست اور فہیمہ کے حقوق کو کمزور سمجھو - کیا محض اسلیے کہ تم مرد ہو اور وہ عورت؟ شرم! شرم!! شرم!!! -

نصیر۔ بات مین بے وجہ طوالت ہوتی جاتی ہی - فہیمہ بھلا عورت ہو کر یہان آسکتی ہی جو بحث ہی اُسے طی کیجیے۔

مجاہد۔ بحث ہی تو ہو رہی ہی - کلیم سمجھتے ہین کہ صرف یہی آپ کے لڑکے ہین اور شرع اور شرع کے ساتھ تمام دُنیا جانتی ہی کہ اُنکے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی آپ اور رکھتے ہین - دوسرے بیٹے سے آپ نے راے لی ہی - اسوقت مجکو اُسکا قایم مقام تصور کرتے ہین - بیٹی سے بھی کچھ پوچھا؟ کیون نہین پوچھا؟ - اگر آپ کی کمائی مین کلیم حصہ دار ہی تو فہیمہ بھی حصہ دار ہی - اور وہ نہین تو کلیم بھی نہین - فہیمہ سے آپ نے ابتک نہین پوچھا تو

اب پوچھیے۔ اُسے بلوا نہیں سکتے متین کو تو بلوا سکتے ہیں۔ مجھے آپ نے سلیم کا قایم مقام فرض کر لیا۔ متین کو فہیمہ کا وکیل ماننے میں آپ کو کیا پس و پیش ہی۔ متین کو بلوائیے اور ضرور بلوائیے۔

نصیر۔ حضرت آپ تو کچھ عجیب باتین کرتے ہین۔ تخلیہ مین ایک مشورہ ہوتا ہی آپ کو سمجھدار سمجھ کر مین نے بلا لیا۔ اور آپ ہین کہ اصل معاملہ کو شروع کرنا ہی نہین چاہتے

مجاہد۔ لاحول ولا قوۃ۔ جناب معاف کیجیے گا۔ آپ میرے سمجھائے لاکھ برس نہ سمجھین گے۔ مشورہ کیا کچھ ڈاکہ زنی کی صلاح ہو رہی ہی۔ کسی کے گھر مین نقب لگانے کے لیے مشورہ کرنا ہی۔ وہ کون راز ہی کہ تین سے چار ہوئے اور بھنڈا پھوٹا۔ آپ اپنی جائداد کا انتظام کرنا چاہتے ہین تو اُس جائداد کے تمام حقداران آیندہ کو بلوائیے بلکہ اور اغیرہ جو حقدار نہ ہوں اُنکو بھی بلوائیے۔ سب کے سامنے کھلم کھلا مشورہ کیجیے۔ اور وہ راے سوچیے جو خلاف شرع نہ ہو اور ہر ایک اُسے پسند بھی کرے۔ میرے آپ کے درمیان شروع ہی سے اختلاف ہی۔ آپ فہیمہ کو اپنی لڑکی نہین سمجھتے اور مین سمجھتا ہون کہ وہ آپ کی لڑکی ہی۔ میرے آپ کے علم مین اتنا بڑا فرق ہی۔ تو ظاہر کہ مین آپ کے مشورے مین شرکت کے قابل نہین ہون۔

یہ کہکر مجاہد اُٹھ کھڑا ہوا۔ اِن دونوں نے اُسے بہت روکا لیکن وہ نہ رُکا اور چلتے وقت اتنا سُناتا گیا کہ "مین دیکھتا ہون کہ آپ کی رائین تمام عزت اور آبرو کو خاک مین ملا دینگی۔ مین نے حق ہمسایگی ادا کر دیا ع اب ہان نہ مان تو ہی مختار۔ جب وقت آئیگا اور زندگی قایم رہی تو مین بھی تماشا دیکھنے والون مین ہونگا۔

مجاہد کے چلے جانے کے بعد معلوم نہین باپ بیٹون مین کیا گفتگو ہوئی۔ لیکن اتنا مجاہد نے بھی سُن پایا "بیٹے نے کہا کہ متین نے کچھ اسکو رشوت دی ہی۔ اور باپ نے اسکے جواب مین کہا نہین۔ مجاہد تو ایسا آدمی نہین ہی۔ ذرا جھلا ہی۔ بس اتنا ہی عیب ہی"

مجاہد وہان سے اُٹھ کر سیدھا متین کے پاس پہنچا۔ متین کھانا کھا کر قیلولہ کر رہا تھا

دان کی آہٹ پاکر اُٹھ بیٹھا۔ دروازہ کھولتا ہی تو کیا دیکھتا ہی کہ مولوی مجاہد کھڑے ہیں
ن دونوں کی طبیعتیں قریب قریب ایک سی تھیں۔ مجاہد ذرا مزاج کا تیز تھا۔ اور متین
مین بردباری بڑھی ہوئی تھی بس یہی فرق تھا ورنہ اور باتوں مین دونوں یکسان تھے
دونوں مین یون گفتگو ہونے لگی۔

مجاہد۔ مین نے تمکو بہت دنوں سے نہین دیکھا۔ تم نے سسرال کا جانا بالکل ہی بند کردیا۔ یون تو پہلے بھی تم مانوس کم تھے۔ لیکن ادھر چار پانچ سال سے تو ادھر بالکل رُخ ہی نہین کرتے۔

متین۔ کچھ عدیم الفرصتی اور کچھ سسرال والون کی بے التفاتی۔ نہ مجھے اتنی فرصت کہ بیکار گھوما کرون۔ اور نہ شوق ملاقات مین اتنا ذوق کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنا وقت نکال لے۔

مجاہد۔ لیکن نصیر کو تم سے بڑا اُنس ہی۔

متین۔ اُنس سے مین انکار نہین کرتا۔ اُنس ہوگا۔ اُنس تھا جب ہی تو آپ کو معلوم ہوا۔ سوکھا ساکھا اُنس ہی ہوا تو کس کام کا۔ جب عزیز داری کے جو مراسم ہین وہی نہ ہوئے۔ بہر حال بہت سی باتین ہین۔ تم خواہ مخواہ گزشتہ باتین یاد دلا کر ایک اور اشتعال پیدا کرتے ہو۔ ہمین کیا واسطہ جو برتاؤ ہم لوگون مین ہی وہ بہت اچھا ہی۔ ہزار دن لاکھون گھر ایسے ہین جہان رشتہ دارون مین اتنا بھی اُنس نہین۔

مجاہد۔ تم نے مجھے غیر سمجھ کر بات کا رُخ بدل دیا۔ مین تم سے بہت ہمدردی رکھتا ہون۔ معلوم نہین کہ تمکو کہان تک اسکا یقین ہی۔

متین۔ مجکو تم پر پورا بھروسہ ہی۔ اور مین جانتا ہون کہ اسوقت چھپرے مین تم سے زیادہ اچھا کوئی دوسرا مسلمان نہین۔ دلہا را بہ دلہا راہ باشد۔ دل کو دل سے راہ ہی۔ تم مجھے جتنا چاہتے ہو اتنا ہی مین تمکو بھی دوست رکھتا ہون۔ دوست ہی نہین مین تمکو بھائی کے برابر سمجھتا ہون۔ المومنون اخوۃ المومنین مسلمان مسلمان کے بھائی ہوتے ہین۔ لیکن ایسا بھائی جیسا سلیم کا کلیم ہی خدا ایسے بھائی سے بچائے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں کے کہان کی جائی

مجاہد۔ اپنے معاملات کی نسبت کچھ فرمائیے ؟۔

شتین۔ مین نے جو کچھ کہا اسی پر مجھکو افسوس ہے کسی کی شکایت میری وضع کے بالکل خلاف ہے اور غیبت کرنا میری عادت کے سراسر منافی ہے۔ زبان کا کام راز دل کا افشا کرنا نہین۔ بڑا کام اسکا بھید کا چھپانا ہے۔ اور یون کسی کا گلہ کرنے سے نفع ہی کیا ہے۔ سننے والا قاضی الحاجات ہوتا نہین۔ کہنے والے کی بیوجہ سُبکی ہوتی ہے۔ کسی کی غیبت روا بھی نہین ہے۔ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول۔

مجاہد۔ الامن ظلم کیون چھوڑ دیا۔

شتین۔ میرے دشمن مظلوم ہون۔ مین کیون مظلوم ہونے لگا۔

مجاہد۔ بھائی تم سا صابر اور حلیم مین نے کم دیکھا۔ تمھارے حالات سے مین ناواقف نہین ہون۔ تمھارے ضبط اور تہذیب کی تعریف کرتا ہون تم اس طرح باتین کرتے ہو کہ گویا تم کو کچھ خبر ہی نہین ہے۔

مجاہد نے چاہا کہ شتین کچھ سلسلہ سخن دراز کرے اُسکے عندیہ کا پتا لگے تو نفیر سے جو گفتگو ہوئی تھی اسکا اعادہ کرے۔ شتین کو اتنا بے نفس پاکر مجاہد کو تامل تھا کہ ماجرا اُسکے سامنے بیان کیا جائے یا نہ بیان کیا جائے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد مجاہد نے خود ہی گفتگو شروع کی۔

بھائی! مین مسلمان ہون۔ مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہون۔ میرا اسلام پسندیدہ ہے یا نہین۔ اسکا علم اسی عالم الغیب کو ہے۔ اور نزع روح کے بعد مجھکو یا دوسرے لفظون مین میری روح کو بھی ہوگا۔ مین مسلمان ہونے کی کوشش کرتا ہون اسلیے میری یہ بھی کوشش ہے کہ مین تمام ارکان کو پورے طور پر ادا کرون۔ خلوص نیت کا علم خدائے علیم کو ہے۔ اور اُسکی جزا سے مجکو یا میری روح کو مرنے کے بعد واسطہ ہوگا۔ خداوندا تو دلون کے بھید کا جاننے والا ہے۔

"انہٗ یعلم الجھر وما یخفی"

متین بڑا ہی اہل دل تھا۔ مجاہد کی تقریر سنکر وہ سہم گیا اور گھبرا کر بولا۔ بھائی جان! تم نے کس حکایت کے لیے ایسی پُر اثر اور پُر درد تمہید اُٹھائی ہے کہ دل ہلا جاتا ہے۔

مجاہد نے کہا کہ بھائی صاحب میں اسوقت ایسی سخت بلا میں مبتلا ہوں اور ایسے کڑے امتحان میں پھنسا ہوں کہ بجز خدا کے اور کسی سے میرا معاملہ نہیں ہے۔ میں اسوقت دو مسلمانوں میں لڑانے کی کوشش کرتا ہوں اور پھر یہ امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھکو جزائے خیر دے گا۔ میں تمام ہو کر تمھارے سامنے آیا ہوں لیکن مجھکو ذرا انفعال نہیں ہے۔ ایک طور پر میں امانت میں خیانت کرتا ہوں۔ المستشار موتمن کے خلاف میرا عمل ہے۔ مجھکو اپنے اجتہاد پر بھروسا نہیں ہے۔ صرف الاعمال بالنیات پر تکیہ ہے۔ میری ایک عادت ہے اور دنیا اسکے خلاف ہو جب بھی میں اُسے نہ چھوڑونگا یعنی میں کسی کو خلاف شرع دیکھتا ہوں تو مجھے نفرت ہو جاتی ہے اور دل میں خواہ مخواہ عداوت اور خلش پیدا ہوتی ہے۔ خداوندا میں خاطی کو اسلیے برا نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بُرا ہے یا میں اُس سے اچھا ہوں۔ یہ خیال آیا اور قعر جہنم میں میرا ٹھکانا ہوا۔ میں بُرے کو اسلیے بُرا سمجھتا ہوں کہ وہ تیرے احکام سے بے ادبی کرتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں تیرے احکام سے بے ادبی کرنے والوں سے نفرت نہ کرونگا تو تو کہیں مجھ ایسے کمزور دل اور بے تمیز بندے سے مُنھ نہ پھیرے۔ تیرے رسولؐ نے فاسقوں کے جنازے کی نمازاسلیے نہیں پڑھی تھی تاکہ دوسرے فاسقوں کو عبرت اور تنبیہ ہو۔ بہت سی برائیاں ہم لوگوں میں صرف اسلیے پھیلی ہیں کہ گروہ یا جماعت میں عاصی ذلیل نہیں سمجھا جاتا اور جب تک جماعت میں اچھے اور بُرے کی امتیاز نہ ہوگی شخصی امتیاز کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اسوقت اشاعت دین یا احیائے سُنّت نبوی تلوار کے ذریعہ سے نہیں ہوتی۔ سچے دل سے اگر کوشش کی جائے تو دل اور زبان کا جہاد الجہاد فی سبیل اللہ ہے۔

میں اسوقت مجاہد فی الدین کی حیثیت سے نصیر کی مجلس میں گیا۔ وہاں میں ناکامیاب رہا۔ لیکن میرا دل کسی طرح امر حق کی پیروی سے نہ جھکا۔ مدد کی غرض سے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

یہ کہکر مجاہد نے تمام حالات شروع سے آخر تک کہہ سنائے۔ متین شروع میں غیر متاثر رہا

لیکن کب تک۔ حالات ایسے تھے جنھوں نے متین کو برافروختہ کرکے چھوڑا۔ مجاہد نے آخر اخیر یہ کہا کہ میں تمھاری بی بی کی ہمدردی نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی بہن فہیمہ کا بہی خواہ ہوں۔ تم بھی ایک مومن بھائی کی حیثیت سے اسکی مدد کرو یہ نہ سمجھو کہ تم اسکے شوہر ہو۔ جب مجاہد نے دیکھا کہ متین پر اسکی سحر بیانی کارگر ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فہیمہ ایک بے زبان عورت تمھاری قید میں ہے۔ اسکے حقوق کی نگہداشت تم پر اخلاقاً واجب ہے۔ اگر تم میں یہ قابلیت نہ تھی تو اس غریب کو تم قید نکاح میں کیوں لائے۔ تم میں حلم اور متانت بہت زیادہ ہے لیکن افراط و تفریط دونوں معیوب ہیں۔ بارے تمکو حس ہوئی۔ میرا مدعا حاصل ہوا العوذ باللہ من غضب الحلیم۔ تمکو جوش آیا تو تم کچھ کرکے رہوگے اور اگر یہ جوش قایم نہ رہے تو فہیمہ کو اپنی قید سے آزاد کردیا۔ طلاق دو اور کسی ایسے شخص کو اسکی زوجیت کے لیے تلاش کرو جو اسکے حقوق کی حفاظت کرسکے۔

مجاہد نے اپنا کام کیا اور گھر کا راستہ لیا۔ متین عجب کشمکش میں پڑا۔ جو فوری برافروختگی پیدا ہوگئی تھی وہ تو قایم نہ رہی۔ لیکن مجاہد کا آخری فقرہ اسکو برابر اسکا فرض یاد دلاتا رہا۔ گو اسکی متانت بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اپنے متعلقین کے حقوق کی نگہداشت وہ اخلاقاً واجب سمجھا۔

یہ خبر جو متین کے ذریعہ سے فہیمہ تک پہنچیں اور اسکے ذریعہ سے اسکی ماں واقف ہوئی۔ عورتوں کو بجز رونے کے اور کوئی چارہ نہیں — ماں اور بیٹی دونوں تین چار روز تک اپنے اپنے گھروں میں روتی رہیں۔ ماں غریب پر ایک اور مصیبت تھی وہ کھل کر رو بھی نہیں سکتی تھی۔ شوہر کا تو ڈر کم تھا پر اور ناخلف بیٹے کا تھا۔ وہ یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ جلتے جی فہیمہ سے قطع تعلق ہوجائے۔ وہ اپنی سمجھ کے مطابق سیدھی بات جانتی تھی کہ اپنی اولاد کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا اولاد کے مار ڈالنے کے برابر ہے اور یہی ڈر تھا کہ کہیں کلیم نے اسکو اپنا دشمن اور بیٹی کا خیرخواہ سمجھکر گھر سے نکال دیا تو وہ کہیں کی نہ رہیگی بڑھاپا خراب جائیگا۔

تمام برائیاں لصبر کی بدولت تھیں کہ احکام الٰہی کا اجرا اسنے اپنے گھر میں کبھی

نہیں چاہا - سچی خوشی اسکے گھر میں ناپید اتھی - ایک دوسرے کے حقوق سے
ناواقف تھا - نہ بیٹے کو باپ کا ادب تھا نہ ماں کا دل بیٹے سے صاف تھا - بیٹیا دونوں
کو غلام اور لونڈی سے بدتر جانتا تھا - دلوں میں وسوسے طبیعتوں میں کمزوریاں بڑھ
رہی تھیں - غرض ماں بھی بیٹے سے سخوف تھی - باپ پر بھی بیٹے کا دباؤ تھا - اور یہ خود
باپ ہی کا کیا ہوا تھا - اُسنے یہ تعلیم ہی نہ دی تھی کہ حالت تمدن میں ایک پر دوسرے کے
کیا حقوق ہیں - کلیم کو سکھایا ہی نہ گیا تھا کہ باپ پر کیا فرض ہے - بیٹوں پر کیا واجب ہے - ماں
بیٹے - بھائی بہن اور باپ میں باہمی برتاؤ کیا ہونا چاہیے - "و بالوالدین احساناً وات
ذا القربیٰ حقہ" والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت مندوں کا حق ادا کرو - جب
باپ قرابت مندوں کے حقوق دینے میں رُکتا تھا تو ناتجربہ کار نوجوان بیٹے سے
یہ کب امید تھی کہ وہ والدین پر احسان کرے گا - نصیر نے اپنے باپ سے بھی برا سلوک
کیا تھا اور ٹھیک ویسا ہی اُسکے ساتھ کلیم بھی کرنا چاہتا تھا -

تو بجائے پدر چہ کردی خیر — کہ ہمان چشم داری از پسرت

کلیم میں یہ کہاں دوراندیشی تھی کہ حکم خدا اور رسول کا اتباع یا محبت فطری کا تقاضا
نہ سہی حکمت عملی کے اعتبار سے سمجھتا کہ ہم جیسا سلوک والدین سے کریں گے ویسا ہی
ہمارے ساتھ ہمارے لڑکے بھی کریں گے - سیکڑوں ہزاروں گھروں میں یہ دیکھا گیا ہے
کہ بزرگان دین کا نام لیتے وقت پیغمبر خدا سے بھی اُنکی عظمت بڑھا دیتے ہیں اور والدین
کو بے تکلف منھ پر گالیاں دینے میں باک نہیں کرتے - کیوں؟ محض اسلیے کہ اُنھوں نے
اپنے باپ کو بچپن ہی سے شرک فی النبوت میں منہمک اور والدین کی خدمت میں بے
ادب دیکھا تھا - جہاں تک تمدنی حالت کو تعلق ہے گھر کی حالت بالکل پیشوائے خانہ کے
اختیار میں ہوتی ہے - وہ جیسا نمونہ دکھلائے گا گھر والے اُسیپر چلیں گے - غرض کلیم کے
دل میں نہ باپ کی عزت تھی اور نہ ماں کا وقار تھا - بھائی بہن کی محبت کیسی - اسکو تو
بہن کے بہن ہونے میں بھی کلام تھا - باپ کا دست نگر تھا اسلیے کچھ مصنوعی ادب کا
اظہار کرتا تھا - رہی ماں وہ اگر لونڈیوں سے بدتر حالت میں نہ تھی تو کچھ اچھی حالت میں

بھی نہ تھی - اب ماں نے کیا کہا بیٹی نے کیا سنا اسکے اعادہ مین کچھ لطف نہین گویا اسی گھر کی نسبت حافظ شیرازی نے فرمایا تھا -

پسران را ہمہ جنگ است جدل با مادر

وہ خط قابل دید ہی جو پانچ سات روز کے غور کے بعد متین نے اپنے سسر کے نام بھیجا تھا -

جناب من

آپ اپنی جائداد کی نسبت وصیت کرنا چاہتے ہین اور وصیت کا مقصود صرف یہ ہی کہ فہیمہ آپ کے ترکہ سے محروم کی جائے - آپ سمجھتے ہونگے کہ مین یہ خبر سنکر خوش ہوا لیکن مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین اسوقت بالکل آپ سے ناخوش نہین ہون خبر سنکر مجھے ضرور برا معلوم ہوا - لیکن رفتہ رفتہ طبیعت اس اعتدال پر آگئی جس پر شروع سے تھی -

فہیمہ کی پیدائش سے اسوقت تک آپ نے جو برتاؤ اسکے ساتھ رکھا وہ ضرور اسی کا مقتضی ہی کہ جب وہ کبھی آپ کے ممول سے مستفید نہ ہوئی تو آپ کے مرنے کے بعد بھی مستفید نہ ہو - شروع سے چلیے - آپ نے لڑکون کی تعلیم مین ہزارون روپیہ خرچ کیے لیکن فہیمہ کے لیے ایک استانی ڈیڑھ روپیہ مشاہرہ کی بھی کبھی نہ رکھی - یہ انتظام آپ کا محض اسلیے نہ تھا کہ تعلیم نسوان کے آپ خلاف ہین یہ تو جب سمجھا جاتا کہ دوسری طرح آپ اسکی تلافی کرتے - وہ آپ کے گھر مین لونڈی کی طرح پل کر جب بیاہی گئی تو یون جیسے بالغ ہونے پر کوئی لونڈی گھر سے نکال دی گئی - یا اس سے بھی بدتر حالت مین - مین نے مانا کہ میری سادگی آپ کو ایک بہانہ ہوئی - لغویات اور فضول رسمون مین آپ نے کچھ نہین خرچ کیا تو جہیز اور زیورات دینے مین کون مزاحم تھا -

لڑکی کو جو آپ نے زیورات کم دیے اور مین نے واپس کیے - آپ نے اسکو میری سادگی پر محمول کیا یہ نہ سمجھے کہ مین نے اسکو آپ کی اور اپنی حیثیت کے خلاف سمجھکر لینے سے نہ لینے مین لطف دیکھا - زیورات کے متعلق جو وعدے آپ نے کیے تھے وہ بارہ برس

ہو گئے کہ پورے نہ ہوئے - آپ کا یہ عذر کہ کلیم کے اخراجات سے آپ دبے جاتے ہین آپ ہی سمجھین کہ یہ باتین ایک منصف مزاج باپ کے کہنے کی ہین ؟ -

جاہل اور بدمزاج بی بی کا میکہ سے خالی ہاتھ آنا مین کچھ اچھا سمجھا تھا - لیکن اس سادہ لوح کو آپ کے وعدون پر ایسا بھروسہ رہا کہ اس حالت مین بھی بوے امارت اُسکے دماغ مین باقی ہے اور میرے پریشان رکھنے کے لیے بہت کافی ہے - مین نے ان تمام عیوب کے ساتھ آپ کی دختر نیک اختر کا اتنا ہی وقار کیا جیسا کہ ایک اچھی سی اچھی بی بی کا سسرال مین ہو سکتا ہے - مجھ سے اس پیوند مین جو غلطی ہوئی تا دمِ مرگ مجھے یاد رہیگی - مین تمام نوجوانون سے وصیت کرتا ہون کہ شادی بیاہ کے متعلق جتنی تحقیقات اُنسے ممکن ہو کم ہے -

غریب لڑکی اطاعت سے شوہر کے دل مین اپنی جگہ کر لیتی ہے - خوشحال گھر کی لڑکیان اگر بدمزاجی اور جہالت میکے سے ساتھ لائین تو بہت کھلتا ہے خصوصاً ایسی حالت مین کہ اس نقصان کی تلافی کرنے کو میکے والے طیار نہ ہون - سب سے اچھی وہ حالت ہے کہ غریب گھر کی لڑکی غربت کی حالت مین اطاعت اور فرمانبرداری کے زیور سے آراستہ شوہر کے گھر مین داخل ہو اور سب سے بدتر وہ حالت ہے کہ نافرمان بی بی خالی ہاتھ امیرانہ دماغ کے ساتھ کسی بھلے مانس کے گھر مین آکر ہمیشہ کے لیے اُسکا عیش منغص کر دے - شوہر غلام بننے کو طیار ہو - لیکن بی بی اُسکو خاطر مین نہ لائے ؎ -

زن بد در سرائے مرد نکو ہمدرین عالم است دوزخ او

آپ کی لڑکی نے اپنی جہالت سے نہ اب تک آپ کو پہچانا اور نہ مجھ کمبخت کو پہچانا - میرے عیش کی کوئی صورت کم و بیش پیدا ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ آپ اپنی جائداد سے فہیمہ کا محروم الارث رہنا بہت جلد ظاہر کر دین - آپ نے پہلے ہی ایسا کیا ہوتا تو مجکو زیادہ نفع پہنچتا - اب آپ کے اس احسان پر بھی میری آسایش کی پوری صورت نکلے یہ تو ممکن نہین - لیکن خیر کچھ تو نفع پہنچ ہی جائیگا - ممکن ہے کہ میری طبیعت پر آپ کو تعجب ہو میری بات کو آپ باور نہ کرین - لیکن آپ کیون نہ باور کرین ؟ - آپ ہی کی سی طبیعت تمام دنیا کی

ہو یہ کیا ضرور ہے۔ متمول بی بی سے میں نمبردار بی بی کو ہزارہا درجہ بڑھکر اچھا سمجھتا ہوں
میں آپ کو پھر باور کرانا چاہتا ہوں کہ میں کسی طرح آپ کے ارادے کے مخالف نہیں جو ن
آپ کے جی میں جو آئے شوق سے کیجیے میں ہرگز مزاحم نہ ہونگا۔ مزاحمت کا تو مجھے
یوں بھی حق نہیں ہے۔ صرف بی بی کو ورغلانا بس یہی میرے اختیار میں ہے۔ آپ کو اطمینان
دلاتا ہوں کہ میں ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ لیکن اگر بی بی نے خود سر اٹھانا چاہا تو پھر میں مانع
بھی نہ ہونگا۔ میں کسی طرح اُسپر جبر کرکے اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتا۔ اے
پاک پروردگار تمام چیزیں خراب ہو جائیں۔ تمام منصوبے بگڑ جائیں۔ دُنیا میں تو مجھے
جس حالت سے چاہ رکھ۔ لیکن قیامت میں رسوائی کا طوق گردن میں نہ ہو۔ آمین
ثم آمین۔

آپ کا خادم

محمد متین

یہ خط کسی آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ اور اطمینان کر لیا گیا کہ فی الواقع نصیر کے
ہاتھ میں خط پہنچ گیا۔ نصیر نے خط پڑھکر فوراً کلیم کو بلوایا۔ اور کلیم کی تحریک پر مجاہد بھی طلب
کیا گیا۔ اور اِن سب کے جمع ہونے پر گفتگو شروع ہوئی۔

کلیم (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) بھائی تم نے خوب ہی گُل کھلایا۔ سلیم اور
متین کی چٹھی دونوں ساتھ پڑھی جائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مبدا کی یہ دونوں
فیاضیاں ہیں۔

مجاہد۔ ایک ہی مبدا فیاض سے اِن دونوں نے ازلی سعادت پائی ہے۔

کلیم۔ میرے کہنے کا منشا اور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ہی شخص کے یہ دونوں
مسودے ہیں۔

مجاہد۔ خدا نے آپ کو ضرورت سے زیادہ ذہین بنایا ہے اسلیے آپ سب کچھ
سمجھ سکتے ہیں لیکن جہانتک امر حق کو تعلق ہے سلیم اور متین میں اب تک کوئی مراسلت
نہیں ہوئی۔ سلیم کا خط آپ کے والد بزرگوار کے خط کا جواب تھا اور متین نے جو کچھ لکھا ہے وہ
شیخ صاحب کے ارادے سے واقف ہوکر لکھا ہے۔ ہاں شیخ صاحب کا ارادہ متین کو صرف

میرے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ مین خطادار ہون تو صرف اسی قدر۔

کلیم۔ لیکن مجکو ہرگز یہ امید نہ تھی کہ حق ہمسائگی آپ یون ادا کرین گے۔

مجاہد۔ بھائی سچی بات تو یون ہی کہ فہیمہ کے حق مین یہ آپ صاحبون کا ظلم دیکھ کر مین بہت رنجیدہ ہوا۔ اخوت اسلامی اور حق ہمسائگی یہی دو نسبتین آپ سے ہین۔ فہیمہ کے ساتھ بھی یہ دونون واسطے موجود تھے۔ وہ بھی مسلمان ہی۔ اور برابر اسی محلہ مین آپ کے گھر رہ چکی ہی کیا وجہ ہی کہ مین آپ کا ہمدرد بنون اور اُسکا شریک حال نہ ہون خصوصاً ایسی حالت مین کہ آپ ظالم ہون اور وہ مظلوم ہو۔ ستین کو تمام حالات سے مطلع کرنا انسانی ہمدردی کا مقتضا تھا۔ مین اُنکو مطلع نہ کرتا تو خطاوار ہوتا۔ راست بازی نے مجھے ساکت نہ رہنے دیا۔

جب کلیم نے دیکھا کہ گفتگو کا پہلو بدلتا جاتا ہی۔ مجاہد کسی طرح دبنے والا نہین۔ اور شیخ نصیر پر بُرا اثر پڑ رہا ہی تو کلیم اُٹھ کر چلا گیا۔ مجاہد تھوڑی دیر تک ساکت بیٹھا رہا اور پھر وہ بھی اپنے گھر چلا آیا۔

شروع سے آخر تک نصیر چُپ رہا۔ اُسکے مُنھ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ ستین کا خط پڑھکر وہ بہت متاثر تھا اور اپنی غلطی پر نادم تھا۔ کلیم کو اپنے باپ کی دلی حالت سے خبر ہوئی اور کسی قدر اپنے مقصود کی طرف سے اُسکے دل مین ناامیدی پیدا ہو چلی۔

ادھر جتنے مواضع خریدے جاتے تھے بیعنامہ مین بجاے باپ کے نام کے کلیم کا نام درج ہوتا تھا۔ باپ اسکو دیکھتا اور سمجھتا تھا مگر چُپکا ہو جاتا تھا۔ اس طرح دو سال کے اندر بہت سی جائداد کلیم کے نام ہو گئی پُرانی دستاویزون کو بدلوا کر کلیم نے نئی دستاویزین خاص اپنے نام لکھوانا شروع کین۔ یہ چالاکی کچھ پہلے سے چلی آتی تھی۔ سب ملا کر سات مواضع ایسے ہو گئے جنپر تنہا کلیم کا نام درج کاغذات مال تھا۔ نصیر یہ سب دیکھتا تھا لیکن دلی کمزوری سے سکوت کرتا تھا اور اس طرح کلیم کو اپنی بد طینتی کے اظہار کا موقع ملتا تھا۔

دو برس یون گذرے اور تیسرے سال حسن اتفاق سے ایک شاہ صاحب محلہ کی مسجد مین آکر ٹھہرے۔ جاہل محض۔ مذہب اسلام سے بالکل ناواقف لیکن ہنسانے رلانے کے لیے چند عام لپند حکایتین انکو معلوم تھین۔

باب ۵

خرابی حالت کا ادنیٰ نمونہ

تھوڑے دنوں میں شاہ صاحب مرجع عوام ہو گئے۔ نصیر بھی شاہ صاحب کے دربار میں حاضر ہوتا تھا۔ کلیم کسی کا دوست نہ تھا۔ ہوا کا رخ دیکھتا تھا۔ باپ کو شاہ صاحب کے پاس آتے جاتے دیکھ کر یہ بھی وہاں حاضر ہونے لگا۔

کلیم پھر ایک مرتبہ گزشتہ باتیں یاد آئیں۔ شاہ صاحب کے زمرہ مریدین میں وہ داخل ہوا اور اپنے باپ کو بھی مرید ہونے کی ترغیب دی۔ کلیم نے اپنی چال بازیوں سے شاہ صاحب پر پورا قابو حاصل کر لیا تھا۔ شاہ صاحب اسکی مرضی کے خلاف زبان نہیں ہلا سکتے تھے۔ اور شاہ صاحب کے حکم کو نصیر رد نہیں کر سکتا تھا۔

کلیم کی تحریک پر ایک روز شاہ صاحب نے یہ مضمون پیش کیا کہ شیخ نصیر اپنی تمام جائداد کار خیر میں وقف کر دیں اور کلیم کو اسکا متولی بنائیں۔ تو لبہ نسلاً بعد نسلاً کلیم کے خاندان میں رہے۔ ممکن ہو کہ شاہ صاحب نے نیک نیتی سے یہ صلاح دی ہو اسلیے یا فہیمہ کو نقصان پہنچانا شاہ صاحب کا مقصود نہ ہو محض کلیم کا خوش کرنا اسکا مقصود رہا ہو لیکن ظاہر ہو کہ کلیم کا یہ جوڑ چل جاتا تو فہیمہ اور سلیم کے لیے دقت تھی۔ شاہ صاحب جاہل مطلق تھے۔ کلیم نے انکو آمادہ کیا وہ نصیر پر دباؤ ڈالنے کو مستعد ہو گئے۔ مسائل مذہبی سے وہ واقف ہوتے تو سمجھتے کہ نصیر کی اولاد موجود ہو وہ محروم ہوگی تو نصیر پر روز حشر عذاب ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ میں بھی وہاں پکڑا جاؤنگا "

مجاہد کے مخبر لگے رہتے تھے۔ اُسکو ان تمام حالات سے فوراً خبر ہو گئی۔ ایک روز وہ بعد نماز مغرب مسجد میں آیا۔ شاہ صاحب کے مرید حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کلیم بھی اُنہیں شریک تھا۔ نصیر ایسے جلسوں میں بہت کم شریک ہوتا تھا لیکن حسن اتفاق کہ اُسدن وہ بھی موجود تھا۔ مجاہد کنارے سے بیٹھ گیا۔ جب شاہ صاحب نے مراقبہ سے سر اُٹھایا تو مجاہد نے کہا " السلام علیکم " شاہ صاحب نے نہایت استکراہ سے

جواب دیا۔ مجاہد نے کبھی شاہ صاحب کی مخالفت نہین کی تھی۔ لیکن یاردن نے اسکا نام باغیون مین لکھوا رکھا تھا۔ اور شاہ صاحب کے دل مین خواہ مخواہ مجاہد کی طرف سے بغض تھا۔ شاہ صاحب تو کچھ نہ بولے۔ کلیم نے پوچھا کہیے حضرت آپ کہان تشریف لائے ہین؟۔

مجاہد۔ شاہ صاحب سے چند باتین دریافت کرنی ہین۔

شاہ صاحب۔ بیٹا آؤ۔ قریب آؤ۔ کیا پوچھتے ہو۔

مجاہد۔ حضرت آپ پر تو تمام علوم ظاہر و باطن کھلے ہین مجھے ایک مسئلہ مین کچھ شک سا ہوگیا ہے اور مین سمجھا ہون کہ میری تشفی ہوگی تو آپ ہی سے ہوگی۔

شاہ صاحب۔ بیٹا شرعی مسائل کسی عالم سے پوچھ فقیر کو شرع سے کیا کام۔

مجاہد۔ مین کچھ مذہب اسلام کی بات پوچھون گا۔

شاہ صاحب۔ ہم عشق کے بندے ہین مذہب سے نہین واقف۔

مجاہد۔ مین کچھ قرآن و حدیث کے متعلق پوچھنے آیا ہون۔

شاہ صاحب۔ بابا ہم لوگون کو قرآن و حدیث سے کیا مطلب۔

مجاہد۔ اللہ اور اسکے رسول کی باتین مین پوچھتا ہون اور آپ اسکے بیان کرنے مین تامل کرتے ہین؟۔

شاہ صاحب۔ بابا تو یہ باتین کسی مُلا سے پوچھ۔ ہم فقیرون کو انسے کیا سروکار۔

مجاہد۔ تم مذہب نہین جانتے۔ قرآن و حدیث نہین مانتے۔ اللہ اور اللہ کے رسول سے سروکار نہین رکھتے تو تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہنا تھا کہ چارون طرف سے معتقدین مجاہد پر ٹوٹ پڑے۔ آزادی سے کہہ تو گیا لیکن مریدون کی یورش دیکھ کر بہت گھبرایا۔ کلیم نے ذرا لوگون کو تیز کردیا۔ قریب تھا کہ مجاہد پٹ جاتا۔ لیکن قدرت پروردگار دیکھیے کہ پشاور کے دو مولوی دور و نزدیک سے اس مسجد مین ٹھہرے ہوئے تھے انھون نے جو دیکھا کہ ایک حق گو پٹا چاہتا ہے تو گوشہ مسجد سے نکل کر وہ دونون مجاہد کے پاس آگئے۔ ان مین سے ایک نے اُس شخص کو جو مجاہد کا گلا دبائے ہوئے تھا ڈھکیل دیا وہ ٹھکنی کھا کر کنارے

ہوگیا۔ اِن دونون بہادرون کے سامنے کسی کی نہ چلی۔

کلیم (پشاوری مولوی سے) آپ کون ہین۔

مُلّا۔ ہم بندۂ خدا ہی۔

کلیم۔ آپ کو ہمارے معاملات مین کیا دخل ہی۔

مُلّا۔ آپ کے گھر کا بات نہین ہی۔ دین کا بات ہی۔ ہم دو دن سے مسجد مین ٹھہرا ہی۔ اس بڈھا کا خادم مجلد الا اتنا کرتا ہی کہ پیغمبر کا اتنا تعظیم صحابہ نہین کرتا تھا۔ اسوقت کی بات سے ہمکو معلوم ہوا کہ یہ بالکل جاہل ہی اور دین سے اسکو کچھ تعلق نہین ہی۔ مسلمانون کو دھوکا دینے کے واسطے یہ شاہ صاحب بنا ہی۔ دین سے یہ بے ادبی کرتا ہی۔ مسلمان ہوکر مرتد بنتا ہی۔ ہمارے ملک مین ہوتا تو لوگ اسکا سر کاٹ ڈالتا۔

کلیم۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ شاہ صاحب جاہل ہین۔

مُلّا۔ ہم عالم جاہل نہین جانتا۔ یہ بیچارہ مسلمان دین کا مسلہ پوچھنے آیا۔ اگر یہ بڈھا شاہ مسلہ جانتا ہی اور نہین بتاتا ہی تو اسکا زبان کاٹ لینا چاہیے۔ اور مسلہ نہین جانتا اور دین کا پیشوا بنا ہی تو اسکا سر کاٹ لینا چاہیے۔ پیشوا سے دین بنکر روٹی کھاتا ہی تو کام کیون نہین کرتا اور کرنا نہین آتا تو مسلمانون کو فریب دینے کے لیے مذہبی پیشوا کیون بنتا ہی۔ ہمارا مذہب ایسا ہوگیا کہ جاہل لوگ امام بنتا ہی۔ انگریزی عملداری مین سزا کم ہی پھر بھی اطلاع کیا جائے تو اسکو دغا مین سزا ہوسکتا ہی۔ ابھی ملتان مین ایسا مقدمہ ہم خود دیکھ چکا ہی۔

مریدون نے یہ حال دیکھ کر کلیم سے کہا۔ کہ "آپ ملا صاحب سے کیون بحث کرتے ہین۔ شاہ صاحب کیا نہین جانتے۔ سب کچھ جانتے ہین۔ رات دن انکو سکھانے پڑھانے کے سوا اور کام ہی کیا ہی۔

مُلّا۔ ہان یہ ہم مانتا ہی۔ اچھا صاحب (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) پوچھیے کیا پوچھتا ہی ہم بھی غور کرے گا۔

مجاہد۔ (مُلّا کی طرف مخاطب ہوکر) اچھا آپ بھی بیٹھیے۔ جو ہم پوچھتے ہین آپ

سُنتے جاتیے۔

یہ دونوں ملا بڑے زبردست عالم تھے۔ لیکن اب تک مجاہد نے اتنا ہی سمجھا تھا کہ یہ دونوں سچے مسلمان ہیں اور بڑے ہمدرد ہیں۔ ایک ملا مجاہد کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا اور مجاہد گویا قلعہ میں بیٹھ کر شاہ صاحب اور اُنکے ذریات پر حملہ آور ہوا۔

مجاہد۔ (شاہ صاحب سے) اگر کوئی مسلمان یہ وصیت کرے کہ اُسکی کل جائداد کار خیر میں صرف ہو۔ شرعی ورثا محروم رہیں تو یہ وصیت جائز ہے؟۔

کلیم کچھ بولنا چاہتا تھا کہ ملاؤں نے اُسکو ڈانٹا اور کہا کہ "شاہ صاحب سے پوچھا جاتا ہے"۔ جو سب سے زیادہ واقف ہو اُسی کا بولنا مستحسن ہے؟۔

کلیم۔ مسائل فقہ شاہ صاحب کو کم معلوم ہیں۔

مُلّا۔ جب شاہ صاحب کی مذہبی معلومات کا یہ حال ہے تو انکو مذہبی پیشوا کس نے بنایا۔ ہندوستان میں بہت بُرا خراب بات ہے۔ اور اسی سے ہندوستان غارت ہوا ہے کہ یہاں عالم کا قدر نہیں ہے۔ یہاں قدر ہوتی ہے تو مکار جاہلوں کی۔ عالموں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور جاہل مذہبی پیشوا بنتے ہیں۔ ہمکو اس بات پر بڑا غصہ ہے۔ اسوقت اس بُڈھے کو (شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔ اگر اسنے جواب نہ دیا تو ابھی ہم اسکو مسجد سے نکال دے گا۔

مجاہد۔ (ملا صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) اس بُڈھے کو آپ پیچھے نکال لیجے گا۔ اسوقت وہ نہیں بولتا تو اسی کو (کلیم کی طرف اشارہ کرکے) بولنے دیجیے۔

کلیم۔ اگر کوئی کُل جائداد اپنی کار خیر میں دے ڈالے تو کوئی امر مانع نہیں ہے۔

مُلّا۔ دے ڈالنے کا سوال نہیں ہے۔ وصیت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔

کلیم۔ اگر کوئی وصیت کرے کہ اُسکا تمام مال اُسکے مرنے کے بعد کار خیر میں لگایا جائے تو یہ وصیت بقدر ایک ثلث کے جائز اور بقدر دو ثلث کے ناجائز ہوگی۔

مجاہد۔ ورثا کے حق میں وصیت کیسی ہے۔

مُلّا۔ حرام۔

مجاہد۔ کیا حرام سے آپکا یہ مطلب ہی کہ وصیت کرنے والا گنہگار ہوگا۔
ملّا۔ گنہگار تو ہی گا۔ یہ تو آخرت کا بات ہی۔ دُنیا مین بھی پشیمان ہوگا قاضی کے سامنے ایسی وصیت قابل نفاذ نہ ٹھہرے گی۔
مجاہد۔ قاضی اب کہان ہین۔
ملّا۔ حکام وقت قاضی کا قایم مقام ہی۔ وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر وغیرہ وغیرہ بہت سا بات احکام شرع کے مطابق انگریزی عدالتون سے فریقین کے مسلمان ہونے کا حالت مین فیصلہ پاتا ہی۔
مجاہد۔ وصیت کیون ورثا کے حق مین ناجائز ہی؟
ملّا۔ قرآن مین وارثون کے حصص مقرر ہین۔ اور جہان کہین کچھ اغلاق ہے احادیث سے صاف ہوگیا ہی۔ قرآن و حدیث کے خلاف وصیت کرنا بےادبی ہی۔ اور منع کیا گیا ہی۔ پیغمبر خدا کا قول ہی۔ الالا وصیۃ للوارث۔ وارث کے حق مین وصیت نہین ہی۔
مجاہد۔ اگر کوئی شخص احکام قرآنی کو یا راز حکمت نہ سمجھے یعنے لڑکیون کو یا بیبیون کو حق دینا منظور نہ کرے اور یہ خیال کرے کہ احکام قرآنی جہانتک عورتون کے حقوق سے تعلق رکھتے ہین بیجا بخلاف عقل اور خلاف مصلحت ہین تو کیا ہے؟
ملّا۔ کوئی مسلمان ایسا خیال رکھے تو وہ گنہگار ہی نہین ہی۔ مرتد ہی جو شرع مین کافر سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہی۔ جب اسکے نزدیک احکام الٰہی خلاف عدل اور خلاف انصاف ٹھہرے تو اللہ بھی عادل اور منصف اور حکیم نہوا۔ اور جو خدا کو ان صفات سے متصف نہ سمجھے وہ کمبخت مسلمان کب ہے۔
مجاہد۔ اگر وہ شخص وصیت نہ کرے مگر جیتے جی ایک وارث کو تمام حقیت اپنی دیکر دوسرے ورثا کو محروم کردے۔
ملّا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہی جیتے جی دیدے گا تو خود کیا کھائے گا؟
مجاہد۔ فرض کرلیجیے کہ اُسنے دیدیا۔ اور خود بھیک مانگ کر یا کوئی اور پیشہ کرکے

کو رکر تا ہی۔

ملّا۔ خلاف عقل بات کیونکر فرض کیا جا سکتا ہی۔

مجاہد۔ مسئلہ تو مفروضات پر بھی بتایا جا سکتا ہی۔ آپ کو اسکے فرض کر لینے مین کیا تأمل ہی۔

ملّا۔ اکثر لوگ خدا سے مکر کرتا ہی۔ وصیت نامہ خلاف شرع سمجھ کر ہبہ نامہ لکھدیتا ہی وصیت مقصود ہوتا ہی۔ اور ظاہر کرتا ہی ہبہ۔ قبضہ چھوڑنا مقصود نہین ہوتا اور نہ قبضہ چھوڑتا لیکن یہ سب فریبی کارروائی کرکے دُنیا مین ذلت اُٹھاتا ہی اور مرنے پر جو ہوگا اُسکا علم خدا کو ہی۔ جو ہمارے تمھارے اور تمام بنی نوع انسان کے دلون کا بھید جانتا ہی۔

مجاہد۔ آپ نے میرے سوال کا جواب نہین دیا۔ فی الواقع کوئی شی ایک وارث کو جیتے جی دیدیجائے اور دوسرے وارث کو نہ دی جائے تو یہ دینا شرعاً کیسا ہی؟

ملّا۔ اب مین کہانتک آپ کے سوالون کا جواب دون۔ جواب دینے مین غور و فکر سے کام لیا جاتا ہی۔ دماغ کو تکلیف ہوتا ہی۔ اسقدر مجکو معلوم ہی کہ بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام دیا۔ اور پیغمبر خدا کے پاس آیا کہ آپ کو گواہ کرے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ دوسرے بیٹے کو کیا دیا ہی۔ بشیر نے عرض کیا کہ کچھ نہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین اس ظلم پر گواہ نہ ہونگا۔ بشیر گھر گیا اور غلام جو نعمان کو دیا تھا واپس لے لیا۔ اب آپ بھی غور کرے کہ اس حدیث سے کیا بات پیدا ہوتا ہی۔ بعضون نے کہا ہی کہ ایسا ہبہ مکروہ ہی اور حرام کے قریب ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ ایسا ہبہ مطلق حرام اور باطل ہی۔

مجاہد۔ جناب ملّا صاحب۔ آپ نے جو کچھ فرمایا سب بجا فرمایا۔ آپ کے ملک مین علمی چرچا ضرور ہوگا جبھی آپ کو یہ سب باتین معلوم ہین۔ لیکن شروع مین آپ نے یہ کیا فرمایا کہ "زبان کاٹ لی جاتی۔ سر اُڑا دیا جاتا"

ملّا۔ ہم قوم کا بات کہا۔ پٹھان لوگ جھوٹا اور خلاف شرع بات سنکر جہالت کرتا ہی لوگونکو مار ڈالتا ہی لیکن پڑھا لکھا عالم لوگ ایسا بات نہین کرتا۔ وہ بحث کرتا ہی جیسا ہم نے کیا۔ اور قاضی کے سامنے مقدمہ جاتا ہی تو وہ فیصلہ کرتا ہی جیسا یہان کچہری کا حاکم لوگ کرتا ہی۔

مجاہد۔ (شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) کہیے حضرت کچھ آپ کی سمجھ مین بھی آیا۔ عالم وجاہل مین یہ فرق ہی۔ مہینون سے آپ شیخ نصیر کو وصیت کرنے کی ترغیب دے رہے ہین اور ناحق غریب ضمیمہ کی بد دعا لینے کو طیار ہین۔ اگر آپ مین ذرا بھی حب اسلام ہوتی تو آپ ایسے ناپاک مشورے مین شریک نہ ہوتے۔ میری راے شرع سے یہ ہی کہ آپ ایسے پیشواؤن کے سایہ سے دور بھاگنا چاہیے۔ آپ ایسی صورتون سے سخت گمراہی پھیلتی ہی۔ اپنی رنگت جمانے کے لیے عام پسند حکایتین سُناتے ہین۔ خدا اور خدا کے رسولؐ کی باتون سے آپ کو مطلب نہین ہوتا آپ مریدون کا رجحان طبیعت اور عام خلقت کا رخ دیکھتے ہین اور مناسب حال باتین سُناکر عوام کو اپنے دام مین لاتے ہین۔ آپ کو اس سے بحث نہین کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کا دین جاری ہوتا ہی یا مٹا جاتا ہی۔ آپ کو اپنی کامیابی سے غرض ہی اشاعت دین سے کوئی مطلب نہین ؎

اے بسا ابلیس کادم روے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

مین اپنے بچپن مین جب سُنتا تھا کہ فلان بادشاہ نے فلان فقیر کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ فلان بادشاہ کے وقت مین فلان درویش دار پر کھینچا گیا۔ تو مجھکو تعجب ہوتا تھا کہ خدایا یہ کیسے شقی القلب لوگ تھے جو فقیرون کو بھی چین سے نہین رہنے دیتے تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ بہت سے فقرا ایسے ہین اور ممکن ہی کہ پہلے زمانہ مین بھی ہون جنکا نہ ہونا آسایش خلایق کا باعث ہوتا ہی۔ کیا معنی کہ اگر کوئی شخص بُرا ہی اور بُرا مشہور ہی تو اپنے لیے بُرا ہی۔ دوزخ مین جائیگا تو اپنے جسم سے دوسرون کو کیا نقصان۔ لیکن ایک شخص ایسا ہی کہ نہایت بُرے افعال اُس سے ظہور مین آتے ہین اور پھر عوام مین وہ پیشواے دین سمجھا جاتا ہی۔ نعوذ باللہ کیسی خطرناک حالت ہی۔ اُس شخص کے ناپاک دستور کو عوام ذریعہ نجات سمجھتے ہین۔ اور کوئی عالم منع کرے تو میان صاحب کے فعل سے تمسک کیا جاتا ہی شرک فی النبوۃ اور شرک فی اللہ۔ تو یہ اعتقادات کی ابجد ہی۔ جہلا کے نزدیک جب تک اپنے پیر کو نبی اور اللہ سے مرید برتر نہ سمجھے گا۔ اسیر راہ سلوک ہرگز روشن نہوگی

یہان تک بھی حیرت ہی۔ صرف مُرید ہی خراب گئے۔ پیر کے ساتھ اپنے لیے بھی جہنم کا راستہ نکالا۔ مشکل تو یہ ہوتی ہی کہ پیر کے بھروسے پہ مرید بن دوسرے بندگان خدا کے آزار کے در پے ہوتے ہین اور اپنے شمار ہین مجاہدین فی سبیل اللہ مین داخل ہوتے ہین۔ تمام دُنیا سے مال لوٹ کھسوٹ کر لاتے ہین۔ سیکڑون کو ذبح کرتے ہین۔ ہزارون گھر برباد کرتے ہین۔ اور پھر دادا پیر کے عُرس کے لیے سو پچاس روپیہ شاہ صاحب کے سامنے پیش کیے اور شاہ صاحب تمام معاصی کے بخشوا دینے کے ضامن ہو گئے۔ اب پھر وہ قتل و غارت کے لیے طیار ہین۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہین ہی کہ نفوس کرام سے زمانہ خالی ہی یا پہلے خالی تھا۔ ایک سے ایک بڑھکر کامل گزرے ہین۔ اور اب بھی بڑے بڑے اکابر موجود ہین۔ لیکن سچے درویش اتنے کم ہین اور تم ایسی نقلی صورتین اتنی زیادہ ہین کہ محتاط شخص کو تم سے دور رہنا اچھا ہی۔ خدا صاف لفظون مین لکھتا ہی للذکر مثل حظ الانثیین۔ ایک مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ دیا جائے۔ یعنے نصیر کی جائداد مین کلیم دو روپیہ پائے۔ سلیم دو روپیہ پائے اور فہیمہ ایک روپیہ پائے اور تم یہ صلاح دیتے ہو کہ پانچون روپیہ نصیر کے مرنے کے بعد کلیم ہی کو پہنچ جائین۔ فہیمہ کچھ نہ پائے۔ اب تم خود دل مین سوچو کہ نصیر کو خلاف قرآن عمل کرنے کی تم ترغیب دیتے ہو اور صرف ترغیب ہی نہین بلکہ پیشوائے دین کی حیثیت سے اسکو باور کراتے ہو کہ اسمین بہتری ہی۔ تم ہی بتاؤ کہ تم نیابت رسولؐ انجام دیتے ہو یا نیابت شیطان۔ تم پر تو میرا اعتراض کم ہی پیٹ کے لیے آدمی کیا نہین کرتا۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی ہین جو پیٹ کے لیے ڈاکہ مارتے ہین چوری کرتے ہین۔ حیرت تو اُن بیوقوفون پر ہی۔ جو خدا کا کلام اور رسولؐ کے افعال سے گریز کر کے تم ایسے بفکرون کی جاہل فریب باتون پر عمل کرتے ہین۔

غرض موقع پاکر مجاہد نے خوب ہی سُنایا۔ کوئی دقیقہ باقی نہین لگا رکھا۔ شاہ صاحب تو کیا بولتے کلیم بھی دم بخود ہو رہا۔

نصیر اِن تمام باتون کو نہایت غور سے سنتا رہا۔ اور اُسکے چہرے سے پیدا تھا کہ وہ بہت

کچھ متاثر ہو رہا ہے۔ اسکے بعد ایک مُلّا نے کھڑے ہوکر عشاکی اذان دی۔ اور اذان کے ساتھ ہی سلسلہ سخن بند ہو گیا۔

نماز پڑھکر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ مجاہد نے اُن مُلّاؤن کے لیے نہایت عمدہ کھانا اپنے گھر سے بھیجا۔ اور پچاس ۵۰ روپیہ خوان پر رکھدیئے۔ دونون مُلّا اپنے دل مین سمجھے کہ عاقبت مین حق گوئی کا صلہ ملتا ہی دُنیا مین بھی کچھ مل گیا۔

صبح کو مسجد مین ایک دوسرا ہی گُل کھلا۔ کلیم تو پابند صوم و صلواۃ نہ تھا لیکن شاہ صاحب کی مجلس مین شریک ہونے کے لیے وہ نمازی بن گیا تھا۔ نصیر گو پابند صلواۃ تھا۔ لیکن صبح کی نماز وہ اکثر قضا پڑھتا تھا۔ شاہ صاحب کی صحبت کا اثر اتنا اسپر بھی ہوا کہ وہ صبح اُٹھنے کا عادی ہو چلا تھا۔ شاہ صاحب پنجوقتہ نماز پڑھاتے تھے اور اسلیے اُنکو سب کے پہلے مصلے پر آبیٹھنا بھی لازم تھا۔ شاہ صاحب کی نماز کہان تک ریا کاری پر مبنی تھی یہ اُنکے اعمال سے ظاہر ہے۔ کہین نماز سچے دل سے ہوتی تو پھر کیا پوچھنا تھا شاہ صاحب کی صحبت اکسیر ہی بنہ ہوتی صحابہ کرام اور اکابر اسلام جو پہلے گزر گئے ہین انمین کیا تھا کوئی سرخاب کا پر لگا تھا۔ اُنکی عبادت سراپا خالصاً لوجہ اللہ ہوتی تھی۔ اسلیے تلامذہ مصاحبین احباب اور مریدین پر نیک سچا اور خالص اثر کرتی تھی۔

صبح کو نماز کے لیے وہ سب جمع ہوئے جنکو اس داستان سے تعلق ہے۔ نماز پڑھکر شاہ صاحب فارغ ہوئے اور وظیفہ شروع کیا۔ جماعت مین ایک اجنبی شخص شریک تھا جیب سے اُسنے کاغذ نکالا کبھی وہ شاہ صاحب پر نظر کرتا تھا اور کبھی کاغذ دیکھتا تھا۔ اس حرکت پر ہر شخص کو تعجب ہوا۔ پہلے شاہ صاحب ہی نے گفتگو مین سبقت کی۔

شاہ صاحب۔ بابا کیا دیکھتا ہے۔؟

اجنبی۔ آپ کو دیکھتا ہون اور اپنا کاغذ دیکھتا ہون۔

شاہ صاحب۔ کاغذ مین کیا لکھا ہے۔؟

اجنبی۔ کاغذ مین لکھا ہی کہ تم نے ملتان کی ایک گاڑی مین دنٹس برس کے لڑکے کو زیور کی طمع سے مار ڈالا تھا۔ اور پھر یہ لکھا ہی کہ سیالکوٹ کی مسجد کے حجرے مین تم نے دو ہزار کے

زیور چاندی سے سونا بنانے کے لیے اپنے احمق معتقدین سے لیے اور پھر وہان سے رفوچکر ہوئے۔ اس کاغذ مین لکھا ہے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان مین ایک رسالدار جو تمھارا مرید ہے اور اُسکی بی بی تمھاری معتقد تھی۔ اس بی بی کو تم نے وہان سے بھگایا اور لاہور کے قریب پہنچکر تم نے اُسکے تمام زیورات لیکر اُسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ مین سیالکوٹ کا کوتوال ہون۔ اور تمھاری تلاش کے لیے چھ مہینے سے گھوم رہا ہون۔ امرت سر لاہور۔ دہلی۔ مراد آباد۔ بریلی۔ بنارس۔ غازی پور۔ پٹنہ جہان جہان تم گئے مین بھی تمھارے ساتھ ساتھ چلا۔ ۲ ہفتے سے یہان بھی مقیم ہون۔ آج میری محنت ٹھکانے لگی ہے

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری طے ہوئی آج کی منزل ہین مستاہیری

پھر کیا تھا۔ کوتوال صاحب کے ساتھ پانچ کنسٹبل خاص چہرہ کی پولیس کے بہ تبدیل لباس شریک نماز تھے۔ فوراً اُنھون نے وردی پہنی اور شاہ صاحب کی بانہہ پکڑی شاہ صاحب نے گردن نیچی کرلی اور کوتوال کے ساتھ ہوئے۔ شاہ صاحب کے ساتھ جو دو چار مرید تھے وہ اس طرح نکل گئے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ کوتوال نے شاہ صاحب کے ساتھیون کو پوچھا تو اُنکا اسباب البتہ لاوارثی مال کی طرح بحق سرکار ضبط ہونے کو ہاتھ آیا۔ لیکن اُن بندگان خدا کا کچھ پتا نہ لگا۔ کلیم پہلے ہی مسجد سے باہر ہو گیا تھا۔ نصیر آخر تک رہا۔ اور پھر آہستہ سے اپنی چھڑی اُٹھائی اور جوتا پہنکر گھر کا راستہ لیا۔ مجاہد اور وہ دونون ملا مسجد مین رہگئے اور دو چار محلہ والے مجاہد کی فراست کے مداح اور ملاؤن کی ایمانداری کے قائل باقی رہ گئے۔ مسجد مین کوئی گھڑی دن چڑھے تک محلہ والے آتے رہے اور شاہ صاحب کے حالات مجاہد سے سُنتے رہے۔

باب ۶

غلط فہمیان

مجاہد خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور دو گھنٹے کے بعد نصیر کے طلب کرنے پر اُنکی خدمت

میں حاضر ہوا۔ نصیر بہت تپاک سے ملا۔ اور کہنے لگا "تمھاری باتیں میرے دل پر اثر کرتی جاتی ہیں۔ میں تمکو بہت سچا مومن اور بڑا ہی راست باز مسلمان سمجھتا ہوں۔ اس شاہ نے مجھے بڑا ہی دھوکا دیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کلیم کی چالبازی تھی۔ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ کوئی بات خلاف شرع پسند نہ کرونگا۔ کلیم میرے کام آئیگا نہ فہیمہ۔ بس ایک ایمان میرا میرے ساتھ جائیگا۔

مجاہد۔ مجکو آپ کی باتوں کا اعتبار نہیں۔ لمحہ لمحہ آپ کی راے بدلتی ہے۔

وہ تلون مزاج یار میں ہے ہاں ابھی ہے تو لحظہ بھر میں نہیں

کسی بڑے عالم کو بلوائیے۔ کچھ دین کی باتیں سُنیے۔ تاکہ ایمان میں آپ کے استواری آئے۔ خیالات میں استقلال پیدا ہو۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کو دینداروں سے صحبت کم رہی۔ اور دینی علوم کی تحصیل بھی آپ نے نہیں کی۔ اب آخری وقت میں بھی شغلے اچھے ہیں۔ دُنیا کے مزخرفات کو چھوڑیے۔ اور خدا کی طرف لو لگائیے

نصیر۔ عرصہ سے میری یہی خواہش ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مذہب اسلام میں اتنے مختلف فرقے ہیں اور مولویوں میں اسقدر اختلاف راے ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ مذہبی باتیں سُننا چاہے تو اُسکو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کس کی سُنے اور کس کی نہ سُنے۔

مجاہد۔ ایک حد تک آپ کا کہنا صحیح ہے لیکن کوئی شخص اگر سچے دل سے طلب حق کرے تو اسکو کوئی دشواری نہ ہوگی۔ کیا معنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق خداشناسی کا نام ہی اسلام ہے۔ تمام اہل اسلام اسمیں متفق ہیں اتنا سمجھ لیجیے تو ہر مذہبی بحث کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ پیغمبر خدا نے جو فعل عبادت سمجھکر نہیں کیا وہ تم بھی نہ کرو۔ اور جو فعل پیغمبر خدا نے کیا اور اپنی اُمت کو اُسکے کرنے کی ہدایت کی اُسکو حتی الوسع کرو۔ بس یہی اسلام ہے۔ رہا جزئیات میں اختلاف جزئیات کے اختلاف سے نہ کوئی ناری ہوتا نہ ناجی۔ اسلام میں بیجا سختی نہیں ہے

اور نہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے ایمان میں کوئی فرق آتا ہے۔

نصیر۔ بھائی تمہاری باتیں مجکو بہت بھاتی ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات جم گئی کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے وہی بڑا مسلمان ہے۔

مجاہد۔ بڑا اور چھوٹا میں نہیں جانتا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے اتباع کا نام اسلام ہے۔ اور جو اسکا متبع نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

نصیر۔ ہاں میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔

مجاہد۔ میں ایک شخص کا نام بتاتا ہوں۔ آپ اُنسے ملیے یا اُنکو بلا بھیجیے۔ دیکھیے تو سہی کتنے زبردست عالم ہیں۔ اور کیسی باتیں بتاتے ہیں۔

نصیر۔ نام کیا ہے؟

مجاہد۔ آرے کے مولوی صاحب۔ بہت مشہور آدمی ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم آپ انکو جانتے نہیں۔ اُنکی ذات سے ایک بہت بڑا مدرسہ جاری ہے۔ اُسمیں دینیات کی تعلیم دیجاتی ہے۔ وہ مفسر ہیں۔ محدث ہیں۔ واعظ ہیں۔ بڑے محقق اور بڑے پکے دیندار۔ آپ اُنسے ملیے تو جی خوش ہو جائے۔

نصیر۔ اجی ابو محمد ابراہیم کو تو میں جانتا ہوں۔ وہی نا جو وہابی مشہور ہیں۔ اُنکو تو کوئی اچھا نہیں کہتا۔

مجاہد۔ پیغمبر خدا کو کفار کب اچھا کہتے تھے۔ اگر آپ کسی بزرگ کی وقعت کو عوام کے قول سے جانچیں گے تو بڑی غلطی میں رہیں گے۔ آپ یہ نہ دیکھیے کہ مولوی ابراہیم کو لوگ بُرا کہتے ہیں یہ دیکھیے کہ مولوی ابراہیم کو بُرا کہنے والے کیسے ہیں۔ آپ ہی کے محلہ میں شاہ صاحب آئے تھے۔ تمام شہر اُنکی طرف گرویدہ تھا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اُنکا کیا حشر ہوا۔ شاہ صاحب پر اعتقاد رکھنے کا مادہ جنمیں ہے وہ ہرگز مولوی صاحب کی طرف رُخ نہ کریں گے اور مولوی صاحب پر ایمان لانے والے ایسے فقیروں پر نظر نہ ڈالیں گے میں نے قرب کی وجہ سے مولوی ابراہیم کا نام لیا۔ آپ محسن الملک مولانا شاہ امانت اللہ غازی پوری کو بلوا لیجئے دنیا میں ایک سے ایک بڑھکر عالم اور صوفی موجود ہیں۔ طالب سچا چاہیے۔

نصیر- تو پھر مولوی ابراہیم کو وہابی کیون کہتے ہین؟-

مجاہد- آپ وہابی اور بدعتی کے جھگڑے مین نہ پڑیے انسان تو ہر وقت انسان ہی ہم آپ جب لڑتے ہین تو گالیان بکتے ہین- علما کی لڑائی یہ ہی کہ ایک دوسرے کو وہابی اور بدعتی کا خطاب دیتا ہی- کوئی قرآن اور حدیث سنائے تو آپ سُنیے- خدا اور رسول ؐ کے کلام پر عمل کیجیے کہنے والے سے آپ کو کیا مطلب ہی کہ وہ کیسا ہی- آپ کو قرآن و حدیث کا غلط ترجمہ کوئی عالم نہ سنائیگا اطمینان رکھیے- پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشہور ہی- خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم- ترجمہ- سب سے اچھا زمانہ میرے ہمعصرون کا ہی- پھر اُنکا جو میرے ہمعصرون سے ملے- پھر اُنکا جو اِن ملنے والون سے ملے- خلفاے اربعہ تک دین و دنیا کا ایک پیشوا ہوتا تھا- اسکے بعد تفرقہ پڑا اور ایک صدی کے اندر علما فقہا محدثین کا گروہ الگ ہو گیا اور بادشاہ و اراکین دولت کی جماعت الگ ہو گئی- وہ زمانہ بھی غنیمت تھا کہ عوام کے ڈر سے سلاطین علما کا ادب کرتے تھے اور کچھ اپنے نور ایمان کے سبب سے بھی ایکین مذہبی تہذیب زمانہ مابعد کے اعتبار سے غیر مختتم تھی- جب اسلام مین ضعف آیا تو سلاطین وقت علما کی طرف سے بیخوف ہوئے- اور اب خود علما کو یہ فکر ہوئی کہ وہ شرعی امور مین بادشاہ کے لیے سہولتین بہم پہنچا کر بادشاہ کے دربار مین سرفرازی حاصل کرین- سچے علما پھر بھی اپنی حالت پر قایم رہے- لیکن انھین مین بدنام کنندہ نکو نامے چند بھی تھے- ضعف ایمان تمام پھیل رہا تھا- چھوٹے پیشوا اصلی پیشوا سے زیادہ موقر سمجھے گئے- چھوٹے پیشواؤن کی ہدایت مین سہولتین زیادہ اور علمی معلومات کی ضرورت کچھ بھی نہ تھی اسلیے یہ تعداد مین بھی زیادہ ہوئے- اسلام قیامت تک قایم رہیگا- اور وقتاً فوقتاً علماے اُمتی کا نبیاے بنی اسرائیل کے سچے مصداق ریفارمر بھی پیدا ہوتے رہین گے- جس طرح علماے بنی اسرائیل کے مخالفین ہوتے تھے ویسے ہی سچے مصلحون کے خلاف بھی عوام نے کمر باندھی ہے- آپ نے پوچھا تو کچھ لفظ وہابی کی تحقیقات بھی سُن لیجیے گو اسکے جاننے مین دین و دنیا کا کوئی نفع نہین- اکبر کے وقت مین جو حالت اسلام کی تھی وہ ایسی کھلی کھلی ہی کہ اُسکے تذکرے کی ضرورت نہین ہی- لیکن پھر بھی وہ حالت غنیمت تھی- اُسوقت بہت سے مسلمان ایسے تھے جو اکبری دربار کا پورا طوفان بے تمیزی

مقابلہ کرسکتے تھے۔ جہانگیر اور شاہجہان کی حالت بین بین تھی۔ عالمگیر خود اپنی ذات سے سخت تھا اور اُسکے وقت مین بھی پکے مسلمان تھے۔ لیکن عام مسلمانون مین زہریلا اثر پھیل رہا تھا۔ ہندؤن کی صحبت نے مسلمانون کے مذہب کو بھی مذہب ہنود کی طرح شرک فی اللہ اور شرک فی النبوت کا معجون مرکب بنا رکھا تھا۔ اب اسی حالت مین طرہ یہ ہوا کہ رنگینی طبع نے بھی مذہب اسلام مین دخل حاصل کیا۔ محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ دہلی مین اور یہان لکھنؤ مین آخری وقت شاہان اودھ کا ایسا گزرا ہی کہ سب پر ظاہر ہی۔ ان بادشاہون کی دلی تمناؤن کے ساتھ مذہبی انقلاب نے بھی ڈراونی صورت پیدا کی۔ مسلمانون کے گھر مین وہ وہ باتین ہونے لگین جو عربون ترکون مغلون کے خیال مین بھی نہ تھین کہ ہماری اولاد اس طرح ہمارے نام مٹا دے گی۔ اب اس حالت طوفان بے تمیزی مین محبان اسلام نے جو ذرا اسلامی رنگت دکھانی چاہی تو ہر طرف سے لوگ اُنپر دوڑ پڑے۔ عیسائی اچھے۔ یہودی اچھے۔ ہندو اچھے۔ زردشت اچھے لیکن وہ نہین اچھے جنکے منھ سے یہ نکلے کہ "بھائیو خدا اور خدا کے رسول کی راہ پر چلنے لگو اور خاندانی رواج کی پیروی چھوڑدو۔ خدا کے حکم اور رسول کی سنت کی پیروی کرو" ان سچے مسلمانون کی شان مین لوگون نے طرح طرح کے سوء ظن ظاہر کیے۔

کتنے مسلمان نماز نہین پڑھتے۔ روزہ نہین رکھتے۔ احکام شرع سے نفرت رکھتے ہین۔ شراب پیتے ہین گانا سنتے ہین۔ مزامیر پر وجد کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم فنا فی اللہ ہو رہے ہین۔ ایسے مصلحان قوم کہتے تھے کہ بھائیو نفس امارہ نہین مانتا تو سب کچھ کرو۔ اور اپنے کو بُرا سمجھو بلکہ بُرا بھی نہ سمجھو۔ ہر ایک کا معاملہ خدا سے جدا ہی لیکن یہ کیا غضب ہی کہ تمھاری دیکھا دیکھی جاہل مسلمان نمازین قضا کرتے ہین۔ افعال حسنہ کی پیروی چھوڑتے ہین۔ اور اختراعی طریقے پر فنا فی اللہ ہونے کو چلے آتے ہین۔ خود مریض رہو لیکن اپنے مرض کو مرض متعدی کیون بناتے ہو۔ ناصحون کی اس کڑوی نصیحت نے قوم سے اُنکو وہابی خطاب دلوایا۔ جس طرح انبیا سے بنی اسرائیل جادوگر مکار اور دغاباز کہے جاتے تھے۔ اسی طرح اسوقت کے قومی ریفارمر کی شان مین

کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بے دین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منع کرتے
ہیں۔ کیا اچھی تعبیر ہے۔ یہ غریب مُلّا پکار رہے ہیں کہ "بھائیو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے محبت کرو۔ اُنکے طریقے پر چلو۔ اُنکے افعال واقوال کی متابعت کرو۔ آنحضرتؐ
نے جو کیا وہ تم بھی کرو اور جس سے منع کیا وہ ہرگز نہ کرو۔ تم ایسا کروگے تو محب رسولؐ سمجھے
جاؤگے۔ اور جب محبت رسولؐ پیدا ہوگی تو راہ خدا بھی ملیگی"۔ جہلا کے نزدیک اولیا و
صالحین اور مصلحین کا گروہ تو دشمن نبیؐ سمجھا گیا۔ اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
راہ اختیار کرنے والے آنحضرتؐ کے دوست بنے۔ صدقے اس [illegible] کے
ہر ایک کی عقل نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ تمام عمر جس نے تحصیل علم حدیث میں صرف کی
سیکڑوں کو علم حدیث کا عالم بنا دیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر قدم بقدم چلنے
میں اپنی نجات سمجھا وہ تو محب رسول نہ کہا جائے۔ گمراہ۔ مرتد اور دشمن رسولؐ مشہور ہو۔ اور
محب رسولؐ کون بنے؟ وہ جاہل مطلق جس نے جھوم کر شعر نگلین آنکھ غضب ناک پھری وہ جس نے
پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ محض ریا سے۔ سچے دل سے ہو تب بھی خیر ایک رنگ ہے [illegible]
پر کوئی اعتراض نہیں۔ مشکل تو یہ ہے کہ اس لباس میں ہزار جھوٹے ہیں تو کوئی دن سیچے۔
ہاں اور سنئیے۔ نجد میں کوئی محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوا تھا اور مدینہ پر اُسنے مسعود شاہ نجد
کے ساتھ چڑھائی کی تھی۔ اور بمضمون حدیث نبوی "لا تجصص القبور" قبروں کو پختہ نہ بناؤ
بجز روضۂ اقدس رسول اللہ علیہ التحیۃ والسلام کے۔ تمام قبروں کے گنبد توڑ ڈالے۔ اور
پختہ قبریں مٹا دیں۔ اُسکا یہ بیان تھا کہ ایسی تعمیر مستحب تھی تو اصحاب کے وقت میں کیوں
نہ ہوئی۔ یہاں عبدالوہاب کے عقاید سے بحث کرنا نہیں ہے۔ صرف یہ دکھانا ہے کہ ابن عبدالوہاب
کون تھا یا اسکے عقاید کیا تھے۔ اہل سنت وجماعت کے مذہب کا اصول یہ ہے کہ توحید
اور رسالت کے قائل کو بُرا نہ کہو۔ جب یزید کو ملعون کہنے میں اختلاف ہے تو عبدالوہاب تو
احیائے سنت نبوی کا مدعی تھا۔ دعوی اسکا جھوٹا تھا یا سچا یہ خدا کو معلوم ہوگا۔ بہرحال
ہندوستان میں یہ بے ادب مشہور ہوا اور حجاز میں بھی یہی شہرت ہوئی۔ جاہل فریب
باتیں بہت جلد اثر پیدا کرتی ہیں مسلمانان ہند سے عناد رکھنے والے اپنے سنیچے

واعظون کو عبدالوہاب کے عقاید کی طرف منسوب کرکے وہابی اور نجدی کہنے لگے۔ حالانکہ مسعود شاہ کی چڑھائی کے بہت پہلے عبدالوہاب مرچکا تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی طرف سے سنت نبوی پر عمل کرنے والون کو بغیر امتیاز و استثناء کے بے ادب لقب دیا گیا۔ اور خلاف سنت چلنے والے باادب قرار پائے۔ مسلمانون کی سمجھ اگر ایسی نہ ہوتی تو آج یہ بُرے دن کیون دیکھنے مین آتے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ماننا چاہیے کہ جا بجا چند بے ادب ایسے بھی گزرے جنھون نے اپنا جوش جہالت کے ساتھ ظاہر کیا اور بے ادب بکردم ما ندا ز فضل رب [illegible]

نصیر۔ یہ تم سب کیا سُنا گئے جسکا یاد رکھنا کیا سمجھنا بھی میرے لیے مشکل ہے معلوم تم کیا کہتے ہو مین تو یہ سمجھتا تھا کہ جو شخص اماموں کو نہ مانے اپنی راے سے دینی باتون مین دخل دے اُسکو گمراہ کہتے ہین۔

مجاہد۔ لاحول ولا قوۃ۔ تم بھی کس غلطی مین تھے اور تم کیا بہت سے مسلمان ایسی غلطی مین ہونگے۔ جنکو تم گمراہ کہتے ہو قرآن اور حدیث کا عامل اُن سے زیادہ کوئی دوسرا نہین ہے۔ یہ سب سچے مسلمان حلیم نیک مزاج تابع سنت نبوی سراپا خلق محمدی ہوتے ہین۔ کسی زمانہ مین گورنمنٹ کو یہ شبہ ہوا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے مخالف ہین۔ دشمنون نے موقع پاکر گورنمنٹ کے کان بھرنے شروع کیے تھے فوراً یہ اپنی صفائی نہ دے سکے۔ عرصہ تک یہ مخمصہ قایم رہا۔ ممکن ہے کہ چند مشتبہ اشخاص بھی اس گروہ مین ہون۔ خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد۔ بُرے بھلے کن مین نہین ہوتے جُہلا تو ہر فرقہ مین باعث بدنامی ہوتے ہین۔ دیکھا دیکھی بعض جاہل پھلیون تک کا گھوٹنا اور سینہ چاک پیراہن پہنے ہوئے علامہ دہر بنے پھرتے تھے۔ علم دین سیکھنے کے لیے لکھنے پڑھنے کی کچھ ضرورت نہین ہے۔ فیض صحبت کافی اور بہت کافی ہے لیکن جنکو فیض صحبت بھی نہ ہوا ہو محض نقال بنکر جنھون نے بے تمیزی اور بے ادبی کا نام اسلام سمجھا ہو وہ ضرور بدگمانیون کے پھیلنے کی وجہ ہوئے۔ ورنہ آیت قرانی۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (ترجمہ۔ خدا رسول اور گورنمنٹ وقت کی اطاعت کرو) پر جتنا عمل اُن مولویون کو تھا (جو اہل حدیث مشہور تھے) اتنا لیاً دوسرون کو نہ تھا۔ عرض جہلا کی طرف خیال

کرنے سے جو بدگمانیاں گورنمنٹ کے ذہن میں پیدا ہوئی تھیں وہ رفع ہوگئیں اور بالآخر گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ دفاتر سرکاری میں اس گروہ کے لوگ اہل حدیث لکھے جائیں۔ اب جسکو آپ گمراہ کہتے ہیں وہ اہل حدیث ہیں یعنے سنت نبوی کے جاننے والے اور اسپر عمل کرنے والے۔ نام ہی سے سمجھ جائیے کہ یہ امت محمدیہ میں سب سے افضل اور برتر ہونے کا دعوی کریں تو کیا بیجا ہے۔

نصیر۔ جبھی یہ کسی کے مقلد نہیں ہوتے ہیں جو سمجھ میں آتا ہے کرتے ہیں۔

مجاہد۔ یہ خدا اور خدا کے رسول کے مقلد ہیں اور کس کے مقلد ہوں؟۔ تمھارے شاہ صاحب جو مسجد میں تھے اُنکے مقلد ہوں جب خوش ہوگے۔

نصیر۔ نہیں صاحب امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہوں۔

مجاہد۔ اچھا اسے بھی سُن ڈالیے۔ سب میں ہی کہدونگا تو مولوی صاحب آکر کیا سُنائیں گے۔ سُنیے جب اسلام عرب سے نکل کر دور دور پھیلنے لگا اور معاملات نئی نئی قسم کے پیدا ہوئے تو اُسوقت ضرورت ہوئی کہ قرآن اور حدیث کو ملا کر عوام کی آسانی کے لیے فقہ مدون کی جائے۔ ہر سمجھدار مسلمان کو رائے لگانے کا حق حاصل تھا۔ لیکن چند علما زیادہ تر اس قابل سمجھے گئے اور گویا قوم سے وہ تدوین فقہ کے لیے مامور ہوئے اُنھوں نے کوشش کی اور بعض مسلمان اُنکے مددگار رہے۔ ان علما کو مجتہد یا امام کا لقب دیا گیا۔ اختلاف آرا لوازم انسانی سے ہے۔ کہیں کہیں ان ایمہ میں باہم اختلاف ہے لیکن محض جزئیات اور مستحبات میں۔ کلیات اور واجبات میں بالکل نہیں ہے یا بہت کم ہے۔ ان ایمہ میں امام ابوحنیفہؒ عراق کے فقیہ تھے۔ عراق سے ہندوستان تک تمام علما کے تلمذ کا سلسلہ زیادہ تر انھیں تک پہنچتا ہے اسلیے ہندوستان میں زیادہ انھیں کی رائے کا رواج ہے۔ اور جہانتک ہمنے غور کیا ہے نزاعی مسئلوں میں امام ابوحنیفہ کی رائے زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُنکے پیرو بھی زیادہ ہیں۔ لیکن میرا یہ عقیدہ نہیں ہے اور نہ خدانخواستہ کسی دانشمند مسلمان کا ہونا چاہیے کہ ان ایمہ کی تقلید جزو ایمان ہے۔ اور جسکا یہ خیال ہے میرے نزدیک وہ بڑی غلطی میں ہے۔

مین نے تو ایک مرتبہ بہت بڑے عالم سے سُنا تھا اور مجھے تعجب ہو کہ وہ کیسے عالم تھے اگر یہی علم ہو تو اس سے جہل کہین اچھا۔ وہ فرماتے تھے کہ بروز حشر چارون امام یعنے امام ابوحنیفہ۔ امام شافعی۔ امام حنبل۔ امام مالک الگ الگ کھڑے ہونگے اور انکے مقلدین اپنے اپنے امامون کے جھنڈے کے تلے ہونگے۔ وہ وقت غیر مقلدون کے لیے نہایت سخت ہوگا جو کسی جھنڈے کے نیچے کھڑے نہ ہوسکین گے۔ مین سُنکر ساکت رہا لیکن اسکا جواب بہت آسان تھا یعنے ان امامون کے پہلے جتنے صحابی گزرے ہین اور خود پیغمبر صاحب یہ اِن امامون مین سے کسی کے مقلد نہ تھے۔ جہان وہ کھڑے ہونگے وہان غیر مقلد بھی کھڑے ہوجائین گے۔ اگر محض غیر مقلد ہونے سے پیغمبر خدا کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب ہوجائے تو غیر مقلد ہونے مین کہین زیادہ نفع ہے

تقلید شخصی ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جو بہت زیادہ غیر مقلدون کا بُرا ٹھہراتا ہی۔ قرآن مین صاف محکوم ہے ع فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم مومنین الخ۔ ترجمہ۔ تم مومن ہو تو تنازع کی حالت مین اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول سے فیصلہ چاہو۔ پھر دوسری جگہ قرآن مین ہی۔ واذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا۔ ترجمہ۔ تو نے منافقون کو دیکھا جب وہ آیات قرآن اور قول رسول کی طرف بُلائے جاتے ہین تو تجھ سے کنارہ کر جاتے ہین۔ اِن آیتون سے بظاہر تو یہ پایا جاتا ہی کہ کوئی مسئلہ کو پوچھنے آئے اور مولوی ہدایہ یا درالمختار نکال کر جواب دینے بیٹھے تو وہ گنہگار ہو۔ لیکن ایسا نہین ہی ہدایہ یا درالمختار کتاب اللہ اور سنت الرسول کا ماحصل ہی جو آسانی کے واسطے سلسلہ وار لکھدیا گیا ہی۔ ہر شی کا اعتدال اچھا ہوتا ہی۔ نہ تقلید واجب ہی اور نہ باعث معصیت ہی موقع اور ضرورت کو دیکھنا ہی۔ وہ شخص جو احکام قرآن اور حدیث سے واقف نہ ہو اُسکو بوقت ضرورت ترجمہ قرآن نکال کر اُس سے مسئلہ اخذ کرنے سے مفتاح الجنۃ مولفہ مولوی کرامت علی کا دیکھنا کہین بہتر ہی بشرطیکہ اُسکے ذہن مین یہ ہو کہ قرآن کو ہم سمجھ نہین سکتے اور جو ماحصل اسکا مفتاح الجنۃ مین لکھا ہی اُسے ہم آسانی سے سمجھ لین گے۔

غرض جاہلون کو بغیر تقلید کے چارہ نہین ہی۔ اور عالم کو تقلید ضروری نہین ہی لیکن یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہی کہ جتنے ائمہ پہلے گزر گئے ہین اُنسے اچھی راے یا کوئی نئی راے زمانہ حال کے مولوی پیدا نہین کرتے۔ تمام مسائل کی چھان بین ہو چکی ہی۔ حال کے علما صرف اتنا کرسکتے ہین کہ ائمہ سالقہ مین جسکا مسئلہ اُنکو زیادہ تر مطابق قرآن وحدیث معلوم ہو اُسپر عمل کرین حنفی۔ مولوی۔ شافعی مذہب کے کسی مسئلہ کو باوجود قرین عقل ہونے کے محض اسلیے نہ ماننے کہ اُسکو ابوحنیفہؒ نے نہین مانا تھا تو یہ غلطی ہی۔ خود امام ابوحنیفہ کا یہ دستور تھا کہ معقول طور پر کوئی انکی راے سے اختلاف کرتا تو وہ فوراً اپنی راے سے پلٹ جاتے۔ مین کوئی نئی بات نہین کہتا۔ برابر فتاوی اس طرح ہوا کیے ہین۔ حنفی فقہ ہندوستان مین رائج ہی لیکن بعض بعض مسائل مین امام شافعی وغیرہ ائمہ کی راے کے مطابق بھی فتوی دیے گئے ہین۔ فتاواے قاضی خان اور فتاواے عالمگیری میرے قول کے لیے سند ہی۔ لیکن جہلا اگر عام آزادی حاصل کرین گے تو احتمال اسکا ہی کہ بغیر دلیل وحجت کے اپنی اپنی گھاتون پر خدع نفس سے آسان آسان مسائل یا اپنے مناسب حال خود غرضیون سے بھری ہوئی باتین چُن چُن کر اختیار کرنا شروع کرین گے اور جہان جیسا موقع دیکھین گے اپنے مطلب نکالنے سے غرض رکھین گے اور ممکن ہی کہ دین مین ضعف پیدا ہو اور کیا عجب کہ اسی مصلحت سے علماے متاخرین وجوب تقلید کے قائل ہوئے ہون۔

نصیر۔ بھئی تم نے تو بالکل میری راے ہی بدل دی۔ مین بالکل خلاف تھا۔ لیکن اب جہان تک مین خیال کرتا ہون تمھاری باتون کو سراپا معقول پاتا ہون

مجاہد۔ حضرت اصل امر یہ ہی کہ انسان جب تک کسی امر کو جانتا نہین اُسکے خیالات نہایت متوحش رہتے ہین۔ آپ نے یہ باتین سُنی نہ تھین اسلیے آپ ناواقف تھے۔ اور سُننے کے بعد آپ کیا ذرا سی سمجھ والا مسلمان بھی میری راے سے اختلاف نہین کرسکتا۔ خدا اور خدا کے رسول سے کوئی اختلاف کرے تو میری گفتگو سے

بھی اختلاف کرے - ابھی کیا مولوی ابراہیم آئینگے اُسوقت آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کیا شئی ہے - اور مولوی ابراہیم کی کیا تخصیص ہے - آرہ قریب ہے اسلیے مین نے پہلے انکا نام لیا - آپ غازی پور کے مولوی امانت اللہ صاحب کو بلوا لیئے - بڑے مقرر اور خوش بیان واعظ - صوفیانہ مذاق کے ساتھ انکو بھی دین اسلام سے بڑی محبت ہے - انکی صحبت بھی آپ کو بہت نفع دیگی - علماے وقت سے جسکو آپ پسند کرین اُسکی صحبت سے مستفید ہو جیے - آخر وقت آگیا ہے - ایسے ہی مشغلون مین رہیے تو اچھا -

نصیر - اب مین سمجھ گیا - علوم دین کے جاننے والے باعمل ہون تو انکی صحبت سے ہم جاہلون کو فائدہ ہے - جزئیات مین کچھ اختلاف ہے تو قابل لحاظ نہین ہے - جہلا جزئیات کو اہم ٹھہراکر دین خراب کرتے ہین - اب مین سمجھ گیا - میرے نزدیک مولوی ابراہیم اور مولوی امانت اللہ دونون برابر ہین -

غرض آٹھ دس دن کے اندر مولوی محمد ابراہیم صاحب چھپرے مین تشریف لائے - مدرسہ کے چندہ کے لیے یا وعظ و نصیحت کے لیے سال مین دو چار مرتبہ اضلاع گرد و نواح مین انکا گشت ہو جایا کرتا تھا - چھپرہ قریب ہی تھا - انکو چھپرے آنے مین کوئی تامل نہین ہوا - اور نہ مجاہد کو اُنکے راضی کرنے مین کچھ دقت ہوئی -

ب

مولانا ابو محمد ابراہیم چھپرے مین

مجاہد کے گھر آکر مولوی صاحب ٹھہرے اور ہر روز بعد نماز عصر کے وہ کچھ مسجد مین فرمایا کرتے تھے - نصیر برابر مجلس مین بیٹھتا تھا - مولوی صاحب مجاہد کی غرض جانتے تھے - کار ثواب تھا اسلیے وہ اسکے مؤید ہوئے - دو ہفتے تک مولوی صاحب نے اسلام کے عقاید پر مختلف پیرایہ مین اپنا وعظ سنایا - اور روز بروز نصیر انکا شیدا ہوتا گیا جب اچھی طرح - مولوی صاحب کو یقین ہو گیا کہ مذہب اسلام کی پوری عظمت نصیر کے دل مین

قایم ہو چکی تو ایک روز انھون نے اپنا وعظ امر نزاعی کے متعلق سُنایا-

وعظ

میرے ہاتھ مین اسوقت **ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی** کا ترجمہ قرآن مجید ہی- یہ ترجمہ ابھی حال مین شایع ہوا ہی- آج ہی کی ڈاک مین میرے پاس آیا ہی- سورۂ النساء کا دوسرا رکوع مین پڑھتا ہون- اور آپ صاحبون کو اسکا ترجمہ سُناتا ہون-

۲ع یوصیکم اللہ فی اولادکم ق للذکر مثل حظ الانثیین ج فان کن نساءً فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ج وان کانت واحدۃً فلھا النصف ط ولابویہ لکل واحدٍ منھما السدس مما ترک ان کان لہٗ ولد ج فان لم یکن لہ ولد و ورثہٗ ابوٰہ فلامہ الثلث ج فان کان لہٗ اخوۃ فلامہ السدس من م بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ط اٰباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً ط فریضۃ من اللہ ط ان اللہ کان علیما حکیما ○ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ج فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من م بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ط ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج

۲ع تمھاری اولاد کے حق مین اللہ بتاتا ہی کہ مرد[1] کو دو عورتون کے برابر حصہ دیا جائے- اور اگر عورتین ہی ہون دو[2] سے زیادہ تو انکو ترکے کی دو تہائی اور اگر ایک ہی ہو تو اسکو آدھا میت کے مان باپ مین سے ہر ایک کو اگر اس میت کی اولاد ہو ترکے کا چھٹوان حصہ اور اولاد نہو اور مان باپ دونون وارث ہون تو مان[3] کو ایک ثلث اور میت کے بھائی بہنین ہون تو مان کو ایک سدس ترکی تقسیم ادا[4] وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے بعد ہی- تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور بیٹون مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہنچائیگا اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہی اگر تمھاری بیبیان اولاد نہ چھوڑین تو تمکو نصف ترکہ ملیگا اور اولاد ہو تو چوتھائی ترکہ کی یہ تقسیم ادا وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو)

[1] یہ ایک عام قاعدہ وراثت کا ہی کہ جتنا بھائی کو ملیگا اُسکا نصف بہن کو ملیگا
[2] تین عورتون اور ایک عورت کا حصہ تو معلوم ہوا مگر دو کا پتا نہین چلا محصنات مین جو بہنون کا حصہ معین ہی اُسپر قیاس کرکے اور نیز دیگر قراین کے لحاظ سے فتوی اسپر ہی کہ دو ہون جب بھی دو تہائی ترکہ پائینگی-
[3] یہان باپ کا حصہ نہین بیان کیا گیا اسلیے کہ بقیہ دو ثلث یا جتنا ہوگا وہ تو باپ کا ہی ہی-
[4] یعنے میت کے مال سے پہلے تجہیز و تکفین کرکے قرض ادا کرے- اسکے بعد وصیت بقدر ایک ثلث مال کے ادا ہوگی- ان سب کے بعد ورثا مین ترکہ تقسیم کیا جائیگا-

یا قرض کے بعد ہے۔ اور تمھارے ترکہ مین تمھاری بیبیون کا حصہ اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ایک چوتھائی ہے اور اولاد ہو تو آٹھوان حصہ۔ ترکہ کی یہ تقسیم ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے بعد ہے۔ اگر میت نے کچھ وصیت کی ہو۔ مرد یا عورت بے اصل و فرع ہو اور اخیافی بھائی یا بہن ہو تو ان دونون مین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ۔ اور اگر زیادہ ہون تو وہ ایک ثلث مین شریک ہین۔ ترکہ کی یہ تقسیم بعد ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے ہے اگر میت نے وصیت کی ہو اور ضرر رسان نہو۔ یہ اللہ کی وصیت ہے۔ اللہ دانا اور بردبار ہے۔ اللہ کی یہ حدین ہین۔ جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کریگا اُسے اللہ جنت مین داخل کریگا جسکے نیچے نہرین جاری ہین۔ اور جہان ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کریگا اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا اُسے اللہ دوزخ مین ڈالیگا اور اُسپر ذلت کا عذاب ہوگا۔

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ۔ وان کان رجل یورث کللۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس ج فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین غیر مضار وصیۃ من اللہ ط واللہ علیم حلیم ط تلک حدود اللہ ط ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ط وذلک الفوز العظیم ۞ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ص ولہ عذاب مھین ع

چند مقامات پر آپ زیادہ غور کیجیے۔ شروع مین خدا نے مردون کا حصہ عورتون سے دوچند قرار دیا ہے۔ اب اسپر بھی مرد شکر نہ کرین تو سخت نافرمانی ہے۔ اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کو حصہ دینا بعض جہلائے عرب کو پسند نہ تھا اسلیے ان نافہمون کے لیے وسط رکوع مین خدا کہتا ہے "تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ دادے اولاد مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہنچائیگا"۔ اسکا منشا یہ ہے کہ خدا تم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ تم لوگ یہ خیال نہ کرو کہ میراث کریون تقسیم ہوتا تو اچھا ہوتا۔ اور یہین سے صریح تردید اس خیال کی بھی ہوتی ہے کہ بیٹون کے ہوتے ہوئے اگر بیٹیون مین جائداد کے رہنے سے بقائے نام رہیگا اور مورث کو کچھ نفع پہنچے گا۔ اسکے بعد ہی خدا کہتا ہے یہ اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے یعنی یہ حصے جو مقرر ہین

خدا کے مقرر کیے ہوئے ہین۔ کوئی اس سے عدول نہ کرے۔ کسی کے دل مین یہ خیال نہ گزرے کہ یہ حصّے مصلحت وقت کے خلاف ہین۔ کوئی ایسا بے ادب خیال دل مین لائے گا تو خدا کو معلوم ہو جائیگا۔ وہ دلون کی بات جانتا ہی۔ کیا تمکو خدا کے حکیم ہونے مین شبہ ہی اور تم سمجھتے ہو کہ تم خدا سے اچھا قانون بنا سکتے ہو ہرگز نہین۔ خدا نے اخیر مین کہہ دیا کہ دین یا وصیت تقسیم ترکہ سے پہلے جب ہی قابل لحاظ ہی کہ اُسمین ضرر ہو یعنی جب محض ورثا کی محرومی کے لیے وصیت یا دین عاید نہ کیا گیا ہو۔ سیدھے سیدھے طور پر سمجھا کر اور پھر حکم خدا پر چلنے والون کے لیے جنت کی بشارت دیکر انسان ایسے سرکش مخلوق کے لیے اخیر رکوع مین پھر خدا صاف صاف کہتا ہی کہ "جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا اُسے اللہ دوزخ مین ڈالے گا۔ اور اُسپر ذلت کا عذاب ہوگا" اب وہ حضرات جو خدا کے حکم اور خدا کے وعدون کو محض امر موہوم سمجھتے ہین۔ حقوق غصب کرنے مین نڈر ہین مرنے کے بعد خوب سمجھ جائین گے کہ خدا کے وعدے کیسے سچے ہین۔ لیکن افسوس کہ اُسوقت کی سمجھ کچھ کام نہ آئے گی۔

بھائیو! اسلام سے بنی نوع انسانی کی دُنیا اور آخرت سنوارنا مقصود ہی۔ "الدنیا مزرعة الاخرة" (دُنیا آخرت کی کھیتی ہی) آخرت درست نہین ہو سکتی جب تک کہ دنیا درست نہ ہو۔ جب دُنیا مین اس طرح انسان رہے گا کہ آخرت کے لیے یکسوئی جمع ہو تو باقاعدہ زندگی بسر کرنے سے اُسے سچی خوشی حاصل ہوگی۔ دُنیا مین اگر کوئی شی قابل قدر ہی تو وہ سچی خوشی ہی۔ اور یہ خوشی بمنقولات پر بھی خیال کیا جائے تو تجربہ سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ دین اسلام پر کاربند ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔ لطف اور سچائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا قاعدہ جیسا عمدہ اسلام نے مقرر کیا ہی۔ ویسا کسی ملت اور مذہب مین نہین ہی۔ پیغمبر خدا کی بعثت کی پہلے اہل عرب نہایت بُرے طور پر زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام نے انکی تمام ناپاک عادتون کی اصلاح کی۔ جس سے بہت جلد عرب کو یہ فخر حاصل ہوا کہ مسلمانون کے عروج کے وقت سب سے زیادہ مہذب قوم دُنیا کے پردے پر نہ تھی۔ زمانہ عروج کی قید اسلیے ہی کہ اسوقت کے مسلمان احکام شرع کے اُتنے

پابند نہیں ہیں جتنا کہ ابتدا سے زمانہ میں تھے - اور جن باتوں میں یہ اب خلاف شرع عمل کرتے ہیں اُن باتوں میں دوسری قوموں سے بدرجہا گھٹے ہوئے ہیں -

تمام باتوں کا تذکرہ ایک وقت میں نہیں ہو سکتا - اسوقت صرف عورتوں کے حقوق کے متعلق کچھ آپ کو سُنایا جاتا ہے - کفار عرب عورتوں کی قدر بہت کم کرتے تھے کسی قسم کے حقوق معین نہ تھے - بعض کمبخت لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے - خدا سورہ تکویر میں فرماتا ہے - "اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت" زندہ درگور لڑکیوں سے (قیامت میں) پوچھا جائیگا کہ "تم کس گناہ میں قتل کی گئیں تھیں" لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں تو بعض جاہل زندہ دفن کراتے تھے - خدا اس ظلم کو کن لفظوں میں ادا کرتا ہے - ہائے - ہائے - بے بس بے زبان لڑکیوں پر ظلم - توبہ - توبہ - ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی عملداری نہ ہوتی تو یہاں کے مسلمانوں میں بھی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا رائج ہو جاتا کیونکہ اسوقت بعضوں کے دل لڑکیوں کی طرف سے اتنے پھرے ہوئے ہیں جتنے کہ جاہل ناسپاس عربوں کے - بہت سے مسلمان اپنی لڑکیوں کے حقوق آئیندہ تلف کرنے میں بے تکلف پائے جاتے ہیں - سیکڑوں تدبیریں سوچتے رہتے ہیں - بالغ لڑکیوں کو بھوکوں مارنا اور نابالغ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا نتیجہ کے اعتبار سے یکساں ہے - اس ناپاک دستور کے مٹانے میں اسلام نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی - عورتوں کے حقوق قرآن میں ذکر کیے گئے - عورتوں کو ذلیل سمجھنے والے ذلیل کیے گئے - یہانتک کہ مسلمانوں سے دوسری قوموں نے عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کا سبق لیا -

تجربے سے دیکھا گیا ہے کہ عورتوں کی عزت پر قومی ترقی منحصر ہے - سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب عورتیں غلامی کی طرح رہیں گی تو اُنکے بچے غلامی کا سبق اپنی ماں سے حاصل کریں گے - عالی ہمتی - حمیت - مستعدی اور سیر چشمی ماں میں نہیں تو بچوں میں کہاں سے ہوگی - اور پھر وہ بچے کیا زور دکھائیں گے - جو اپنی ماؤں کو لونڈیوں سے بدرجہا بدتر حالت میں ہمیشہ دیکھتے رہے - ہند کے بعض جاہل مسلمان تمام احکام الٰہی فراموش کر کے عورتوں کے حقوق غصب کرنے میں اپنا فخر جانتے ہیں - اور اسی میں

انتہا سے ذہانت سمجھتے ہین۔ بہتر پڑہین اس ذہانت اور اس بیحیائی پر۔ انگریزون کو دیکھو کہ عورتون کے حقوق کی حفاظت اور عورتون کی عزت اپنا قومی شعار جانتے ہین اب دونون قومون کا مقابلہ کرلو کہ مسلمان غلام ہین اور انگریز آقا۔ مسلمان محکوم ہین اور انگریز حاکم۔ مسلمان کتاب اللہ پر ایمان لاکر عورتون کے حقوق غصب کرتے وقت بے تکلف کتاب اللہ سے مخالفت کرتے ہین اور اسی لیے خوار ہین۔ اور انگریز کتاب اللہ پر ایمان نہین لائے ہین لیکن اس بارے مین اور دوسرے دنیوی معاملات مین انکا عمل کتاب اللہ کے موافق ہی اور اسی لیے فخر زمانہ ہو رہے ہین۔

بہت سی باتین آج کل ترقی یافتہ قومون مین کتاب اللہ کے موافق پائی جاتی ہین۔ اور نگون بخت مسلمانون مین کتاب اللہ کے خلاف دیکھی جاتی ہین۔ مثلاً کوئی انگریز کسی جگہ آنے کا وعدہ کرے تو ٹھیک وقت پر آئیگا۔ اور کوئی ہندوستانی کسی دوست سے اپنے آنے کا وعدہ کرے تو کیا عجب کہ نہ آئیگا۔ اور آئیگا بھی تو یہ یقینی ہی کہ معین وقت پر نہ آئیگا ضرور کچھ نہ کچھ دیر کریگا۔ دعوتون مین ۱۲ بجے بلایا جاتا ہی تو ۸ بجے کا وقت لکھا جاتا ہی اور سمجھا جاتا ہی کہ ۱۲ بجتے بجتے خواہ مخواہ سب جمع ہو جائینگے۔ اب بتائیے کہ قرآن شریف مین جو اوفوا بالعہد کم " اپنے وعدون کو پورا کرو " آیا۔ اسکی پابندی انگریز کرتے ہین کہ مسلمان کرتے ہین۔ ایک چھوٹی سی مثال مین نے دیدی۔ ورنہ غور کیا جائے تو ترقی یافتہ قومون کی بہت سی باتین کتاب اللہ کے موافق ہین۔

جاہل عربون مین بیٹون کی بڑی قدر تھی۔ انکی کثرت سے باپ کو قوت پہنچتی تھی۔ قبیلے کو زور ہوتا تھا۔ بیٹے باپ کی مدد کرتے تھے۔ بیٹا اپنے ہوتے ہوئے باپ کا میدان جنگ مین جانا سخت ہتک سمجھتا تھا۔ باپ پٹ جائے تو بیٹے جب تک اسکا بدلا نہ لے لین اپنے کو غیر موقر جانتے تھے سات سات پشت کے بعد بدلا لیا جاتا تھا۔ وہ سب خاندانی واقعات یاد رکھتے تھے۔ مثلاً زید کسی موقع پر بکر کو پاتا تو اس بنیاد پر اس سے لڑنے کو کھڑا ہو جاتا کہ بکر کے دادا کے دادا نے زید کے دادا کے دادا کو مار ڈالا تھا۔ زید کے خاندان کی ہتک تھی جب تک کہ وہ اپنے جد اعلیٰ کا خون بہا نہ لیتا۔ خاندان سے بزدلی کا دھبہ مٹ جانے کو وہ بکر کا مار ڈالنا

فرض جانتا- بیٹون کے اِس ظاہری سلوک پر نظر کرکے عرب کے جُہلا لڑکیون کو وبال جان سمجھتے تھے- اور یہ نہین سمجھتے تھے کہ عورتین انتظام عالم مین کسقدر ضروری ہین- یہان ذکر کرنے کا منشاء صرف یہ ہو کہ عرب مین بیٹون کو بیٹیون پر ترجیح دینے کی جھوٹی سچی وجہ تھی جب بھی اسلام نے یہ ترجیح ناپسند کی- ہندوستان مین تو کوئی وجہہ نہین ہو- مالدارون کے لڑکے ہوش سنبھالتے ہی باپ کی موت کے لیے دعائین کرتے ہین- اگر کوئی باپ کو مار ڈالے تو انکے دل مین مارڈالنے والے کو انعام دینے کی خواہش پیدا ہوتی ہوگی- غریب کے لڑکے تو ہل چلانے گھاس چھیلنے مین باپ کو مدد بھی دیتے ہین- امرا کے لڑکے تو یہ بھی نہین کرتے- باپ کی بیماری مین خدمت کرنا ننگ سمجھتے ہین- گھڑے سے پانی اونڈیل کر باپ کو کبھی نہ دین گے اور خدمتین کیا کرین گے- لڑکیان بیچاری مرنے جینے کی ساتھی ہر وقت ہاتھ دابنے پاؤن دابنے سر سہلانے پنکھا جھلنے کو طیار پھر انکو باپ وبال جان سمجھے تو سخت بے عقلی ہو-

اسلام کے احسانات کا جب تذکرہ کیا جاتا ہو تو آج کل مہذب قومون مین یہ تسلیم کیا جاتا ہو کہ اسلام نے عورتون کے حقوق کی حفاظت اعلیٰ درجہ پر کی- کوئی یہ نہ سمجھے کہ وراثت مین مردون سے نصف عورتون کو صرف اسلیے ملتا ہو کہ عورتون کا درجہ مردون سے نصف ہو اس شبہہ کے رفع کرنے کے لیے یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہو کہ حصے کی کمی بیشی مدارج اور عزت کی کمی و بیشی کے اعتبار سے نہین ہو بلکہ ضرورت کے اعتبار سے ہو- مردون پر بیبیون کا نان ونفقہ واجب ہوتا ہو- اور عورتین اپنے نان نفقہ کا بار اپنے شوہرون پر رکھتی ہین اسلیے حصہ کی کمی بیشی مالی ضرورت کے اعتبار سے اُس عدل و اعتدال پر مبنی ہو جسکے لیے اسلام خاص شہرت رکھتا ہو- ہندوستان کے بعض انوکھے مسلمان ہین کہ عورتون کے حقوق غصب کر گئے اور اُنکے واجب حقوق کے چھین لینے مین اتنے بیباک اور اتنے دلیر ہین کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کا انھین ذرا بھی خیال نہین- بڑے بڑے سمجھدارون کی طمع نے آنکھین بند کردی ہین- ع

بدوزد طمع دیدہ ہوشمند

بڑے بڑے گھرانوں میں کتنے بے حمیت بھائی ایسے ہیں جو بہنوں کے حقوق کھانے میں دندان طمع تیز رکھتے ہیں اور حق و ناحق کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ بہن حصہ لینا نہیں چاہتی۔ بہنوں کی شریف النفسی سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں اور شرم نہیں آتی۔ وہ بیچاری بیکس ہوکر یہ دل رکھتی ہے اور یہ دنیا بھر کے قابل ہوکر مال مغصوبہ کو بہن کی تعریفیں کرکے کھاتے ہیں۔ بھائیوں کے فعل پر کوئی حیرت نہیں۔ انسان پیٹ کے لیے چوری کرتا ہے۔ ڈاکہ مارتا ہے۔ دغا بازی کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ بے حیا بنتا ہے۔ جان مارتا ہے۔ زہر دیتا ہے۔ کیا نہیں کرتا۔ لالچ انسان کے ساتھ مخلوق ہے اور وہی سب کراتی ہے۔ تعجب تو ان باپوں پر ہے جو بیٹیوں کی حق تلفی کے لیے بیٹوں کے شریک ہو جاتے ہیں۔ عربوں میں جو سلوک بیٹیوں کا باپ کے ساتھ تھا وہ اوپر بیان کیا گیا۔ ہندوستان میں نوے فیصدی بے ادب۔ بے حمیت ناسپاس لڑکوں کی تعداد ہے۔ جوان ہونے کے بعد ہی باپ کی زندگی کے دن گننے شروع کرتے ہیں ہر وقت یہ خیال کہ مار گنج ٹلے اور ہمیں دست برد کا موقع ہو۔ ایسی حالت میں جو محبت باپ کو لڑکوں سے ہوگی وہ بھی ظاہر ہے۔ باپ جو کبھی کوشش کرتا ہے کہ لڑکیاں محروم رہیں یا حصہ شرعی سے کم پائیں۔ تو کیوں۔ بیٹے اگر سب کچھ پا گئے تو اسکا کیا بھلا ہوگا لیکن اتنی خیریت ہے کہ باپوں کی نیت کم ہلتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان جو جو کتاب اللہ سے ضد رکھتے ہیں وہ مسلمان کس بات کے ہیں۔ باپ اگر بیٹوں کی خاطر سے لڑکیوں کی حق تلفی پر ساعی ہو تو اُسکی کوشش سوا اسکے اور کیا سمجھی جائے کہ وہ کلام اللہ کے انتظام کو پسند نہیں کرتا۔ اُسکے نزدیک خدا علیم نہیں ہے اور نہ اُسکا کلام حکمت سے بھرا ہے۔ اُسکی خواہش یہ ہے کہ اگر قرآن اسکی پسند کے مطابق ہوتا تو اچھا ہوتا۔ بھائی بہنوں کا حق غصب کرنے میں ساعی ہو تو وہ فاسق ہے ڈاکو ہے۔ قاطع الطریق ہے گنہگار ہے لیکن مومن ہے مگر وہ باپ جو اپنی جان نثار لڑکی کو اپنی وراثت سے محض اسلیے محروم کرتا ہے کہ اُسکے نزدیک لڑکیوں کو حق دیا جانا خلاف مصلحت اور خلاف دانش ہے اور ضمناً یہ خیال رکھتا ہے کہ احکام قرآنی اس بارے میں ناقص ہیں۔ اُس باپ کے حق میں فتوی سنانے کو میرا جی

نہین چاہتا۔ ہر شخص خود سمجھ لے کہ قرآن کو ناقص خدا کو غیر حلیم مطلق سمجھنے والے کے ایمان
کی کیا نوعیت ہوگی۔ وہ گنہگار ہے۔ کافر ہے۔ مسلمان ہے۔ مرتد ہے۔ کیا ہے۔ جو شخص بے وجہ تمنا
کرے کہ اُسکے ترکہ کی تقسیم احکام قرآنی کے خلاف ہو تو اچھا۔ مجکو تو اُسکے ایمان کی طرف
سے بڑا کھٹکا ہے۔

مسائل شرعیہ سے الگ ہو کر محض عقل سے سوچیے۔ اور الگ کیون جائیے مسائل
شرعیہ تو بالکل عقل کے موافق ہوتے ہین۔ غور کیجیے انسان کو یہ خیال نہین ہوتا کہ مرنے
پر اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ دلون کے راز میدان حشر مین ظاہر ہون گے۔ مظلوم ظالمون
کی فریاد لیکر خدا کے سامنے پہنچے گا اور وہان "من یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال
ذرة شرا یره" ذرا ذرا سی نیکی اور بدی کا حساب ہوگا۔ بلکہ وہ اپنی غلط فہمی سے مرنے کے بعد
بھی دُنیا کی باتون کی فکر رکھنا چاہتا ہے۔ اُسے فکر ہوتی ہے کہ میرے بعد گھر کی کیا حالت ہوگی۔
اسمین چراغ جلانے والا بھی کوئی ہوگا یا نہین۔ میری جائداد میرے بعد لاوارث ہو کر
سرکار مین ضبط ہو جائیگی یا کسی وارث کے قبضہ مین رہے گی۔ خاندان مین رہے گی
یا خاندان سے باہر چلی جائیگی۔ یہ خیالات نہایت حیرت افزا ہین۔ مرنے والا اگر بہشت مین
ہوگا تو اُسکی نعمتون کے لطف مین مست ہوگا۔ اور دوزخ مین ہوا تو معاذ اللہ اُسکی تکلیف
ناگفتہ بہ۔ دونون مین اُسکے دماغ مین اس خیال کی گنجایش نہین ہو سکتی کہ میرے بعد
میری جائداد کا کیا انتظام دُنیا مین ہو رہا ہے۔

حریص جو مرتے وقت جائداد مٹھی مین بند کر کے قبر مین اپنے ساتھ نہین لیجا سکتے
کوشش کرتے ہین کہ کتاب اللہ اور کتاب السنت کے خلاف وصیت کر کے جائداد
کے عوض معصیت کا بوجھ اپنے کاندھے پر لیجائین۔ معاذ اللہ کیسی غلط فہمی ہے۔ خیر مان
لیجیے کہ اپنی جائداد اپنے ہی خاندان مین رہے۔ یہ خیال خوش کن ہوا کرتا ہے۔ فطرت
انسانی کا مقتضا ہے۔ انسان اپنی اولاد کے لیے سرمایہ چھوڑنے کا بندوبست کرتا ہے وہ
چاہتا ہے کہ اُسکے بعد اُسکی اولاد آرام مین رہے۔ لیکن یہ کیا بیہودہ سمجھ ہے کہ اس بارے
مین لڑکون کو تو اپنی اولاد سمجھے اور لڑکیون کو غیر کی اولاد سمجھے۔ لڑکیون کو محروم کر کے لڑکون کے

حق مین وصیت کرنے والے اُن لوگون سے بہ مشکل جُدا سمجھے جا سکتے ہین جو اپنی لڑکیان جو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے بچے -

ہندؤن کے میل جول سے لڑکون اور لڑکیون مین امتیاز کرنے کا دستور یہان کے مسلمانون مین بھی قایم ہو چلا ہے - اسیلیے ہندوستان مین لڑکیون کا محروم کرنا کوئی انوکھی بات نہین سمجھی جاتی - ورنہ دیگر بلاد اسلام مین اگر کوئی شخص بوجہ ایک اولاد کو اپنے ترکہ سے محروم کرے تو قوم بہت بُرا مانے گی - اور ایسا شخص گروہ مین ذلیل سمجھا جائیگا - لوگ اُس سے نفرت کرین گے - یا محروم الارث اولاد کے ولدالحلال ہونے مین شبہ کرین گے - ایک شخص جب اپنی اولاد کو بوجہ اپنے ترکہ سے محروم کرتا ہے اِس غریب نے کوئی خطا نہین کی اُس سے کوئی بے ادبی نہین ہوئی کسی طرح اُسنے باپ کا دل نہین دُکھایا اور باپ اسکو محروم الارث قرار دیتا ہے تو سوا اسکے اور کیا سمجھا جائیگا کہ وہ غلطی سے زمرۂ اولاد مین شمار کیا جاتا تھا - باپ کو ٹھیک معلوم تھا کہ وہ اسکا باپ نہین ہے جب تو اپنے ترکہ سے اسکو محروم رکھتا ہے -

یہ کہنا بھی نامناسب نہین ہے کہ ہندؤن کی حالت سے زیادہ بُری حالت اسبارہ مین مسلمانون کی ہے - کیونکہ متمول اور معزز ہنود بیاہ کے وقت لڑکیون کو کبھی کبھی اتنا دیتے ہین کہ وہ اُنکے حصہ کے قریب قریب ہو جاتا ہے - مسلمانون مین تو یہ خرابی ہے کہ بیاہ کے وقت شرع پر عمل ہوتا ہے - لڑکی کو کچھ دینے کی فکر نہین ہوتی - پھر کی قدر اسی پر رشتے کی طرف توجہ ہوتی ہے - کسی طرح لڑکی گھر سے باہر نکلی تو پھر اُس سے واسطہ نہین ہوتا - شوہر مر گیا یا کنارہ کش ہو گیا تو لونڈیون کی طرح لڑکی میکے مین آکر کام کاج کرکے پیٹ پالتی ہے اور اگر کہین شوہر اسکا زندہ رہا اور کفیل رہا تو بھائیون کو باپ کے جیتے جی یہ فکر پیدا ہوتی کہ کوئی بندوبست ایسا ہونا چاہیے کہ لڑکی پدری ترکہ سے کچھ نہ پائے - تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ بیٹون کی خاطر سے بے عقل باپ کیا کچھ نہین کرتے - دین و ایمان سے بھی نہین ڈرتے - اب ایک صورت پیدا ہو چلی ہے کہ مقدمات عدالت مین رجوع ہوتے ہین اور لڑکیون کے حق مین ڈگریان ہوتی جاتی ہین - اب دیکھیے ناحق کوش کیا صورت نکالتے

ہین۔ مذہب بدلنے سے بھی تو کام نہ چلیگا۔ عیسائی ہونے سے بھی تو چھٹکارا نہ ہوگا وہان تو عورتون کے حصہ مردون کے برابر ہین۔ ورنہ یہ سلسلہ بھی شروع ہوجاتا ہندوؤن کے قانون خود اُنکے لیے برے ہون لیکن خیریت ہی کہ وہ دوسرا گروہ اپنے مین شامل نہین کرتے ورنہ کتنے حضرات ایسے پیدا ہوجاتے کہ لڑکیون کو محروم رکھنے کے لیے اپنے کو ہنود مشہور کرتے۔ اور اگر وہ خود ایسا نہ کرتے تو صاحبزادے کب چوکتے لڑکیون کے دعوی کرنے پر کہدیتے کہ مرتے وقت ابا جان ہندو ہوگئے تھے

یہ امر کہ لڑکیان ہیکے سے بہت کچھ پاتی ہین ہنود کی قومی مجالس مین بارہا زیر بحث آچکا ہی۔ معزز کایستھون نے کمیٹیان کرکے چاہا کہ یہ دستور اٹھا دیا جائے۔ وہ اب اتنا بھی دینا نہین چاہتے جو اب تک بطور رواج کے دیا جاتا ہی۔ قانون اور قاعدہ بنانا مردون کے اختیار مین ہی۔ وہ جتنا چاہین عورتون کو ستالین لیکن معلوم رہے کہ قومی ترقی ہرگز نہ ہوگی جب تک کہ عورتون کے حقوق کی حفاظت نہ کی جائیگی۔ حجت یہ پیش کی جاتی ہی کہ تلک کا روپیہ فضول خرچیون مین مال مفت دل بیرحم ادھا دھند خرچ کیا جاتا ہی۔ یہ حجت صحیح ہی۔ فضول خرچیان ضرور روکی جائین۔ معاہدہ یہ ہو کہ تلک کا روپیہ خرچ نہ ہو لڑکی کے لیے کوئی سرمایہ مستقل قرار پا جائے۔ لیکن شروع سے دینا ہی بند کردینے کی کوشش بیجا ہی۔ یہ کیا مناسب ہی کہ جو لڑکی لاکھون روپیہ کی جائداد والے باپ کے گھر مین پلے وہ جوان ہونے پر خالی ہاتھ دوسرون کے گھر اس طرح بھیجدی جائے جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دیجاتی ہی۔ میرے نزدیک مصلحان قوم ہنود تلک کی رسم مٹانے کی کوشش کرنے مین لڑکیون کے موجودہ حقوق کو بھی تلف کرتے ہین۔ ہان تلک کے روپیہ کو اسراف سے بچانے کی فکر کرین تو بہت اچھا تلک کیا ہی اسے بھی سن لو۔ ہندوؤن کی اکثر جماعتون مین دستور ہی کہ لڑکے والے پہلے سے زر نقد طے کرلیتے ہین۔ اوسط درجہ والون مین ہزارون روپیہ بیٹے والا لیکر نسبت منظور کرتا ہی۔ اور بڑے بڑے زمیندارون اور تعلقدارون مین تو لاکھون روپیہ اس طور پر بیٹی والے کو دینا پڑتا ہی۔ میرے کہنے کا یہ منشا نہین ہی کہ ہندوؤن کا

یہ دستور مسلمانوں کے قانون وراثت سے اچھا ہے۔ بلکہ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی شرع کا پاک دستور چھوڑ کر رسم ہنود کی پابندی میں مسلمانوں نے کوشش کی تو لڑکیوں کی حق تلفی میں وہ ہنود سے بھی سبقت لیگئے۔ بعض مسلمان لڑکیاں ایسی ہیں کہ نہ وہ تلک اور جہیز کی مد میں کچھ پاتی ہیں نہ باپ کے ترکہ سے کچھ انکو ملتا ہے۔ بیاہ کے وقت باپ نے شرع کی پابندی کی۔ اور جب جائداد میں حصہ دینے کا وقت آیا تو ہنود کی تقلید کی۔

وراثت کے متعلق کچھ مسائل شرعیہ بھی آپ صاحبوں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرنا چاہے کہ اُسکا کوئی وارث ترکہ شرعی سے محروم رہے یا حصہ شرعی سے کم و بیش پائے تو ایسی وصیت کالعدم ہے۔ ورثاء کے حق میں وصیت جائز ہی نہیں ہے۔ کوئی وصیت کریگا بھی تو ورثا مطابق شرع کے اپنا حق پائیں گے۔ وصیت نامہ کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی جیتے جی ایک اولاد کو زیادہ اور دوسری اولاد کو کم دے اور اس کمی بیشی کی کوئی وجہ معقول نہ ہو تو دینے والا ضرور شرعاً سخت گنہگار ہوگا قاضی ایسے ہبہ کے جواز یا عدم جواز کی نسبت کیا حکم دیگا؟ علما میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہبہ میں واہب کا علیحدہ ہوجانا اور موہوب لہ کا قابض ہوجانا لازم ہوتا ہے۔ اور ایسا نہ ہو تو ہبہ کالعدم ہوجاتا ہے۔ ہندوستان کی بود و باش پر لحاظ کرکے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں بیٹوں کے حق میں ہبہ عموماً کالعدم سمجھا جائیگا۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ باپ نے ہبہ کرکے خود کنارہ کشی کرلی ہو اور بیٹے کو تنہا قابض چھوڑ دیا ہو تو صورت قبضہ جیسی ہبہ کے قبل تھی ویسی ہی بعد ہبہ کے بھی ہے تو واہب کا علیحدہ ہوجانا اور موہوب لہ کا قابض ہونا کیونکر متصور ہوگا۔

بعضوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جائداد ہمیشہ خاندان میں قائم رہے۔ خاندان کی لڑکیاں ترکہ نہ پائیں اور اہل ذکور ہی کو جائداد ملے۔ ایسے خیال والے بے انتہا سادہ لوح ہوتے ہیں۔ میں نے ابھی بیان کیا کہ ایسا خیال خلاف شرع ہے۔ اور اب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسا سوچنا خلاف دانش بھی ہے۔ تیمور صاحبقران جسکا قبضہ چین سے مصر تک اور

بحر اسود سے بنگال تک تھا۔ آج اُسکی اولاد کے قبضہ مین ایک چپہ بھر بھی زمین نہین ہے پھر کسی کا یہ خیال کہ میری جائداد میرے خاندان مین ہمیشہ قایم رہے گی خدا سے لڑائی نہیں تو کیا ہے۔ تمام بندے خدا کے نزدیک برابر ہین۔ ایک غریب ہوتا ہے اور دوسرا تونگر ہوتا ہے یہ محض انتظام عالم کا مقتضا ہے۔ کوئی یہ چاہے کہ اُسکے خاندان کو خدا ہمیشہ کے لیے تونگر رکھے۔ ادبار اُس خاندان مین آنے نہ پائے تو گویا اپنے ساتھ خدا کو بھی بے ایمان بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

بہرحال دُنیا مین ہر طرح کے آدمی ہین۔ بہت سے ایسے ہین جو اپنی جائداد کو اپنی اولاد ذکور پر وقف کرکے سمجھے کہ غرض حاصل ہوگئی لیکن شرع نے انکی غرض پوری نہ ہونے دی۔ جب مقدمہ لڑا تو سب لکھا پڑھا باطل ہوگیا۔ اس قسم کی مثالین سیکڑون ہزارون موجود ہین۔ لیکن آنکھین بینا نہین کہ دیکھین اور سبق حاصل کرین۔ کتنے وقف نامے پریوی کونسل تک باطل اور کالعدم قرار پاچکے ہین۔

مین نے کسی اخبار مین پڑھا ہے کہ جب بمقدمہ ابوالفیض محمد اسحاق بنام اسوما ایسے اوقاف کو پریوی کونسل نے خلاف شرع سمجھ کر نہایت شدومد سے باطل قرار دیا تو ہوس آف کامنس مین کسی صاحب نے فرط ذہانت سے یا ممکن ہے کسی شخص یا لواسطہ کی خاطر سے سوال کیا ”کیا اس سے مسلمانون مین بیدلی نہ پھیلے گی؟“ جواب ملا ”فیصلہ شرع محمدی کے موافق ہے تو کیا بے دلی پھیلے گی“۔ شرعی احکام کو انگریزی عدالتون سے تقویت پہنچتی ہے اور مسائل شرع کی حیات قایم ہے۔ ورنہ بعض مسلمانون کی خودغرضیان تو ایسی ہین کہ وہ خود اسکو مٹا چھوڑتے۔ افسوس! افسوس!! افسوس!!! شرم! شرم!! شرم!!!

ایک امر اور بھی قابل تذکرہ ہے کہ جن خاندانون مین مورث نے کوئی وصیت نامہ یا وقف نامہ تحریر کیا۔ یا وارثون کے حقوق گھٹا بڑھا کر کوئی انتظام کیا وہان اور بھی آپس کے جھگڑے فساد کو ترقی ہوتی ہے۔ سترکا مین نہ باہم اخوت خاندانی رہتی اور نہ ذرا ہمدردی اور محبت باقی رہتی۔ اگر مورث کی روح کچھ دنیا کے حالات جانتی ہے اور اولاد کی راحت اور تکلیف سے متاثر ہوسکتی ہے جسکے متعلق مین کوئی قطعی رائے نہین

رکھتا تو آج وہ اپنی اولاد کی باہمی مخالفت اور تباہ حالی پر سخت تاسف اور اپنے فعل پر لعنت کرنے والی ہوگی۔ سب سے عمدہ وصیت نامہ قرآن ہی۔ جب مورث نے بجائے قرآن کے دوسرا وصیت نامہ ورثا کے لیے چھوڑا تو ظاہر ہی کہ قرآن سے زیادہ اُسکی عظمت ہو نہیں سکتی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ ورثا کے دلون سے قرآن اور نوشتہ مورث دونون کی عزت جاتی رہتی ہی اور وہ نفس امارہ سے مغلوب ہو کر ایسے ایسے ناکردنی افعال کے مرتکب ہوتے ہین کہ خدایا تیری پناہ۔

ان اطراف مین سب سے بڑا خاندان جسمین ورثا کے حق مین وصیت کیگئی ہی حاجی کریم بخش مرحوم رامپوری کا ہی۔ حاجی صاحب نے اپنی املاک کا ایک ربع کار خیر کے لیے وقف کیا۔ جسکا فیض عرصہ سے جاری ہی اور معلوم نہین کب تک جاری رہیگا۔ ایک ثلث تک جو اختیار موصی کو دیا گیا ہی اسکے اندر ہی حاجی صاحب کا وقف ہی اور قابل ستایش ہی۔ اولاد اناث کو انھون نے محروم نہین کیا یہ بھی قابل تعریف ہی۔ لیکن آیندہ انتظام کی ہدایتین کرنے کا یہ نتیجہ دیکھنے مین آتا ہی کہ حاجی صاحب کی غرض بالکل پوری نہین ہوئی۔ اُنھون نے چاہا کہ اُنکی اولاد آسایش سے بسر کرے لیکن مولوی غضنفر حسین کے مرنے کے بعد آج تک جسکو بیس۲۰ برس ہوئے اسکے ورثا کو کوئی گھڑی اطمینان کی نصیب نہین ہوئی۔ مقدمہ بازی کا سلسلہ بند نہین۔ ایک نہ ایک مقدمہ دائر ہی رہتا ہی اور ہر مقدمہ مین کوئی نہ کوئی حصہ وقف نامے کا صریحًا یا ضمنًا زیر بحث رہتا ہی۔ یہ تو طی پا گیا کہ وقف نامے کی قیدین یا شرطین واجب التعمیل نہین ہین لیکن پھر بھی لڑائی کے پہلو نکلتے ہی چلے آتے ہین۔ حاجی صاحب نے اپنے ورثا کی آسایش کا انتظام کیا تھا لیکن مقدمہ لڑنا اگر باعث تکلیف ہی تو کہا جا سکتا ہی کہ اُنکے ورثا کو بجائے آسایش کے تکلیف پہنچی۔

وہین قریب ہی ایک بہت بڑے رئیس مولوی قاسم علی تھے اور اُنھون نے بھی اپنی جائداد کا انتظام وقف نامے کی صورت مین کیا تھا۔ یون تو جائداد خود ہی ورثا کے لڑانے کا سبب ہوتی ہی اور اسی لیے بعض سمجھدار بجائے دولت مال کے

دولت علم وفضل سے ورثا کو مالامال کرنے کی فکر رکھتے ہین۔لیکن مین کہہ سکتا ہون کہ
کہ وقف نامہ نہ ہوتا تو اُنکے ورثا مین اسقدر جلد لڑائی کی ابتدا نہ ہوتی جتنی کہ وقف نامہ
کے وجود سے ہوئی۔

فتحگڈھ کے ایک نامی رئیس منشی محمد اکرم مرحوم نے بھی اپنی خاندانی جائداد کا انتظام
کیا تھا۔انھون نے کسی کار خیر کے لیے وقف کرنے کا اظہار تو نہین کیا۔لیکن تین بھائیون
نے اقرار نامہ کے طور پر یکے بعد دیگرے مہتمم ہونا اور حصہ دارون مین منافع کا تقسیم کرنا منظور
کیا۔اور بھائیون کی تو اولاد اناث نہ تھی۔لیکن منشی صاحب کی لڑکیان تھین۔اس
انتظام مین ان لڑکیون کے حقوق قایم نہین کیے گئے۔یہ لڑکیان گھر ہی مین بیاہی
تھین۔اغلب ہی کہ انھون نے خود حصہ لینے سے انکار کیا ہو۔منشی صاحب کی نیک نامی
اور فیاضی اسدرجہ شہرت رکھتی ہی کہ تمام حالات جانے بغیر ایسے دیندار متقی اور فخر روزگار
مسلمان پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت مجکو نہین ہی۔لیکن مین اسقدر کہنے سے باز بھی
نہین رہ سکتا کہ منشی صاحب اور اُنکے دوسرے بھائی کے مرنے پر جب تیسرے
بھائی مولوی محمد حسن کی باری آئی تو اُنھون نے نہایت دانشمندانہ حرکت یہ کی کہ اقرارنامہ
کے شرایط سے الگ ہو کر زحمت اہتمام سے خود کو بری کیا۔دوسرے حصہ دارون کو پوری
آزادی دی۔شرایط اقرار نامہ سے علیحدگی اختیار کی۔مولوی محمد حسن اگر اس بلند خیالی
پر کاربند ہوتے تو شرکا کے دلون مین خلش پیدا ہوتی اور خاندان مین نااتفاقی پھیلتی۔
تجربہ بتاتا ہی کہ ایسا ضرور ہوتا۔

با اثر اشخاص کے فعل مین ایک خاصّہ یہ بھی ہی کہ دوسرے اسکی تقلید کرتے ہین۔
اسی لیے حکم ہی کہ با اثر لوگ اپنے افعال مین زیادہ احتیاط مدنظر رکھین کیونکہ انکے برے اچھے
برے فعل کے مقلد آسانی سے پیدا ہو جاتے ہین۔قریب ہی ایک گاؤن مین شیخ
کرامت حسین رہتے تھے انکا بھی جی چاہا کہ اپنی جائداد کا کوئی بندوبست کرین جسمین اُنکی
کا محروم کرنا مرکوز خاطر تھا۔اور بعض لڑکے بدچلین تھے اُنکے اختیارات کا محدود کرنا تھا۔بدچلین
تو تکلیف مین رہتے ہی ہی۔انکی تحریر نے نیک چلین بھائیون کو بھی زحمت مین ڈالا۔المسان

مین قوت ملکوتی تو ہوتی نہین - جب وہ کوئی اختیار پاتا ہی تو خواہ مخواہ اُسکے نفاذ کی
کوشش کرتا ہی - یہ بڑی غلطی ہی کہ کسی کو خواہ مخواہ اختیارات وسیع دیے جائین اور
اُس بیچارے کی جان زحمت مین ڈالی جائے - مولوی کرامت حسین کو مرے ہوئے
ابھی تین برس نہین ہوئین لیکن اُنکے گھر مین جائیے تو عجب نکبت رہتی ہی -
اُنکی اولاد مین ایک دوسرے کا بدخواہ تو تھا ہی - صورت مکان سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ایک
دیوار بھی دوسری دیوار کی دشمن ہی - بدچلین تو بدچلین تھے ہی - وہ جو باپ کے وقت
مین نیک چلین تھے انھون نے سب سے زیادہ آگے قدم بڑھائے - باپ کی تحریر
اُنکے مد ہوئی تو پھر وہ کب چوکنے لگے - انسان ہر حالت مین انسان ہی - صفات
ملکوتی کہان سے لائے - یہ اُن مورثون کا ذکر ہی جو نیک نیت تھے - نیک نیتی سے اپنی
جائداد کا انتظام کرنا چاہا تھا اور اپنے پندار مین بڑا مضبوط کام کر گئے تھے - مین اُن نامون
کے ذکر سے اپنی زبان خراب کرنا نہین چاہتا جنھون نے قرآن اور احکام قرآن کو غلط
سمجھکر اپنے خاندان کی بے زبان مومنات کو یعنے خود اپنی لڑکیون اور بہنون کو اپنے ترکہ
شرعی سے محروم کرکے یاد دہرے لفظون مین اپنے خاندان کی بے زبان پردہ نشین
بھولی بھالی نادان عورتون کے حقوق غصب اور تلف کرکے تحریرین کین یا اپنے
پیٹ پالے - آج اس خاندان کی حالت سمجھدارون کے نزدیک عبرت زمانہ ہو رہی
ہی - اور انکی قبرین رہگذرون سے مخاطب ہو کر زبان حال سے کہہ رہی ہین ع

من نہ کردم شما حذر بکنید

آدمی کا پہچاننا بڑا مشکل ہی - بڑے بڑے متقیون کو دیکھا کہ انکی تمام باتین ریا سے
مملو پائی گئین - انسان کسکا مقلد بنے اور کس سے دور بھاگے - میرے نزدیک وضع
کسی کی نہ دیکھے - کسی کی گفتگو پر خیال نہ کرے - صرف اعمال پر نظر کرے - جسکے اعمال
سنت نبوی کے موافق ہون اُسکا پیرو ہو - اور جسکے اعمال سنت نبوی کے خلاف
ہون اُس سے دور بھاگے - آپ صاحبون کو اگر ایسے شخص سے ملنا ہو جسکا باطن
ظاہر سے اچھا ہو تو مظفرپور جائیے - اب تو ریل جاری ہو گئی ہی - کوئی پانچ چھ گھنٹے کی

ہو گئی۔ وہان کے ایک معزز تعلقدار شیخ فدا حسین قریشی سیالکوٹی ثم مظفرپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ملیے۔ انکی وضع سپاہیانہ ڈاڑھی چڑھی ہوئی ظاہری حالت یہ ہے۔ لیکن دل انکا سبحان اللہ اگلے مسلمانون کا سا صاف پاک۔ مزاج مین تواضع و انکسار بدرجہ غائت۔ پابند صوم و صلوٰۃ۔ راست باز۔ راست گفتار۔ مہمان نواز۔ سیرچشم۔ بہادر باحیا۔ بامروت۔ تمام اوصاف انہین بزرگان دین کے سے ہین۔ لیکن بادل نظر اسکا امتیاز نہین ہوتا۔ تجربہ اور صحبت سے معلوم ہوتا ہے۔ بہت بڑی زمینداری انکے قبضہ مین ہے۔ اور اللہ کے فضل سے صاحب اولاد بھی ہین۔ بعض ورثاء آئندہ کی خاطر سے چند احباب نے۔ احباب کا لفظ بھی مناسب نہین کیونکہ انکے احباب کمینہ خصلت ہو نہین سکتے۔ کچھ چند ملنے والون نے انکو حصہ شرعی کے خلاف ورثا مین جائداد کے ہبہ کرنے یا وصیت کرنے کی صلاح دی۔ لیکن انھون نے منظور نہین فرمایا۔ اور کتنے سادے اور پُراثر طور پر کہا کہ بھئی! مین بندہ گنہگار ہون۔ اسلیے خدا سے ڈرتا بھی بہت ہون میری ہمت تو نہین پڑتی کہ اپنی جائداد کو غیر مساوی طور پر تقسیم کر کے خدا کی نافرمانی کرون یہ کچھ انھین حضرات کو زیبا ہے جو اپنی پرہیزگاری اور اتقاء پر اللہ تعالیٰ کو عاشق سمجھتے ہین اور اس خیال مین ہین کہ کچھ ہی کرین خدا کو بُرا نہ معلوم ہوگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ جب بہت سی نظیرین پیش ہوئین۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ مین سب جانتا ہون لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہون کہ جن حضرات کے آپ نام لیتے ہین وہ رسول ؐ کے پیرو نہ تھے .... کے پیرو تھے۔ اسلام کی نظر مین انھون نے بہت ذلیل کام کیا ہے مجھ مین جب تک عقل ہے۔ رسوائی دارین مین خرید نہین سکتا۔ ہان میرے ورثا باہم رضامند ہو کر کسی خاص طور پر تقسیم جائداد چاہین تو مستحسن ہے اور مین بھی انکی شرکت کو طیار ہون۔

انسان کیسا خود غلط مخلوق ہے۔ کس کس طرح وہ جائز اور ناجائز طریقون سے دولت جمع کرتا ہے اور اپنے بقا سے نام کے جھوٹے خیال مین کمینے اور ناپاک ذریعون سے کام لیتا ہے۔ لیکن خدا کبھی اُن آدمیون کے نام روشن نہین رکھتا جو بیجا وسیلون اور گندے ذریعون سے اپنی نمود چاہتے تھے۔ خدا مجاہدین فی سبیل اللہ کا نام بلند کرتا ہے۔

بھائیو! سرافرازی دارین چاہتے ہو تو کار خیر مین کوشش کرو۔ کہ مجاہدین مین تمھارا
نام لکھ جائے۔ مجاہدین فی سبیل اللہ مین داخل ہونا ہو تو ذیل۔ مسجد۔ مہمانسرائے
شفاخانے۔ جیتے جی بنواؤ اور خدا کی خواہشون پر چلو۔ صدق دل سے تم ایسا کروگے
تو صدیون تک نام قایم رہے گا۔ کوئی اور عمدہ کام بنی نوع انسانی کی بہبود کا کر جاؤگے
تو قیامت تک بقا سے نام ممکن ہی۔ لیکن کوئی یہ چاہے کہ لڑکیون کا حق تلف کرکے
اور بیٹون کو جائداد دیکر اپنی نسل کو مستقل دولت۔ پائدار عزت دیجائے تو یہ غیر ممکن ہی
عزت اور ذلت خدا کے اختیار مین ہی۔ خدا کی مرضی کی خلاف ورزی کرکے کوئی
عزت نہین حاصل کرسکتا۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیٔ
قدیر۔ خداوندا تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ خیر
تیرے ہاتھ مین ہی اور تو سب پر قادر ہی۔

مین آپ صاحبون کے سامنے مظفرپور کے ایک خاندان کا ذکر کرتا ہون۔
وصیت ہو تو ایسی اور انتظام ہو تو ایسا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ مظفرپور کے ایک نامی رئیس
پنشنر سب جج مولوی سیف اللہ خان صاحب نے بہت بڑی جائداد چھوڑ کر وفات
کی۔ جائداد کچھ تو انکی موروثی تھی اور زیادہ تر انھون نے خود پیدا کی تھی۔ انکی موروثی
جائداد کی تاریخ دیکھی جائے تو وہ اُن تاریکیون سے خالی نہین ہی جو مسلمان
گھرانون مین تیرہ صدی کے آغاز مین چھائی ہوئی تھین۔ یہان پر مین مولوی صاحب کے
اُس شرعی انتظام کی تعریف کرتا ہون جو اخیر اخیر انھون نے اپنی جائداد کا کیا۔ مین انکے
مال جمع کرنے یا دولت پیدا کرنے کی تعریف نہین کرتا۔ اتنی سب دولت جمع کرکے
دوسرون کے واسطے چھوڑ جانا اور اپنی گردن پر خواہ مخواہ بھی روز قیامت مین
حساب دینے کا بار لیجانا عاقبت اندیش کا کام نہین ہی۔ حساب کتنا ہی آسان ہو
پھر بھی ایک زحمت ہی۔ لیکن مین اس امر کی ضرور تعریف کرونگا کہ جائداد پیدا کرنے
مین اُس شخص نے کمال کیا۔ نہ تو کبھی اپنے روپیہ کا سود لیا۔ حتیٰ کہ معاملہ رہن کو بھی
ناجائز سمجھا۔ فریب دہی یا نشام بری وغیرہ قسمت آزمائیون پر تو کبھی عمل نہین کیا اور نہ

ناجائز طریقہ سے کہین روپیہ پایا۔ اس زمانہ مین جائداد بڑھانے کے یہی معمولی ذریعے ہین۔ ان سب باتون سے مولوی صاحب کو نفرت تھی اور پھر اتنی بڑی ریاست اُنھون نے پیدا کرلی کہ باید و شاید۔ اگر جائداد پیدا کرنے کے حالات لکھے جائین تو اُسکے لیے ایک دفتر چاہیے۔ مختصر یہ کہ جائداد نہایت جائز طریقے سے حاصل کی اور جائداد کا جو انتظام مرتے وقت کیا وہ بھی نہایت ہی قابل قدر کیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایسا منتظم اور جز رس شخص مظفرپور مین اعلیٰ درجہ کا سخی اور سیر چشم سمجھا جاتا تھا۔ سخاوت اور سیر چشمی کے ساتھ سرمایہ کا جمع ہوجانا کہنے کو تو بہت آسان ہے لیکن سوچیے تو خاص مولوی صاحب ہی کا حصہ تھا۔ انھون نے اپنے وصیت نامہ مین تمام پُرانے ملازمون کی پنشن مقرر کی۔ متوسلین ریاست کے وظیفے مقرر کیے۔ جن غربا کی پرورش وہ جیتے جی کرتے تھے مرنے کے بعد بھی اُنکے نام وصیت نامہ مین درج کردیے۔ ورثا جو شرعی طور پر محجوب ہوگئے تھے اور اُنسے مولوی صاحب کو اُنس تھا یا خاندان کی بیوائین جو وارث نہ تھین اور اطاعت اور فرمانبرداری سے مولوی صاحب پر اپنے کوئی حق ثابت کر رکھا تھا اور دوسرے تمام اعزہ جنسے اُنکو محبت تھی اور مولوی صاحب اُنکی پرورش کرتے تھے سب کے حصے اُنھون نے اپنی جائداد مین قایم کیے۔ غرض کہ جس مصلحت سے ایک ثلث جائداد کی بابت غیر ورثا مین وصیت کرنے کی اجازت شرع نے دی ہے اُس غرض اور مصلحت کو مولوی صاحب مرحوم نے بہت ہی اچھی طرح سمجھے اور اس خوبصورتی سے یہ انتظام کیا کہ شاید اُنکا نظیر اس حصۂ ملک مین کوئی دوسرا نہ نکلے۔ باقی دو ثلث جائداد کا رجسٹری وقف کرکے اپنے پوتے کو نسلاً بعد نسل متولی مقرر کیا۔ اس وقف کی نسبت میرے نزدیک مولوی صاحب چندان ممدوح نہین ہوسکتے لیکن پھر بھی مغتنم ہو کر محض اپنے پوتے کے اختیارات محدود کرنے کے لیے اُنھون نے ایسا کیا تاکہ جائداد تلف نہ ہو۔ پوتے کی اولاد اناث کو محروم نہین کیا اور نہ خلاف قرآن مجید اپنے خاندان مین وراثت جاری کرنا چاہا۔ مولوی صاحب نے وقف نامہ مین ایک مدرسہ بنانے کی بھی ہدایت کی تھی جسکی تعمیل مولوی صاحب کے

لوا سے قاضی شمیم الحق ایسے نیک نیت متولی کے ذریعہ سے اس خوبصورتی سے ہوئی کہ کیا کہنا۔ چھوٹے سے خرچ مین آج اُس مدرسے سے وہ فیض عام جاری ہے کہ بڑی بڑی جائداد موقوفہ کے متولیون کو اُس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ مولوی صاحب کے وقف نامے سے کہین بھی بقاے نام کی خواہش پیدا نہین ہے۔ لیکن نیک نیت کے لیے غیبی تائید ہوتی ہے۔ آج ڈہان مدرسہ سیف الاسلام کی وہ شہرت ہے کہ مولوی سیف اللہ کا نام معلوم نہین کب تک دُنیا مین قایم رہیگا۔ اور اس فیض عام سے اُنکی روح کو اگر خدانے چاہا ثواب عظیم پہنچتا رہیگا۔

اب میری تقریر ختم ہوا چاہتی ہے۔ اخیر اخیر مین آپکو پھر سُناتا ہون کہ عورتون کو معزز اور موقر سمجھنا قومی ترقی کا زینہ ہے اور خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ تمھارے اسلاف اسوقت موجود نہین ہین کہ تم آنکھون سے دیکھو کہ تمھاری ماؤن اور وادیون کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔ ہان یورپین حکام تمھارے سامنے ہین تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنی ماؤن بہنون بیبیون اور بیٹیون کے ساتھ کیسا برتاو کرتے ہین۔ تم اِن سے سبق حاصل کرو اور جہان تک شرع اجازت دے انکا تتبع کرو۔ تم انگریزون کو عیسائی سمجھکر انکا بُرا نہ سمجھو کہ انکی اچھی باتون کی تقلید کو بھی پسند نہ کرو۔ "ان الارض یرثھا عبادی الصالحون"۔ خدا قرآن مین کہتا ہے کہ "میرے صالح بندے وارث زمین کے ہوتے ہین"۔ اسلام عیسائیت سے ضرور اچھا۔ لیکن بھائیو بُرا مانو یا بھلا مین تو صاف کہونگا کہ ہم سب نام کے مسلمان بہیت مجموعی کسی طرح انگریزون سے صالح تر نہین ہین اگر ایسا ہوتا تو وارث ارض ہم ہوتے نہ کہ انگریز۔ وہ نفوس پاک جنسے جابجا اسلام کی جھلک باقی ہے اتنے کم ہین کہ محض تبرک ہی تبرک ہین قومی حالت کا اندازہ کرنے مین بسبب قلت کے انکا کچھ شمار نہین۔ غرض انگریزون کی عمدہ باتین جو قرآن اور حدیث کے موافق ہون انکا اختیار کرنا کچھ بھی معیوب نہین ہے بلکہ بعض بعض صورتون مین واجبات سے ہے۔ ہم اچھی باتین جو بھول گئے ہین اُنکو دوسری قومون مین دیکھ کر یاد کرلین تو کیا بُرا

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ورنوشت است پند بر دیوار

بھائیو! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمھارے اخلاق بالکل ناپسند کرتا ہون۔ تم سب مین برکت اسلام کی وجہ سے گئی گزری حالت مین بھی وہ وہ خوبیان باقی ہین کہ دوسری قومون نے انکو خواب مین بھی نہین دیکھا۔ لیکن افسوس تو اسپر آتا ہو کہ خوبیون کے ساتھ بعض بعض امور مین جہالتین ایسی پیدا ہوگئی ہین کہ سخت حیرت پیدا ہوتی ہو۔ غضب خدا کا کہ ہم قرآن کے حرفون کو دین ایمان سمجھتے ہین اور اُسکے مفہوم کو پسند نہین کرتے ایسی حالت مین آپ لوگون کو مذہبی امور پر مستعد کرنے کو مین جو کچھ کہون مجھے امید ہو کہ وہ میری نیک نیتی پر محمول ہوگا۔ اور آپ سب صاحب میری زبان کی لغزشون کی گرفت نہ کرین گے۔

خدایا ہمکو توفیق عطا کر کہ ہم تجھ سے ڈرین۔ زبان ہی سے تیرا نام نہ لین بلکہ دل مین بھی تیرے احکام کی وقعت رکھین۔ تیرے کلام کو پڑا ز حکمت جان کر اُسپر عمل کرین اور اُس سے محبت رکھین۔ خداوندا قیامت کے دن ہمکو سرخرو کیجیو اور اُن لوگون کے زمرہ مین نہ اُٹھائیو جنکے نام مسلمانون کے سے اور دل منافقون اور مشرکون سے بھی بدتر ہین۔ آمین ثم آمین۔

۵

محفل کا رنگ بدلا

مولوی محمد ابراہیم نے ایک مہینے کے قیام مین تمام شہر کے مسلمانون کی حالتین بدل دین۔ شرک و بدعت سیہ کا بیج مارا گیا۔ اسلام کی حقیقت سب پر روشن ہوئی۔ سبھون نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ مسلمان کے گھر مین جنم پانے سے کوئی مسلمان نہین ہوتا اسلام نام ہو اعتقاد درست رکھنے کا اور اعتقاد کے ساتھ اعمال کو مہذب بنانے کا۔ ایک شخص اگر کچھ قابلیت رکھتا ہو اور نیک نیتی سے کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہو۔ جو مسجدین عالمگیر کے بعد سے ویران ہوگئی تھین وہ سب مولوی صاحب کے سبب سے آباد ہوگئین۔ پانچون وقت جماعت سے نمازین ہونے لگین۔ نہایت

شرعیہ سے وہان کے مسلمانون کو قطعی اجتناب نہین ہوا تو اچھے برے کی تمیز تو ضرور ہوگئی۔ تمام شہر مین مذہبی رونق تھی۔ ہر جگہ دین کا چرچا تھا۔ دغابازون اور حیلہ سازون کا استیصال نہین ہوا تھا لیکن پھر بھی مولوی صاحب کی ہوا ایسی بندھی ہوئی تھی کہ انکی جماعت سست اور کمزور ہوگئی تھی۔ سُنت نبوی کے اجرا مین کوئی دم شمار تا تھا۔ یہ سب کچھ مجاہد کی فکر سے تھا اور اسی دلدادہ قوم کی کوششون کا نتیجہ تھا۔ اصلاح قوم کی اُسے دل سے لاگ تھی۔ مولوی صاحب ایسے با اثر شخص کو وہ سمجھ کر لایا تھا کہ نصیر کی اصلاح کے ساتھ تمام شہر کے مسلمانون مین تازہ روح پھونکی جائے گی۔ مولوی صاحب کے ساتھ مجاہد کا بھی وقار بڑھا۔ مولوی صاحب تو آئے تھے نصیر کے خیالات بدلنے کو لیکن اُسکے ساتھ تمام شہر کی اصلاح ہوگئی۔ اسکو یون سمجھ سکتے ہین کہ اگر کوئی شخص چراغ لا کر کسی شے کی تلاش مین خانہ تاریک مین داخل ہو تو وہ تمام روشن ہو جاتا ہے۔ مقصد تھا نصیر کے خیالات کا بدلنا لیکن اُسکے ساتھ تمام شہر کے خیالات بدل گئے۔ کوئی شخص ابتدا ہی سے مستعد ہو تو مستعدی اور ہمت مین بڑی برکت اور بڑا زور ہے۔ محمد نصیر کے خیالات مین بے انتہا تبدیلی ہوئی۔ وہ دل کا بہت اچھا تھا۔ علم کی کمی اور صحبت کی برائی سے اُسکے اخلاق ناپسندیدہ ہو رہے تھے۔ مولوی صاحب کی صحبت سے متاثر ہونے کی قابلیت اُسمین بہت اچھی تھی۔ مولوی صاحب پر وہ بالکل فریفتہ ہوگیا اور مولوی صاحب جب چلنے لگے تو وہ اُن کو پہنچانے آرہ گیا۔ اور وہان کچھ دلون تک اور مولوی صاحب کے ساتھ رہا۔

کلیم اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت ہی پریشان ہوا اور سمجھا کہ کامیابی کی راہون مین بہت سی زحمتین پیدا ہوگئین۔ نصیر دو چار ہفتہ تک آرہ مین رہکر واپس آگیا اب کلیم سے اُسکی طبیعت پہلے سے زیادہ غیر مانوس ہوگئی۔ کلیم اس فکر مین ہوا کہ باپ کو کسی طرح رام کرنا چاہیے۔

ایک روز کلیم ملول خاطر بیٹھا ہوا مال کار پر غور کر رہا تھا۔ اسکو یہ فکر تھی کہ میری بات بالا نہ رہی تو چشمون مین بڑی سُبکی ہوگی۔ وہ بڑا ہی طماع اور حریص تھا۔ ورنہ دین کی

باتوں میں ہٹ کیسی۔ اپنی غلطی اُسے ثابت ہوئی تھی توبہ کرنا۔ خدا اور خدا کے رسول
کے راستے پر آجانا۔ یہ تو کفار عرب کی شان تھی کہ اسلام کو اچھا جانتے تھے اور پھر کفر سے
منحرف نہ ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ مجھے اپنی راے سے پھرتے ہوئے شرم آتی ہے
کلیم کو مومنوں کی پیروی سے کیا غرض تھی۔ وہ اپنے دل اور اپنی راے کا بادشاہ تھا لیکن
بات دوسرے کے اختیار میں تھی۔ اُسکو فکر اور سوچ کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ صورت معاملہ
پر غور کرنا ہی اُسکے لیے رات اور دن کا مشغلہ تھا۔

گیانی مل جو اسکے تمام رازوں سے واقف تھا اور کسی قدر اس سے مانوس
بھی تھا ایک روز کہنے لگا "میاں کلیم میں ایک ترکیب بتاؤں۔ تیر بہدف۔ ذرا فرق
پڑے تو میری زبان کاٹ ڈالو"

کلیم۔ تم یونہیں کہا کرتے ہو۔ کئی مرتبہ میں نے تمکو آزمایا۔ زبانی جمع خرچ کے سوا
تمھارے پاس اور کچھ نہیں ہے۔

گیانی۔ اچھا ایک مرتبہ اور آزما دیکھو۔ مجھ سے کوئی کام نکلے تو رسم ملاقات قایم
رکھنا نہیں تو دوستوں کی فہرست سے میرا نام نکال دینا۔

کلیم۔ اچھا تم میرے معاملہ میں کیا کر سکتے ہو۔

گیانی۔ میں کچھ سنوں بھی تم پر کیا مصیبت ہے؟ مرض معلوم ہو لے تو دوا دیجائے۔

کلیم۔ بھئی رہنے بھی دو۔ تمھاری راے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری مدد سے
میرا کام نہ نکلے گا۔

گیانی۔ کہو تو سہی۔ میں سُن لونگا تو تمھارا کیا ہرج ہوگا؟

کلیم۔ گویا تم جانتے ہی نہیں۔ وہی اباجان کا معاملہ عیسائیوں سے جسکا جھگڑا
پڑا ہوا ہے۔ بارہا میں نے تم سے ذکر کیا۔ آرہ کے ایک مُلّا نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔
اس قل اعوذیے نے اباجان کو ایسا بہکایا کہ اب وہ دوسرے کی سنتے ہی نہیں
اور نہ عمر بھر سنیں گے۔

گیانی۔ لاحول ولاقوۃ۔ بس اتنی ہی بات کے لیے اسقدر ملول خاطر ہو۔ تمھارے

باپ ایسے سیدھے نہین ہین کہ دوسرون کا داؤن اُنپر چل جائے۔ تم خاطر جمع رکھو وہ پھر تمھاری طرف رجوع ہونگے۔

کلیم۔ بھئی اُس ملانٹے کا افسون ایسا زبردست ہو کہ میری عقل کچھ کام نہین کرتی اَبا جان اسکی صحبت مین مسخ ہو گئے ہین۔

گیانی۔ سُننے سُنانے سے کہین آدمی ایماندار یا بے ایمان ہوتا ہو۔ ہر شخص کی سرشت جُدا ہوتی ہو۔ تمھارے اَبا کی سرشت ایسی نہین ہو کہ ایک ہفتے مین کوئی اُنکا ایمان درست کردے وہ ایسے زدے نہین ہین کہ آرہ کے مولوی صاحب سے درست ہو سکین۔

کلیم۔ کیا اَبا جان کو تم بے ایمان سمجھتے ہو۔؟

گیانی۔ بے ایمان کے کیا سینگ ہوتے ہین۔ وہ بے ایمان نہین تو اور کیا ہین۔ نہ تمھارے ایمان کا ٹھکانا ہو نہ تمھارے باپ کے دھرم کا۔ تم بیچاری فہیمہ کی گردن کاٹنے کی فکر مین ہو اور وہ پھر فرتوت بھی تمھارے شریک ہو رہے ہین اب اُنکی بے ایمانی مین کیا شک ہو سکتا ہو۔ لیکن مجھے کسی کی ایمانداری اور بے ایمانی سے کیا مطلب ہو۔ مین تمھارا دوست ہون اور تمھاری دوستی سے سروکار ہو۔

کلیم۔ تو تم اَبا جان کو گالیان کیون دیتے ہو۔

گیانی۔ مین نے گالی کب دی؟

کلیم۔ صریح " بے ایمان" کہتے ہو اور پھر کہتے ہو" گالی کب دی"!

گیانی۔ بے ایمان کہنا گالی ہو؟

کلیم۔ گالی نہین تو اور کیا ہو۔

گیانی۔ تمھارے اَبا جان کے مُنھ پر چیچک کے داغ ہین۔ اگر مین کہون کہ شیخ جی کا چہرہ ناہموار ہو تو کیا یہ کہنا گالی دینے کے برابر سمجھا جائیگا۔؟

کلیم۔ یہ تو ایک واقعہ کا بیان ہو۔ اُنکا چہرہ کھُرّا ہو تو کیا تم خواہ مخواہ میری خاطر سے چکنا کہو گے؟

گیانی۔ ہان بس اسی طرح سمجھو کہ جب انھین ایمان نہین تو انکو بے ایمان کہنا کیا برا ہی۔

کلیم۔ تم نے کیا بے ایمانی دیکھی۔

گیانی۔ اس سے بڑھکر اور کیا بے ایمانی ہوگی کہ اُنھون نے بیچاری فہیمہ کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا چاہا۔ اور تم ایسے ناخلف بیٹے کو سب کا سب دینا چاہا۔

کلیم۔ مین ناخلف نہ ہوتا تو سب کا سب مجھے دینا درست ہوتا ہے۔

گیانی۔ جب بھی درست نہ ہوتا۔ جب تمھارے مذہب مین لڑکیون کا حق مقرر ہی تو اسکو تلف کرنا کیسا۔ اور اگر یہ خلاف مزاج ہی تو دعوی اسلام سے باز آئیے۔

کلیم۔ بیچہ!۔ تم بھی تو دو بہنین رکھتے ہو۔ کچھ انکو کیون نہ دیدیا۔

گیانی۔ مجھے ہندون کا کیا ذکر ہی۔ اور پھر ہمارے شاستر مین بہنون کا حق نہین ہی اور ہوتا تو مین خوشی سے دیتا۔ وہ دونون اپنے گھر بہت خوش اور خرم بسر کرتی ہین۔ پھر بھی مین انکو اتنا دیتا ہون کہ کسی مسلمان کے گھر لڑکیون اور بہنون کو اتنا کم دیا جاتا ہوگا

کلیم۔ یون خوشی کا دینا اور ہی اور حصہ دینا اور شئی ہی۔

گیانی۔ اجی مجھے کسی کو ایماندار یا بے ایمان کہنے سے کیا مطلب ہی۔ مجھکو اسوقت پارسال کا واقعہ یاد آیا جب یہان کے ہندوؤن نے ایک جولاہے کو دو چند قیمت دیکر قربانی کی ایک گائے لے لی تھی۔ اور تمھارے باپ دین دین کہکر ڈاڑھی پھٹکارتے ہوئے صاحب مجسٹریٹ کے پاس کہنے جاتے تھے کہ ہمارے مذہب کی توہین آتی ہی۔ جولاہا تو دو چند قیمت پاکر باغ باغ تھا۔ اور یہ ڈاڑھی ہلاتے ہوئے ادھر سے اُدھر بیتاب پھر رہے تھے۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ ان سے بڑھکر مومن کوئی دوسرا نہین ہی۔ اور آج لڑکی کا حصہ دینے کا وقت آیا تو دین اور ایمان سب بھول گئے۔ مین ان باتون کو کیا جانتا۔ وہ تو آرہ کے مولوی صاحب آئے تو مین قصداً انکے وعظون مین شریک ہوتا تھا اور اُسوقت آپ صاحبون کی قلعی کھلی کہ کہان تک آپ صاحبون مین دین اور ایمان ہی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ اسلام کوئی اور ہی شئی ہی جو آپ کے خواب خیال مین بھی نہین ہی

اسلام کی نظرون مین ہم اور آپ دونون برابر ہیں۔ صرف تھوڑا سا فرق ہوگا۔

کلیم۔ تو کیا تمھارے نزدیک لڑکیون کو حق دینا مناسب ہے۔

گیانی۔ مناسب ہی نہین ہے واجب ہے۔ کیون نہ دینا چاہیے۔ بیٹون اور بیٹیون دونون کے پیدا کرنے مین باپ کا قصور برابر ہے۔ کیون بیٹون کو سب کچھ دیا جائے اور بیٹیون کو کچھ نہ دیا جائے۔

کلیم۔ یہ تو نرالی منطق تم نے شروع کی۔ باپ پیدا کرنے مین قصوروار ہوتا ہے اسکا کیا مطلب ہے۔

گیانی۔ یہ تمھاری سمجھ سے باہر ہے۔

کلیم۔ کہو تو سہی۔ میری سمجھ تمھاری بلا سے۔ تم تو اپنا مدعا ظاہر کر جاؤ کیا کہتے ہو

گیانی۔ اہنکا یہ گیان کی باتین تم گوشت اور مچھلی کھانے والے کیا سمجھوگے

کلیم۔ بہت بڑھ چکو۔ سیدھی طرح کہنا ہو تو کہو۔

گیانی۔ دنیا جنجال ہے؟ کہو کہ ہان ہے۔ اس جنجال مین کوئی فکر و تردد سے خالی ہے؟ کہو کہ کوئی نہین۔ باپ لڑکون کو پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے؟ کہو کہ ہان۔ اولاد پیدا نہ ہوتی تو وہ جنجال مین نہ پھنستی؟ کہو ہرگز نہین۔ باپ نے اپنے تھوڑے سے لطف کے لیے اولاد کو پیدا کرکے جنجال مین پھنسایا کہ نہین؟ بولو۔ تم کیا ہو باپ کی شہوت حیوانی ہی کا تو نتیجہ ہو۔ اگر تمھاری تکلیف کا خیال کرکے شیخ نصیر اپنی خواہش پر قابو رکھتے تو تمکو آج یہ زحمت کیون ہوتی۔ کہ ادنی جائداد کے لیے بے چین ہو رہے ہو۔ مین باربار سوچتا ہون کہ تمھاری بہن کے وجود کے سبب ہونے مین تو تمھارے باپ بڑے مرد تھے اب اُس بیچاری کو حصہ دینے مین کیون تامل کرتے ہین؟ جب صبر کا وقت تھا تو صبر نہین ہوا۔ اور اب اُس بیچاری کو جال دُنیا مین پھنسا کے الگ ہوئے جاتے ہین۔ یہ کیا انسانیت ہے۔

کلیم۔ تمھاری تقریر کا پچھلا حصہ تو لائق التفات نہین ہے لیکن پہلی تقریر کی نسبت مین کہتا ہون کہ آخر خدا بھی تو بندون کے پیدا کرنے مین خطا کار ہے۔ کیونکہ وہی اصلی

باعث ہی تمام موجودات کا۔

گیانی۔ مین نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ گیان کی باتین تمھاری سمجھ مین نہ آئینگی۔

کلیم۔ لالہ جی تم اس قابل ہوئے کہ ہم سب پر ہنسو۔

گیانی۔ تمھارے چلن ہی ایسے ہین تو مین کیا کرون۔

کلیم۔ کیا مسلمان تم سے بھی گئے گزرے ہوئے۔

گیانی۔ بھئی بات بڑھتی جاتی ہی۔ اور مین ڈرتا ہون کہ تم ناخوش نہ ہوجاؤ۔ مسلمان مجھ سے ضرور بڑھکر ہین۔ لیکن تم نہین۔ تم تو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان ہو۔

کلیم۔ تم مسلمانون کی برابری کر سکتے ہو۔

گیانی۔ تم بھی عجب بے عقل ہو۔ مین بار بار کہتا ہون کہ مین اسلام کو اچھا سمجھتا ہون۔ لیکن کونسا اسلام؟ وہ نہین جو تمھارے دماغ مین ہی۔ اسلام وہ جو مولوی محمد ابراہیم کی زبان پر تھا۔ اور خدا کو علم ہی کہ اُنکے دل مین بھی ہی یا نہین۔ قیاس تو چاہتا ہی کہ اُنکے دل مین بھی ہی ورنہ نصیر پر اُنکی تقریر کا اثر نہ ہوتا۔ مولوی صاحب کی وعظ سنکر میرا دل بھی بے اختیار ہو گیا تھا۔

کلیم۔ تم نے ہندوؤن مین کیا بُرائی پائی۔

گیانی۔ تمام باتین خیالی ہین۔ ہندوؤن کی چند باتین مجھے پسند نہ آئین مسلمانون کے مذہبی احکام پسند آئے میری طبیعت پھر گئی۔ اب مین تم کو کن کن احکام کا نشان دون۔

کلیم۔ اچھا ایک تو بتاؤ۔

گیانی۔ بھئی دیر ہوتی ہی۔ اب مین جاؤن گا۔ تمھاری دوستی سے درگزرا۔ مجھے برادری سے بھی تم خارج کرانے کی فکر مین ہوئے۔ تو ایک بات مین کہے دیتا ہون اور کرکے بھی دکھادونگا۔ مین لاولد ہون اور امید ہی کہ اولاد نہ ہو۔ بی بی کو دق کا عارضہ ہی۔ وہ بچنے کی نہین۔ اور اسکے بعد مین دوسرا بیاہ نہ کرونگا۔ مین پنجابی کھتری ہون یہان کوئی میرا بھائی بند نہین ہی۔ صرف دو بڑی بہنین تھین جو دانا پور مین

بیاہی گئین اُن بہنون سے مجھے اتنی الفت ہی کہ شاید تمکو اپنی مان سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی۔ اُنکو بھی میرے بغیر چین نہین پڑتا۔ ایک جاتی ہی تو دوسری آتی ہی ایک بہن مین ہمیشہ ساتھ رکھتا ہون۔ میری بی بی کو بھی وہ سب حقیقی بہن کی طرح چاہتی ہین۔ مجکو بھی چند عوارض بعضمن ایسے ہین کہ شاید عرصہ تک زندہ نہ رہون۔ اس محلہ مین ایک گر بھائی میرا رہتا ہی جو نہایت ہی بد وضع اور بد چلن ہی۔ مجکو اُس سے نفرت ہی اُس کی کوئی وجہ بھی نہین ہی۔ ہم دونون نے ایک ہی شخص سے کان پھکوا لیے تھے اُس باہمی اُنس کو کیا ترقی ہو سکتی ہی۔ موجودہ شاستر کہتا ہی کہ میرے مرنے کے بعد میری تمام جائداد جو لاکھون روپیہ کی ہی گور بھائی کو جو میری قوم کا بھی نہین ہی ملجائے اور میری حقیقی بہنین کچھ بھی نہ پائین۔ ہندؤن مین بہنین وارث نہین سمجھی جاتین۔ مجکو اس سے بحث نہین ہی کہ شاستر کا یہ مسئلہ کیسا ہی۔ مین اپنے دل کی بات جانتا ہون کہ اگر مجھ مین ذرا بھی سمجھ ہوگی تو بہنون کو محروم الارث نہ ہونے دونگا۔ مرتے وقت اپنا مذہب بدل کر وہ مذہب اختیار کرونگا جسمین میری بہنین میرا کل ترکہ پا سکین اور وہ فقیر جو میرے مرنے کی ہر وقت دعا کیا کرتا ہی کچھ نہ پائے۔

کلیم ۔ بھئی یہ مسئلہ تو ہندؤن کا بہت بُرا ہی کہ بہنین زمرۂ ورثا مین نہین ہین۔

گیانی ۔ تم تو ہندؤن سے بھی بدتر ہو کہ قرآن مین لڑکیون کا حصہ موجود ہی اور باپ کو ترغیب دیتے ہو کہ وہ لڑکیون کو محروم کر دے۔ اب مین تم سے کھل کر کہتا ہون کہ مین نے مسلمانون کے قانون کو خوب دیکھا ہی کہین سے اُسمین خامی نہین ہی۔ وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر۔ کن کن باتون کا مین تذکرہ کرون۔ تم تو خیال نہ کرتے ہوگے مین نے بہ نظر خریداری اِن تمام مسئلون کو جانچا اور مین سمجھا کہ کہین سے بھی یہ ادھورا نہین ہی اور ضرور الہام ربانی کے ذریعہ سے یہ قانون مندون تک پہنچا ہی۔ مندون کا بنایا ہوا ہوتا تو ضرور ناتمام اور ناقص ہوتا۔

کلیم ۔ لیکن یہ عام طور پر مشہور ہی کہ مسلمانون کا قانون جہان تک جائداد منقولہ سے متعلق ہی ٹھیک ہی۔ اور غیر منقولہ جائداد کے لیے وہ مناسب وقت نہین ہی اور اُسکی

وجہ یہ ہے کہ عربوں کے قبضہ میں غیر منقولہ جائدادیں نہ تھیں۔

گیانی - ایک مسلمان کے منہ سے یہ باتیں مجھے سخت حیرت میں ڈالتی ہیں لیکن آپ کے اعتراض کا جواب دینا چاہیے۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کی تشفی کر سکوں - ہاں مولوی مجاہد کے پاس چلیے۔ شاید آپ کا اطمینان ہو جائے۔

کلیم - یہ کہیے آپ مجاہد کے فرستادہ تھے۔ مجکو بھی تعجب تھا کہ آج آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

گیانی - کیا خوب! اب آپ نے دوسرا طرز اختیار کیا۔ نہ چلیے۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

کلیم - چلیے میرا ہرج ہی کیا ہے۔ گو وہ خدا واسطہ میرا دشمن ہو رہا ہے۔ مگر مجکو چلنے میں کوئی عذر نہیں - وہ کمبخت میری عداوت سے باز آئے تو میرا کام ہی کیوں بگڑے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے مجاہد نظر آیا۔ نصیر سے مل کر یہ گھر جا رہا تھا۔ گیانی نے دیکھا اور پکارا - مولوی صاحب! مولوی صاحب!! مولوی مجاہد آواز سنکر ٹھٹک گئے۔ اور کلیم کے بلانے پر وہ بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ مولوی مجاہد کے سامنے بحث پیش کیگئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں کے معلومات اس بارے میں بہت کم ہیں - بلیا کے ایک گریجوئیٹ منشی نرسنگ سہائے نام یہاں وارد ہیں - بی - اے ال - ال بی ہیں اس زمانہ میں جو لیاقت چاہیے وہ سب انمیں موجود ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مسلمانوں کے قانون وراثت پر بہت کچھ اعتراض رکھتے ہیں - اگر مجھ سے انسے کہیں مباحثہ ہو جائے پھر تمکو معلوم ہو کہ شرع محمدی کیا شے ہے۔

کلیم - یہ کیا بڑی بات ہے۔ آپ پتا بتائیں میں ابھی بلائے لیتا ہوں۔

مجاہد - انکا بلانا مناسب نہیں - وہ انگریزی خیال کے آدمی ہیں - آپکی امارت پر ہنسیں گے اور اپنی توہین سمجھیں گے۔

گیانی - ملنا ہے تو ہمیں سب نہ چلے چلیں؟

کلیم - (کسی قدر تامل سے) اچھا کیا ہرج ہے - ہمیں سب چلے چلیں۔

پندرہ منٹ کے بعد سب کے سب دریا کنارے ایک بنگلہ میں جمع ہوئے جہاں

وہین باغ مین ایک سادھو کی کوٹی تھی - سادھو جی بھی نو واردون کا تماشہ دیکھنے نرسنگھ صاحب کے پیچھے آکھڑے ہوئے اور گفتگو یون شروع ہوئی -

نرسنگھ - آپ سب صاحبون نے کہان تکلیف کی - مین یہان اسکول مین مدت تک پڑھتا تھا - اور آپ سب سے مین واقف بھی ہون - مجھے تعجب ہے کہ مجھ ایک گمنام شخص کے ملنے کو آپ نے کیون تکلیف گوارا کی -

مجاہد - آپ ذی علم نہین ہین ہے ذی علمون کے پاس مالدارون کا آنا کوئی حیرت نہین ہے - کلیم آپ سے ملنے آئے تو کیا استعجاب ہے -

نرسنگھ - مین شیخ کلیم ہی کی تخصیص نہین کرتا - آپ تینون صاحبون کا آنا میرے فخر اور عزت کا باعث ہے -

گیانی - بھائی میرا کیا ذکر ہے - مین کس شمار مین ہون - شیخ کلیم البتہ گھر سے بہت کم نکلتے ہین -

مجاہد - ہم دریوزہ گرون کے ساتھ شیخ جی بھی آج شریک ہوگئے - یہ رسم ظاہری کی باتین دور کیجیے اور پوچھیے کہ یہان کیون آئے -

نرسنگھ - ہان - ہان فرمایئے آپ کہان تشریف لائے -

کلیم - کچھ پوچھنا ہے -

نرسنگھ - شوق سے پوچھیے -

مجاہد - ہندوؤن کی وراثت کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنا ہے - فرض کیجیے کہ خدانخواستہ آپ لاولد فوت کرین اور سوائے بہن کے اور کوئی رشتہ دار نہ چھوڑین تو آپ کا ترکہ بہن کو پہنچیگا یا یہ سنیاسی جو پیچھے کھڑے ہین انکو ملے گا -

نرسنگھ - (باباجی کی طرف اشارہ کرکے) آیئے بیٹھیے آپ کھڑے کیون ہین -

گیانی - حضرت انکے سوال کا جواب دیجیے - ادھر طرف مخاطب نہ ہوجیے -

نرسنگھ - بہن کو تو ہرگز ترکہ نہ ملیگا کیونکہ بہنین ورثا سے شاستری مین داخل نہین ہین لیکن باباجی کیون پانے لگے - کوئی وارث نہ ہوگا تو گورنمنت قابض ہوگی -

مجاہد- باباجی اگر جھوٹ بولنا چاہیں تب تو پا سکتے ہیں؟-

نرسنگھ- یہ کیونکر؟-

مجاہد- دو جھوٹے گواہ پیش کردیں اور اُنسے خود کو متوفی کا گوربھائی- چیلہ- یا گورو کہلا دیں اور عدالت گواہوں کو سچا مان لے-

نرسنگھ- ہاں جھوٹ بولنا چاہیں تو بات ہی دوسری ہے-

مجاہد- لیکن بہن تو جھوٹ بول کر بھی وارث نہیں ہوگی-

کلیم- کیوں؟-

گیانی- وہ عورت سے مرد ہو نہیں سکتی- اور عورت ہونا جرم ہے-

نرسنگھ- ہمارے یہاں اصول وراثت کا پنڈا دینے پر مبنی ہے-

مجاہد- اصول سے بحث نہیں ہے- نتیجہ سے بحث ہے- عورتوں کی قدر کم تھی اسی اصول سے تمام قاعدے بنے- ورنہ عورتیں پنڈا دیں تو کیا حرج ہے- وہ کون کام ہے جو عورتیں نہیں کرسکتیں-

نرسنگھ- خیر یہ باتیں کچھ نہیں- میں نے بھی بارہا سوچا ہے- ہندوں نے عورتوں کے حقوق کم رکھے ہیں اور اسلیے چند سقم اُنکے قواعد میں موجود ہیں- لیکن سقم سے کوئی قانون خالی بھی ہے؟ سیکڑوں علما کی رائے سے انگریزی قانون بنتا ہے- لیکن قانون چھپا نہیں کہ ترمیم کا سلسلہ شروع ہوگیا-

مجاہد- جب انسان کوئی کام کرے گا تو وہ سقم سے خالی نہ ہوگا یہی تو میری حجت ہے شرع محمدی قانون ربانی ہے- بھلا اسمیں تو کوئی نقص دکھا دیجیے-

نرسنگھ- قانون ربانی ہونے کا کیا ثبوت ہے-

مجاہد- یہی ثبوت ہے کہ اسمیں کوئی نقص نہیں ہے-

نرسنگھ- آپ کے نزدیک کوئی نقص نہ ہوگا لیکن ذی عقل ہمیں سیکڑوں نقص پاتے ہیں-

مجاہد- آپ سے بڑھکر ذی عقل ہیں کہاں سے اُنکا کچھ آپ ہی فرمائیے-

نرسنگھ- مہر بون کے پاس غیر منقولہ جائداد نہ تھی-

[illegible]

مجاہد - کیون نہ تھی؟ گھر تھے - باغ تھے - درخت تھے - جابجا کھیت بھی تھے - مکہ کے قریب طایف ترکاریون کے لیے مشہور ہی - یمن مین ہر قسم کا غلہ ہوتا ہی - یہ حصہ ایسا زرخیز ہی کہ سکندر اعظم یونانی اس مقام کو دار السلطنت قرار دینے کی حسرت اپنے ساتھ قبر مین لے گیا - مدینہ سے کچھ آگے بڑھکر کشت زار شروع ہوتا ہی - عراق عرب مین خاصی طرح غلہ ہوتا ہی -

نرسنگھ - وہان یہ زمیندار یان اور علاقہ داریان نہین ہین جو ہندوستان مین ہین -

مجاہد - ہان رعایا کو غلام سمجھنا - ہزار دو ہزار غلام مین ایک آقا زمیندار ہوکر رہے یہ طریقہ عرب مین نہ تھا - اور اسی لیے وہ کبھی دوسری قوم کے غلام بھی نہین ہوئے -

نرسنگھ - آپ ایک ایک مقدمات کو قطع کرتے جائین گے تو مین کیا مباحثہ کرون گا مین اپنی تقریر ختم کرلون تو آپ جواب دیجیے -

مجاہد - اچھا یون سہی آپ پہلے کہہ لیجیے - آپ غلط مقدمات سے نتیجہ نکالنا چاہتے تھے مین نے متنبہ کرنا مناسب سمجھا تاکہ تقریر مین بے وجہ طوالت نہ ہو -

نرسنگھ - آپ پہلے مجھے کہہ لینے دیجیے -

مجاہد - بہتر - فرمایئے -

نرسنگھ - عربون مین زمینداریون کا دستور نہ تھا - اسلیے جہان تک جائداد منقولہ سے انکا قانون متعلق ہی درست ہی - اور غیر منقولہ جائداد کی نسبت بالکل ناقص ہی -

مجاہد - آپ نے انگلش پروفیسر سے یہ سُنا لیکن اسکا مطلب آپ کی سمجھ مین آیا مجھ سے سمجھ لیجیے - انگریزون مین عورتون کے حقوق کی حفاظت بہت زیادہ ہی اور ہندؤن مین بالکل نہین ہی - انگریز مسلمانون کے قانون کو بمقابلہ ہندون کے بہت زیادہ پسند کرتے ہین مثلاً اسلام عورت مرد مین فرق نہین کرتا یہ انکو پسند ہی - لیکن اپنے قانون سے وہ مسلمانون کے قانون کو ضرور بُرا کہتے ہین - وہ بھی سب نہین بعض بعض حق پسند اور حق گو ہین اور بعض اس اصول پر عمل کرتے ہین کہ اپنی چیز کو کبھی بُرا نہ کہو جائداد کیسی ہی ہو اسلام متعدد ورثا پر تقسیم کر دیتا ہی - انگریزی مقنن ہندوستانی راج کی طرح

اپنے ملک کی علاقہ داریاں صرف بڑے لڑکے کو دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اسطرح ملک کی طاقت قایم رہتی ہے۔ اور انھین خیالات سے وہ کہتے ہین کہ شرع محمدی جائداد منقولہ کی بابت درست ہے اور غیر منقولہ کی بابت نادرست ہے۔

نرسنگھ۔ تو پھر بُرا کیا کہتے ہین۔ حصہ داریوں سے ضرور خاندان بگڑ جاتا ہے اور زور جاتا رہتا ہے۔

مجاہد۔ زور جاتے رہنے کی ایک ہی کہی۔ کیا زور اس طرح قایم رہتا ہے کہ دس لڑکوں مین نو بھیک مانگین اور ایک گدی نشین ہو؟ اس طرح تو اور کمزوری آئے گی۔ خیالات مین پستی ہوگی۔ ہمت گھٹے گی۔ انگریزون کا عروج ہے تو انکی بُری باتین بھی اچھی ہو جائینگی؟ مسلمانون کا قانون شرع سے یکسان ہے عبد الملک بن مروان کی حکومت نصف فرانس سے نصف پنجاب تک اور بحر سودے سے چین تک پھیلی ہوئی تھی اُسوقت کسی نے نہ کہدیا کہ مسلمان کمزور ہین اور انکا قانون ناقص ہے۔ مسلمان اب دو تین صدی سے گر گئے ہین اور وہ بھی اسلیے کہ شرع پر انکا عملدرآمد نہین ہے تو آپ کہتے ہین کہ انکے قانون سے ملک مین کمزوری پھیلتی ہے۔ آج مسلمان اپنی شرع پر پورا پورا عمل کرین تو کوئی انکی ٹکر کا نہ نکلے یہ جو یورپین قوم کو آپ سرفراز دیکھتے ہین اسکا باعث صرف یہ ہے کہ اسلام کے اکثر اصول پر انکا عمل ہے۔ یہ قرآن کو نہین مانتے لیکن انکا عمل زیادہ تر قرآن کے موافق ہے آپ سمجھین یا نہ سمجھین لیکن اتنا سُن لیجیے کہ خدا کہتا ہے "ان الارض یرثہا عبادی الصالحون" ہمارے صالح بندے دُنیا کے وارث ہوتے ہین۔ انگریز اگر موجودہ قومون مین صالح نہ ہوتے تو ہرگز ہم پر حکمران نہ ہوتے۔ اسلامی قاعدہ وراثت پر ہندؤون کا عمل تو کیا ہوگا خود مسلمان اسپر کاربند نہین ہین۔ انگریز اکثر جائداد مین اصول اسلام کے پابند ہین اور سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہین۔ متوفی کے بعد کبھی انکو خیال بھی نہین گذرتا کہ بعض اولاد پائے اور بعض اولاد نہ پائے۔ مسلمانون کی کیفیت ہو کہ منقولہ جائداد مین تو کبھی لڑکیان پاتی ہی نہین۔ بھائی کو جھوٹ بولنے مین عذر

نہین اور منقولہ چیزون کے تصرف کا ثبوت مشکل۔ رہی جایداد غیر منقولہ اُسکی نسبت ہندوٗون کی طرح یہ عذر ہوتا ہی کہ جائداد غیر خاندان مین چلی جائیگی۔ بہرحال انگریز جب دیتے ہین تو اولاد ذکور اور اناث کو برابر دیتے ہین اور نہین دیتے تو کسی کو نہین دیتے صرف بڑا لڑکا گدی نشین ہوتا ہی۔ اسلام کی نظر مین یہ انگریزون کا طریقہ اچھا نہین ہی لیکن ہمارے جاہل مسلمانون کے طرز عمل سے جو عورتون کو قطعاً محروم رکھنے مین کچھ بے حیائی نہین سمجھتے وہ کہین بہتر ہی۔ انگریزون کا طرز عمل جہانتک اسلام سے موافق ہی پسندیدہ ہی اور جہان سے اختلاف شروع ہوا ناپسندیدہ ہی۔ میرے نزدیک زمینداری نہین زمینداری سے بھی کوئی زیادہ مستقل اور عزیز شی ہو اُسمین بھی متوفی کے تمام اعزہ قریب کو حصہ ملنا چاہیے بے محنت اور بے مشقت ملتا ہی اور اُسپر یہ حجت کہ مین لون اور وہ نہ لے۔ کیون تم لو اور وہ نہ لے۔ یہ جائداد تقسیم سے خراب ہو جائیگی" جس کے دل مین یہ خیال گزرے وہی کیون نہ دست بردار ہو جائے۔ انسان کو اپنی محنت پر بھروسہ کرنا چاہیے متوفی کا مال جو اعزہ مین تقسیم ہوتا ہی یہ ایک انتظام عالم ہی۔ برابر کے دو عزیزون مین ایک پائے اور دوسرا نہ پائے یہ کیا؟ اگر کوئی کہے کہ بڑا پہلے مستحق ہو چکا تو ہم کہین گے کہ خاندان کی عورتون کو پہلے ملنا چاہیے کیونکہ عقل مین بہ نسبت مردون کے تجربہ کم ہی اور اسیلیے واجب الرعایت ہین اور واجب الرعایت کی اعانت پہلے ہونی چاہیے۔ لوکنت مفضلا لفضلت البنات۔

نرسنگھ۔ مولویون سے گفتگو کرنے مین تو یہی خرابی ہی کہ اپنی کہتے ہین اور دوسرے کی نہین سُنتے۔ آپ نہ معلوم کیا کہہ گئے۔ گفتگو تو صرف یہ ہی کہ جب عورت دوسری جگہ بیاہ گئی تو جس خاندان مین گئی اُس سے واسطہ ہوا باپ کے خاندان سے کچھ تعلق باقی نہ رہا۔

مجاہد۔ کیا جس نے پیدا کیا اُس سے تعلق نہین رہا؟۔ کیا تعلق زناشوئی فطرتی تعلق سے بڑھکر ہی؟ بیاہ تو ایک نسبتی اور عارضی شی ہی۔ شوہر نے بی بی کو چھوڑ دیا پھر کچھ نہین۔ مسلمانون کی سی آزادی دوسری قومون مین نہین ہی لیکن ایسی صورتین ہر قوم مین پیدا ہو سکتی ہین کہ زن و شو مین افتراق ہو جائے۔

نرسنگھ۔ گو ہمارے یہان طلاق نہین ہو لیکن مین مذہب اسلام کا مسئلہ طلاق ضرور پسند کرتا ہون۔ جب ایک کو دوسرے سے نفرت ہو تو پھر افتراق نہ ہونا بڑا ہی اندھیر ہی

مجاہد۔ مسئلہ طلاق کو آپ مصلحت آمیز جانتے ہین۔

نرسنگھ۔ مصلحت آمیز ہی نہین بلکہ مین یہ جانتا ہون کہ حسن معاشرت کے لیے جس طرح نکاح لازم ہو اسی طرح طلاق کی آزادی بھی ضروری ہو۔ طلاق کے متعلق شرع محمدی کے بعض احکام میرے نزدیک درست ہین۔

مجاہد۔ ہان۔ امتحان وکالت مین شرع محمدی داخل کورس ہو۔ آپ نے تو پڑھا ہی ہوگا۔

نرسنگھ۔ ہان مین نے خوب پڑھا ہی۔ ہدایہ۔ سراجیہ۔ دُرمختار۔ ان سب کے ترجمے انگریزی مین موجود ہین اور مین نے دیکھے ہین۔ طلاق کے متعلق میری رائے کچھ کچھ مسلمانون کے موافق ہو۔ اسکے متعلق عورتون کی آزادی کچھ اور زیادہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔

مجاہد۔ آپ اپنی راے سے پھر نہ جائیے گا۔

نرسنگھ۔ ہرگز نہین۔

مجاہد۔ خوب سمجھ کے کہیے۔

نرسنگھ۔ ہان خوب سمجھ لیا۔

مجاہد۔ پھر اب کیا مشکل ہی۔ آپ نے تمام احکام شرع محمدی تسلیم کر لیے۔ ایک کو دوسرے سے تعلق ہی ایسا ہو کہ جہان آپ نے ایک بات مانی پھر سب ماننا ہی پڑیگی۔

نرسنگھ۔ کیونکر؟

مجاہد۔ آپ کہتے ہین کہ لڑکی کو حصہ نہ ملنا چاہیے اسلیے کہ وہ دوسرے خاندان مین چلی جاتی ہو۔ اگر قاعدہ طلاق روا رکھا جائیگا تو دوسرے خاندان سے لڑکیون کا تعلق مستقل نہ ہوگا۔ فرض کیجیے کہ کسی عورت کو اُسکے شوہر نے طلاق دی اور پدری جائداد سے اُسکو قانون نے محروم رکھا تو بیچاری کہین کی نہ رہی۔

نرسنگھ۔ جب طلاق روا ہوگی تو دوسرا بیاہ بھی جائز ہوگا۔ وہ دوسرا بیاہ کریگی۔

مجاہد۔ دوسرا بیاہ کرنا اسکے اختیار مین کب ہی؟ اور آپ کے موجودہ شاستر تو دوسرے بیاہ کی اجازت ہی نہین دیتی۔

نرسنگھ۔ ہمارے یہان خاندان مشترکہ کی برکت بہت غنیمت سمجھی جاتی ہی۔ حالت اشتراک مین لڑکیان وارث نہین ہوتین لیکن نان ونفقہ پا سکتی ہین نہین بھی نان ونفقہ پاسکتی ہین۔

مجاہد۔ نان ونفقہ تو لونڈیان بھی پاتی ہین۔ اور بیدری گھر کی کیا تخصیص ہی۔ عورتین جہان رہین گی کام کرین گی اور کھانے کو پائین گی۔ اپنے یگانے نان ونفقہ دیتے ہین اس سے کہین زیادہ آرام لڑکیون کو عزیزون کے گھر ہی۔ مین کہتا ہون کہ عورتون کو حصہ نہ دینا بڑا ظلم ہی اور آپ جواب مین کہتے ہین کچھ ظلم نہین۔ انکو صدقہ تو مل سکتا ہی۔

نرسنگھ۔ خاندان مشترکہ کا اصول قایم رکھا جائے تو کسی طرح عورتین ترکہ نہین پاسکتین۔

مجاہد کیون نہین؟ کیا استحالہ ہی؟ مرد خاندان مشترکہ مین تقسیم کرکے حصے لے سکتے ہین اسی طرح عورتین بھی لیا کرین تو کیا عیب ہی۔ لیکن مین تو خاندان مشترکہ کی برکت جسے آپ بہت پسند کرتے ہین سمجھتا ہی نہین۔ ہندؤن مین اور انکی دیکھا دیکھی مسلمانون مین جتنے جھگڑے پیدا ہوتے ہین انمین سے نصف اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ اتفاق رہا جب بھی ہر ایک کو تکلیف ہی کسی کو آزادی نصیب نہ ہوئی۔ سچی خوشی قریب نہین آئی۔ زبردست کو کمزور کے مقابلہ مین سیکڑون قسم کی دست درازیون کا موقع رہا۔ اور جب بے لطفی حد سے بڑھ گئی تو مقدمہ بازیون کے لیے سیکڑون دروازے کھل گئے۔ یہ سچ ہی کہ یکجائی مین کسی قدر فکر معاش کم ہوتی اور بار خانہ داری پر تقسیم ہوجاتا ہی لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ خیالات پست ہوجاتے ہین۔ ارادون مین ضعف آتا ہی ہمت اور مردانگی سے نفرت پیدا ہوتی ہی۔ ہندوستانیون کی ادبار کے خلاف جہان سب کچھ ہین وہان بود وباش کی شرکت بھی ایک چھوٹا یا بڑا سبب خیال کیا جاسکتا ہی؟

نرسنگھ - آپ کے نزدیک ہندو مذہب مین عیب ہی عیب ہی -

مجاہد - ہرگز نہین - مین اس خیال کا آدمی نہین ہون - مین تو یہ عقیدہ رکھتا ہون کہ ہندوؤن کا مذہب بھی کتاب آسمانی سے شروع ہوا ہو - انکے پیشوا بھی پیغمبر خدا ہون - آپ کے بزرگان دین کی عظمت میرے دل مین بھی ہو اور سچی عظمت کا خیال کیجیے تو آپ سے زیادہ ہی - مین خیال کرتا ہون کہ زمانہ کے تصرفات نے جو انقلاب ہندوؤن مین پیدا کیے پھر اُنکی اصلاح نہو سکی - یعنی دو چار ریفارمر ہوئے بھی تو چند مقلد پیدا ہو کر رہگئے اس طرح فرقے زیادہ بڑھتے گئے - لیکن خیالات کی پوری اصلاح ایسی نہین ہوئی کہ تمام ہندوستان کے باشندے ایک سچے ریفارمر کے پیرو ہوجاتے - مین آپ کے مذہب کو برا نہین سمجھتا اور نہ برا سمجھ سکتا صرف اتنا کہتا ہون کہ آپ لوگون مین رسوم کی پابندی بہت بڑھ گئی ہو اور بعض باتون مین تصرفات بھی ہوئے ہین - آپ خود بعض بعض باتین ناپسند کرتے ہونگے آپ کم اور مین زیادہ بس اتنا ہی فرق ہو -

نرسنگھ - آپ کے گیانی مل ناپسند کرتے ہونگے - مین تو ہندو مذہب کی ایک بات بھی ناپسند نہین کرتا -

گیانی - کیون حضرت یہ آپ نے میری طرف کیا اشارہ کیا مین تو کچھ بولا بھی نہین - آپ ہی کہہ رہے ہین کہ مسلمانون مین طلاق اور عقد ثانی کا مسئلہ اچھا ہو -

نرسنگھ - یہ مسلمانون کا خاص مسئلہ نہین ہو - ہندوستان کے زمانہ ترقی مین بھی طلاق اور عقد ثانی کا دستور تھا - زمانہ انحطاط مین یہ سب باتین معیوب سمجھی جاتی ہین -

مجاہد - جب کوئی اور بات بھی آپ کو ناپسند ہوگی تو اُسکی تائید بھی آپ کو پرانی اصلون سے مل جائیگی - دین اور دنیا کا ساتھ ہو قومی ترقی کا ذریعہ دنیا مین ایک ہی ہو یعنے کل افراد قوم کا ایک ساتھ عقل سے کام لینا اور اسکو بیکار نہ چھوڑنا - جب ہندوؤن کی ترقی کا زمانہ تھا تو محامد انھین سے تھے اور اسکے بعد وہ محامد انسے منتزع ہوکر ایرانیون اور یونانیون نے پائے - یہودیون اور عیسائیون نے بھی باری باری سے ترقیان کین - جب مسلمانون کا زمانہ آیا تو سب محامد انھین جمع ہوگئے - جب دوبارہ عیسائیون کی رونق کا زمانہ آیا تو

خوبیان انمین پھر آگئین - فرق اتنا ہی کہ مسلمانون کی کتابون مین ابھی سب باتین موجود ہین - ہندوؤن کی کتابین نایاب ہوگئی ہین - کوئی ایسی ہی پرانی کتاب ہو تو اسمین زمانہ عروج کی باتین ملتی ہین - آج کل مہذب قومون مین "خذ ما صفا دع ما کدر" پر عمل ہی - یورپین قومین عمدہ باتین جہان پاتی ہین اُنکی چھان بین مین مصروف ہوجاتی ہین -

نرسنگھ - ہان اسقدر تو مین ضرور تسلیم کرتا ہون کہ دنیا مین خوش اور باقاعدہ رہنے کا ایک ہی راستہ ہی - عروج کے زمانہ مین تمام قومین اصول مین ضرور متفق ہونگی -

مجاہد - بے شک آپ خوب سمجھتے ہین جس طرح قانون فطرت ایک ہی اسی طرح قانون فطرت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے یعنے درجہ عروج پر پہنچنے کی راہین بھی ضرور ایک ہی ہونگی -

نرسنگھ - مسلمانون کی تو بحث زیر بحث تھی اور آپ نے روے سخن پھر دوسری طرف پھیرا -

مجاہد - مین نے کوئی بازی نہین بدی ہی کہ ہار جیت کا خیال ہو - آپ ذی علم ہین اور مین گو ذی علم نہین ہون لیکن عالمون سے محبت رکھنے والا ضرور ہون - دنیا بھر کی لغویات بکنے سے تو اچھا ہی کہ ایسے ہی تذکرے رہین - آپ کا جی اُکتا گیا ہو تو مین رخصت ہوتا ہون -

نرسنگھ - نہین - فرمائیے - مین سُننے کو طیار ہون -

مجاہد - حضرت - میری سمجھ مین یہ نہین آتا کہ ہندوؤن نے اپنے عروج کے زمانہ مین عورتون کے حقوق سے غفلت کی ہوگی ؟ -

نرسنگھ - بھئی امر حق کہنے سے کبھی دریغ نہ کرنا چاہیے -

مجاہد - آپ ایسے ذی علم سے تو یہی امید ہی -

نرسنگھ - مین خود کہتا ہون - آپ جلدی کیون کرتے ہین -

مجاہد - اچھا فرمائیے مین نہین بولنے کا -

نرسنگھ - جہان پرانی کتابون سے یہ پتا لگتا ہی کہ ہندؤون کی ترقی کے زمانہ مین بیوہ عورتون کے عقد ثانی کا دستور تھا وہان یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ بہنین زمرۂ ورثا مین تھین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ عورتون کی بڑی قدر ہوتی تھی - زمانہ موجودہ کو نہ دیکھیے یہ ادبار کا زمانہ ہی خزان کو بہار سے کیا نسبت - لیکن آپ غور کیجیے کہ اس گئی گزری حالت مین بھی باپ کے ہوتے ہوئے بیوہ کو سب کا سب مل جاتا ہی - بھائیون اور بھتیجون کو قطعاً محروم کر کے لڑکیان متوفی کا کل ترکہ پا جاتی ہین ہان شرکت کی حالت مین عورتین نان و نفقہ پاتی ہین حصہ دار نہین ہوتین تو یہ ایک جدا بات ہی کہ ہنود شرکت کو ایک بڑی متبرک شی سمجھتے ہین اور دوسری قومین اسکو پسند نہین کرتین - آپ یہ نہ کہین کہ "افراط و تفریط دونون معیوب ہین - اعتدال چاہیے - یہ کیا کہ عورتین کبھی سب کچھ پا جائین اور کبھی کچھ بھی نہ پائین" یہ جدا بحث ہی مین یہان صرف یہ دکھانا چاہتا ہون کہ ہندؤون کے قانون مین عورتون کا اعزاز تمام قومون سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہی -

مجاہد - یہ تو آپ نے نہایت اچھی خبر سنائی کہ بہنین پہلے زمرہ ورثا مین تھین بشرطیکہ آپ کے پاس اسکی سند بھی ہو -

نرسنگھ - مین صحیح کہتا ہون کہ ہندؤون کے زمانہ ترقی مین بہنین ورثا مین شمار کی جاتی تھین - کلو یعنی زمانہ تنزل مین وہ محروم کر دی گئین - دواپر مین انکے حقوق اتنے بڑھ گئے تھے اور خاندان مین بہنین اور بھانجی اتنے زیادہ با اختیار ہو گئے تھے کہ پچھلے مقننون نے جھلا کر بہنون کو ورثا کے زمرہ سے خارج کر دیا -

مجاہد - مین تو آج تک یہ سمجھتا تھا کہ قانون وراثت لکھتے وقت ہندو مقننون نے بہنون کے حقوق سہواً نظر انداز کیے -

نرسنگھ - مین نے خوب تحقیق کی ہی - ورثا سے یہ عمداً زمانہ اخیر مین خارج کی گئی ہین -

مجاہد - میرے ذہن مین یہ بات آ گئی - جب اقبال نے ہندؤون سے منھ پھیرا اور ادبار شروع ہوا تو عورتون کے حقوق تلف کرنے کی طرف قوم مائل ہوئی - بیواؤن کے

عقد ثانی کی ممانعت وراثت سے عورتون کا حرمان یہ سب ایک ہی زمانہ مین ہوا

نرسنگھ - مین بھی ایسا ہی خیال کرتا ہون لیکن اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ مسلمانون کے قانون کو مین بے عیب سمجھتا ہون -

مجاہد - مین آپ کو مسلمان کرنے نہین آیا ہون اور نہ مین اپنی بحث کو زیادہ طول دینا چاہتا ہون - شیخ کلیم مسلمانون کے قانون وراثت کو بُرا سمجھتے ہین انکو بہن کو حصہ دینا ناگوار ہی اسلیے اپنے مذہب سے بیزار ہین - مین انکو آپ تک لایا کہ انکو معلوم ہو جائے کہ ذی علم ہنود مسلمانون کے قانون وراثت کو کیسا سمجھتے ہین اور یہ حضرت مسلمان ہو کر اُسکو بُرا جانتے ہین -

کلیم - واہ مولوی صاحب! آپ نے خوب نتیجہ نکالا - استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ - خدانخواستہ - خدانخواستہ کیا مین مذہب اسلام کی کوئی بات بُری سمجھتا ہون ؟ -

مجاہد - اب تک تو آپ اسلام اور اُسکے احکام سے مانوس نہین ہین - آیندہ آپکے قلب کی کیا کیفیت ہوگی خدا کو علم ہی -

نرسنگھ - آپسمین پھر کبھی بحث کیجیے گا - اسوقت ایک بات کا جواب دیجیے -

مجاہد - فرمایے - مین اسی لیے تو آیا ہون -

نرسنگھ - تمام مہذب قومون مین بڑا بیٹا گدی نشین ہوتا ہی - ہندؤن کی گئی گزری حالت مین بھی راج ناقابل تقسیم سمجھا جاتا ہی - مسلمانون کا قانون عجب بے ڈھنگا ہی کتنی ہی بڑی زمینداری ہو خلف اکبر کا کوئی حق فایق قایم نہین ہوتا -

مجاہد - آپ کے مُنہ سے یہ باتین بہت مستبعد ہین - راج یا سلطنت مین جو محض قوم کی امانت ہی ایک قاعدہ مقرر ہو گیا ہی کہ بڑا لڑکا گدی پر بیٹھے گا تاکہ باہم جنگ نہ ہو - دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند - یہ کوئی ذاتی حق نہین ہی محض ایک دستور کی بات ہی اور کہین کہین ایسا دستور بھی ہی کہ بیٹون کے ہوتے بھائی گدی نشین ہوتے ہین بعض بعض ملکون مین یہ قاعدہ ہی کہ تمام رعایا مین سے جانشین منتخب کیا جاتا ہی - راج یا سلطنت جو ایک قسم کی امانت ہی اُسکو اس جائداد مین کیون ملاتے ہو جو متوفی کی

ذاتی ملکیت ہی اور اسکے مرنے کے بعد تمام اعزہ مین اسکا بٹ جانا عوام کے نفع یا نقصان سے کوئی تعلق نہین رکھتا۔

کلیم۔ یہ تو باپ کی مرضی پر ہی کہ کسی بیٹے کو زیادہ دیکر اپنا قایم مقام کر جائے اور باقی لڑکون کو گزر اوقات کے لیے کفاف مقرر کر دے۔

نرسنگھ۔ نہین آپ لوگون کے قانون مین تو ایسا اختیار نہین دیا گیا ہی۔

کلیم۔ مین وصیت کا ذکر نہین کرتا۔

نرسنگھ۔ مین سمجھتا ہون۔ آپ کے کہنے کا منشا یہ ہی کہ جیتے جی وقف یا ہبہ کے طور پر باپ کچھ انتظام کر جائے تو درست ہی۔ لیکن مین سمجھتا ہون کہ ایسا نہین ہی۔ آپ کے پیغمبر نے صاف لفظون مین ایک لڑکے کو زیادہ اور دوسرے کو کم دینے کی ممانعت کی ہی۔

کلیم۔ نعمان ابن بشیر کا معاملہ دوسرا تھا وہان باپ نے ایک بیٹے کو ایک غلام دیا اور دوسرے لڑکون کو کچھ نہین دیا۔ اسلیے آنحضرت نے ممانعت کی۔ اگر تمام لڑکون کو دیا جاتا کسی کو کم کسی کو زیادہ تو آنحضرتؐ ممانعت نہ کرتے۔

نرسنگھ۔ واہ آپ نے خوب منطق نکالی۔ حدیث کا منشا یہ ہی کہ باپ کا اولاد کے حق مین غیر عادل ہونا سخت ظلم ہی۔ اور باطل ہی۔ آپ کے نزدیک ایک لڑکے کو ایک لاکھ دیا جائے اور دوسرے کو ایک پیسہ دیا جائے تو وہ حدیث متعلق نہ ہوگی کیونکہ دونون نے کچھ نہ کچھ پا لیا۔

کلیم۔ نہین ایسا اندھیر بھی ٹھیک نہین۔ کچھ تھوڑی بہت کمی بیشی ہو تو ہرج نہین۔

نرسنگھ۔ آپ تھوڑے بہت فرق کا کیا معیار مقرر کرین گے۔

کلیم۔ جناب عقل بھی کوئی شے ہی۔

نرسنگھ۔ عقل تو یہی چاہتی ہی کہ باپ کو اپنی اولاد کے حق مین عدل کرنا چاہیے۔

کلیم۔ باپ اگر ایک لڑکے سے زیادہ خوش ہی اور اُسے زیادہ دیتا ہی تو کیا ہرج ہی۔

نرسنگھ۔ مین تو ہرج نہین سمجھتا صرف آپ کے مذہب کا مسئلہ بیان کرتا ہون پیغمبر اپنے

بیٹے نعمان سے خوش تھا جب ہی تو اُسکو غلام دیتا تھا لیکن آپ کے پیغمبر نے اسے جائز نہین رکھا۔

کلیم۔ آپ کو ہمارے مذہب کے مسائل معلوم نہین ہین۔ باپکو اختیار ہی کہ کسی اولاد کو عاق کردے۔

نرسنگھ۔ بھئی عاق واق مین نہین جانتا۔

مجاہد۔ (منشی نرسنگھ سہائے سے مخاطب ہوکر) مجھے کہنے دیجیے۔

کلیم۔ ہان آپ ہی فرمائیے۔

مجاہد۔ عاق کرنا شرع مین کہین نہین ہی۔ آپ نے اپنے گھر کی عورتون سے سُنا ہوگا۔ عاق کیا چیز ہی؟ وارث اپنے مورث کے ترکہ سے جبھی محروم ہوسکتا ہی کہ وہ مورث کے قتل کا مرتکب ہو۔ باپ کی نافرمانی سے بیٹا ترکہ پدری سے محروم نہین ہوتا۔

کلیم۔ جیتے جی ایک بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہو اور دوسرا باپ کو تکلیف دیتا ہو تو مرنے کے بعد دونون برابر وارث ہونگے؟

مجاہد۔ ضرور شرع تو یہی کہتی ہی۔ باپ تو دیتا نہین۔ خدا دیتا ہی۔ باپ مر گیا اسکے ورثا ترکہ تقسیم کرلین گے۔

کلیم۔ یہ تو بڑا ظلم ہی۔

مجاہد۔ کچھ بھی نہین۔

کلیم۔ گالیان دینے والے اور خدمت کرنے والے دونون برابر ہوجائین گے؟

مجاہد۔ ضرور برابر ہوجائین گے۔ اگر خدمت کرنے والے سے باپ راضی تھا تو جیتے جی اسکو کچھ کیون نہ دیدیا۔

کلیم۔ باپ ایسا کرے تو آپ نعمان ابن بشیر کی حدیث پیش کرنے کو طیار ہوجائین گے۔

مجاہد۔ (ہنس کر) اولاد مین غیر مساوی ہبہ کی ممانعت کا منشا یہ ہی کہ والدین کو ہبہ مین مساوات کا خیال نہ رہیگا تو اولاد اطاعت سے مُنہ موڑے گی اور ترتیب منزل مین فرق آئیگا

اور تمدن مین خلل واقع ہوگا لیکن اگر ایک لڑکا پہلے ہی سے بے ادب ہو اور باپ کو ایذا پہنچاتا ہو تو ایسی حالت مین سعادت مند اور اطاعت شعار لڑکے کو کچھ دیا جائے اور سرکش کو نہ دیا جائے تو کوئی ہرج نہین ہے۔ باپ کے عدل مین فرق نہ آئیگا۔ خاطی کے سزا دینے مین کوئی مضایقہ نہین۔ لیکن باپ بدچلن ہو۔ سعادت مند لڑکا اسکی بدچلنیون مین شریک نہ ہو اور بدچلن لڑکا باپ کا ہمدرد ہو تو ایسی صورت مین بدچلن بیٹے کو کچھ دینا اور نیک لڑکے کو سرکش سمجھ کر کچھ نہ دینا سخت ضلالت ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ عقلاً عرفاً شرعاً کسی طرح جائز نہین ہے کہ شیخ نصیر اپنی لڑکی فہیمہ کا شرعی حق کم کرکے تمھارے حوالے کرین اگر ایسا ہوا تو تم دونون سے خدا کے یہان مواخذہ ہوگا۔

نرسنگھ۔ کیا شیخ کلیم کے کسی ذاتی معاملہ مین آپ فتوی پوچھتے پھرتے ہین۔

کلیم۔ نہین جناب۔ نہ کسی فتوی کی ضرورت ہے اور نہ کوئی معاملہ پیش ہے۔ مولوی مجاہد صاحب کے دماغ مین ضرورت سے زیادہ عقل ہے وہی ہم سب کو حیران کر رہی ہے۔

گیانی۔ (نرسنگھ کی طرف مخاطب ہوکر) شیخ صاحب کو مولوی صاحب سے کدورت ہے اسلیے مولوی صاحب سے یہ بے ادبی کرنے مین باک نہین کرتے۔ ورنہ مین جہانتک سمجھتا ہون مولوی صاحب کا سا عادل اور منصف مزاج شخص اس چہرے مین کوئی دوسرا نہین ہے۔

کلیم۔ (گیانی کی طرف مخاطب ہوکر) آپ نے انہین کیا انصاف دیکھا۔

گیانی۔ اچھا یا برا ہونا تو ایک اضافی امر ہے۔ ایک ہی شخص ایک وقت مین اچھا ہے اور دوسرے وقت برا ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کو اچھا یا برا کہنا ہی پڑتا ہے اور میرے نزدیک کسی شخص کو بھلا یا برا کہنے یا سمجھنے کے قبل صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے گھر والون کے ساتھ کیسا ہے۔؟

کلیم۔ مولوی مجاہد اپنے گھر والون کے ساتھ کیا ایسا سلوک کرتے ہین جو دوسرے نہین کرتے۔

گیانی۔ آپ کے سمجھانے کو مین ایک آسان صورت اختیار کرتا ہون۔ آپ اپنے

گھر مین شیخ نصیر کا برتاؤ فنیمہ کے ساتھ دیکھیے۔ اور مولوی صاحب کا حال سُنیے کہ چار لڑکے اور چار لڑکیان اِنکو خدا نے عطا کی ہین۔ خدا کی اس امانت کے ساتھ مولوی صاحب ایسا دیانت دارانہ برتاؤ کرتے ہین کہ شاید و باید۔ تجارت اور دیگر مشاغل سے جو روپیہ پس انداز ہوتا ہے اُسکو مولوی صاحب اپنی آٹھون اولاد کے نام علیحدہ علیحدہ بحصہ مساوی بنک مین جمع کرتے ہین۔ پسر اور دختر مین کچھ فرق نہین کرتے۔ بھلا بتائیے تو کسی اور گھر مین آپ نے یہ راست بازی دیکھی ہے۔

مجاہد۔ میرے خانگی معاملات کا یہان کیون ذکر کیا جاتا ہے۔ مین جو کچھ کرتا ہون اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہون۔ میرا فرض ہے مین ادا کرتا ہون۔ یا فطرتی محبت کا تقاضا ہے اور مین مجبور رہون۔

گیانی۔ کیون نہ ذکر کیا جائے۔ یہ باتین ایسی ہین کہ بذریعہ ڈہل منادی کی جائے اور قوم کے تمام افراد سے چاہا جائے کہ وہ بھی ایسا ہی کرین۔ خود آپ اسکا چرچا کیجیے اور تمام لوگون کو واقف کیجیے۔ نیک کام کی ترغیب دینے مین کیا شرم ہے۔ ہان وہ طریقہ مسلمانون کا البتہ شرمناک ہے کہ جب لڑکیان بیاہتے ہین تو جہیز کے کپڑے اور جہیز کی چیزین سیکڑون آدمی کے سامنے کھول کھول کر دکھاتے ہین اور اتراتے ہین۔ دیتے ہین اپنی لڑکی کو۔ نفع پہنچے گا داماد کو۔ لیکن اسکی جانچ کے لیے برادری کے حجام اور جھال اکھٹے ہوتے ہین کتنا بُرا نظارہ ہوتا ہے

نرسنگھ۔ آپ کا کہنا ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیے کہ دیکھ بھال کا طریقہ نکال دیا جائے تو جو کچھ لڑکیون کو ملتا ہے یہ بھی نہ ملے۔ قوم کی اخلاقی کمزوریان تو بہت بُری ہوتی ہین۔ بہت کم ایسے ہین جو لڑکیون کو خوشی سے دیتے ہین۔ زیادہ تر سمدھیون کے دباؤ سے دیتے ہین۔ لڑکیان جو امرا کے گھر بیاہی جاتی ہین وہ زائد جہیز پاتی ہین کیا اُلٹی سمجھ ہے۔ محتاج لڑکیون کو کم اور متمول لڑکیون کو زائد دیا جاتا ہے۔ شاذ و نادر نہین روز ایسا ہی دیکھنے مین آتا ہے۔ مسلمانون کی تخصیص نہین۔ ہندوؤن مین بھی یہ بُری نظیر پائی جاتی ہے۔

کلیم - (مولوی مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) قرآن میں عورتوں کا حصہ مردوں سے
نصف رکھا گیا ہے اور آپ لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر دیتے ہیں - یہ خلاف عدل نہیں
ہے؟ - اسی طرح کوئی شخص لڑکوں کو اُنکے حصہ شرعی سے زائد دیدے تو کیا عیب ہے؟

مجاہد - میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا شبہ ظاہر کردیا - یہ بات آپ کے
دل میں رہتی تو مجھے جواب دینے کا موقع نہ ملتا اور آپ کی غلط فہمی قایم رہتی شرعی
مسئلہ ہے کہ اولاد کو جب کوئی شئی دی جائے تو برابر دی جائے - لیکن برابر دیے جانے
کے مفہوم میں اختلاف ہے - بعض کے نزدیک مساوات واقعی مراد ہے اور بعض کے نزدیک
مساوات باعتبار ان حصص کے مراد ہے جو قرآن میں بیان کیے گئے ہیں - لڑکوں کو
دوچند سے زائد دینا تو کسی کے نزدیک روا نہیں ہے - رہا یہ امر کہ لڑکوں کو لڑکیوں سے
برابر دیا جائے یا دوچند - میں یہی پسند کرتا ہوں کہ جس طرح والدین کے مرنے کے بعد
پسر دوچند پاتے ہیں اسی طرح اُنکے جیتے جی بھی دوچند ہی پائیں نہ کم نہ زائد اور یہی عمل
میرا ہے میں لڑکیوں کے نام جو روپیہ بنک میں بحصہ مساوی جمع کرتا ہوں اسکی وجہ دوسری
ہے - مثلاً لڑکوں کی تعلیم میں دو سو روپیہ ماہوار میرا خرچ ہوتا ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے
بس صرف دو روپیہ ماہوار پاتے ہیں - لڑکیاں کچھ اور پڑھ جائینگی تو آٹھ دس روپیہ
شاید ان کی فیس تو رکھی جائیگی - ایک طرف دو سو روپیہ خرچ ہوتا ہے - دوسری طرف
دو سے زیادہ آٹھ دس روپیہ - لڑکے پانچ روپیہ سے کم کا جوتا نہیں پہنتے اور کرکٹ
کھیلنے میں دوسرے ہی مہینہ ایک جوڑا جوتا توڑ ڈالتے ہیں - لڑکیاں غریب آٹھ آنے
کی جوتیاں پہنتی ہیں اور سال بھر تک وہ ٹوٹتی نہیں - اسی طرح تمام باتیں قیاس کر لیجیے
مجبوراً عادل اور منصف باپ کی حیثیت سے لازم ہے کہ ان تمام امور پر غور کرتا رہوں اور انھیں
سب باتوں پر لحاظ کرکے بنک میں روپیہ جمع کرتے وقت میں مساوات کا خیال رکھتا ہوں
اور چاہتا ہوں کہ میری کمائی سے میری تمام اولاد کو للذکر مثل حظ الانثیین (مردوں کو
دو عورتوں کے برابر) نفع پہنچے - نہ کسی کو کم اور نہ کسی کو زائد - اولاد نہ دنیا میں کام آتی
اور نہ عاقبت میں کام آئے گی - میں اپنا ایمان کیوں بگاڑوں - اور سچ تو یوں ہے کہ

اپنی اولاد کے ساتھ جو محبت مجکو ہو اسکی نوعیت ہی کچھ اور ہو۔ مین یہ خیال کرتا ہون کہ
اولاد کو دنیا کے جنجال مین پھنسانے کا مین باعث ہون۔ دنیا مین کوئی خوش نہین ہو
یہ عجب پُر آشوب جگہ ہو کسی کا شعر ہو اور کتنا اچھا شعر ہو۔

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود

آدم آورد درین ملک خراب آبادم

اسی کے قریب حدیث نبوی ہو "الدنیا سجن المومنین وجنۃ الکافرین" اس کا
ترجمہ یون کر سکتے ہین کہ "عاقلون کے لیے دنیا جیل خانہ ہو۔ اور بے عقلون کے نزدیک
باغ ہو" میرے چھوٹے بچے جب سامنے آتے ہین اور ذرا ذراسی بات
پر ہنستے ہین کھیلتے اچھلتے ہین اور کودتے ہین تو مجھے اپنا لڑکپن یاد آتا ہو اور مین گویا
زبان حال سے انکی طرف مخاطب ہوکر کہتا ہون کہ ہنس بول لو میری طرح تم بھی
ایک روز عاقل و بالغ ہوگے اور سمجھوگے کہ دنیا ہنسنے کی جگہ نہین ہو اسکے جواب مین
وہ لڑکے زبان حال سے مجھپر تمام الزام رکھکر وہی شعر پڑھتے ہین

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود

آدم آورد درین ملک خراب آبادم

صرف اتنی ترمیم کرلیتے ہین کہ آدم کی جگہ مجھے مورد خطا ٹھہراکر

آبم آورد درین ملک خراب آبادم

پڑھتے ہین اور اسوقت مین کچھ ایسا متاثر ہوتا ہون کہ زبان اظہار سے قاصر ہو۔
اللہ کے فضل سے تمام اولاد میری صالح اور ذی عقل ہو۔ لیکن خدانخواستہ
کسی مین کوئی عیب ہوتا جب بھی مین اولاد کے حقوق مین کم و بیش نہ کرتا۔

۹

معاملے کی صورت ہی بدلگئی

تھوڑی دیر تک اور باتین ہوتی رہین۔ پھر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ کلیم پرانی

باتون کا کچھ اثر نہین ہوا وہ لکھا پڑھا سمجھ دار تھا لیکن ع بد و زر طمع دیدہ ہوشمند
اپنی خود غرضی کے سامنے وہ دُنیا کی کوئی چیز قابل لحاظ نہین سمجھتا تھا۔ اور ہر دم اپنے ہی
معاملات کو سوچتا رہتا تھا۔ ہونے والی بات ہو کر رہتی ہی۔ اتفاق سے ایک عیار سکو
مل گیا۔ اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ کلکتہ سے آیا اور شاید کسی تھیٹریکل کمپنی کے ساتھ آیا لیکن
نہ اسکا نام معلوم ہوا اور نہ اسکا مذہب معلوم ہوا۔ تھوڑے دنون تک وہ کلیم سے ملا۔ اور
پھر دونون مین یارانہ ہو گیا۔ کلیم سے وہ بہت چھپ کر ملتا تھا۔ معلوم نہین اشتہاری
مجرم تھا یا کیا باعث تھا کہ سب کے سامنے کلیم کے پاس آتا نہ تھا نہ شہر کی عام
گزرگاہون سے کبھی گزرتا تھا۔

کند ہمجنس باہمجنس پرواز

کلیم کو اِس عیار نے وہ راہ بتائی جس سے نقشہ ہی بدل گیا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ نصیر یا
کلیم کا نام لینے والا بھی کوئی چہرے مین باقی نہین رہا اور یہ گھر اس طرح تباہ ہوا کہ گزرنے
والے بھی ڈومنٹ ٹھہر کر افسوس کر لیتے ہین

عیار۔ ایک دن کلیم سے کہنے لگا۔ تم خاطر جمع رکھو۔ تمھارے باپ نے
تمام عمر جہالت مین بسر کی تو ایک مولوی صاحب کے سمجھا دینے سے اُنکے خیالات
ہمیشہ کے لیے بدل نہین سکتے۔ کچھ دنون تک مولوی صاحب کی صحبت کا اثر رہیگا
پھر آپ ہی زائل ہو جائیگا۔ تم نے دیکھا نہین کہ جب کوئی مر جاتا ہی تو دو چار روز کے
لیے گھر کے تمام آدمی معصوم ہو جاتے ہین گویا وہ کچھ جانتے ہی نہین۔ معاصی سے
تائب ہوتے ہین۔ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہین۔ سب کے سب یہی سمجھتے ہین کہ اب ہماری
موت بھی آیا ہی چاہتی ہی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سب باتین زایل ہو جاتی ہین۔ انسان
دنیا مین ہزار دن مرتبہ شیطان بنتا ہی اور سیکڑون مرتبہ فرشتہ بنتا ہی۔ خیالات اور تو ہمات
کا کچھ اعتبار نہین۔ مولانا اپنا زور طبیعت دکھا گئے ہین۔ اسوقت تمام شہر کی ہوا بگڑی
ہوئی ہی۔ دو چار مہینے کے بعد یہ سب جیسے تھے ویسے ہی ہو جائینگے۔ مولانا نے
تو کوئی اپنا قایم مقام چھوڑا نہین کہ وہ سبق بھولنے نہ دے۔

کلیم۔ اور یہ مجاہد مار آستین کیسے ہیں یہی تو مولوی صاحب کو لائے تھے اور یہی اُنکے نائب بنے پھرتے ہیں۔

عیار۔ کچھ ہی ہو۔ شیخ صاحب کا تم سے انحراف عارضی ہے اور اُنکا تقوی بھی بظاہر بے ثبات اور ناپائدار ہے۔ خیر گھبراؤ نہیں کوئی ترکیب سوچی جائیگی۔

اتفاق سے ایک روز نصیر کی طبیعت کچھ بدمزہ ہوئی اور نصیر نے جلاب لیا۔ عیار کے مشورہ سے کلیم نے ایک جھوٹا کاغذ بنایا اور ۸ بجتے بجتے نصیر کے سامنے پیش کیا۔ وہ کاغذ پڑھ کر نصیر نے خود کو مجسٹریٹ کی کچہری میں حاضر کرنا ضروری سمجھا۔

نصیر نے کلیم سے کہا کہ میں نے تو جلاب لیا ہے میری طرف سے تم چلے جاؤ۔

کلیم۔ انھیں دنوں کے لیے تو میں کہتا تھا کہ عدالتی کاموں کے لیے کسی کو مختار عام مقرر کر دیجیے لیکن آپ کو عدالت کا کچھ ایسا شوق ہے کہ ذرا سا بھی کوئی کام ہو تو آپ کو خود گئے بغیر چین نہیں آتا۔ اب بتائیے اسوقت آپ کیونکر جا سکتے ہیں۔

نصیر۔ اچھا تمھیں مختار نامہ لکھوا لو اور چلے جاؤ۔

کلیم۔ مختار نامہ کا کاغذ لانا۔ لکھنا۔ رجسٹری کرانا کیا یہ سب ابھی ہوا جاتا ہے؟ خیر آج تو خود جائیے لیکن دوسرے مواقع کے لیے مختار نامہ عام کسی کے نام لکھ کر ضرور رجسٹری کرا دیجیے۔

نصیر۔ تمھاری دوستی سب رجسٹرار کے ساتھ کس دن کام آئے گی۔ دس بجتے بجتے کاغذ خرید و اور فوراً مختار نامہ اُسپر لکھا لو اور کوشش کرو تو ۱۲ بجنے کے پہلے رجسٹری بھی ہو سکتی ہے۔ برابر دست آرہے ہیں۔ بھلا مجھ میں یہ سکت ہے کہ میں آج خود کچہری جا سکوں۔

خوشی خوشی کلیم باہر آیا اور عیار کے پاس گیا۔ وہاں پانچ روپیہ کی جگہ پانچ ہزار کا کاغذ خریدا گیا اور نصیر کی کل جائداد کا ہبہ نامہ نصیر کی جانب سے کلیم کے حق میں لکھا گیا۔ کچھ تھوڑی سی جائداد سلیم کو دیگئی اور برائے نام فہیمہ کو بھی کچھ دیا گیا۔ سب رجسٹرار بھی ہمراز تھا۔ بارہ بجتے بجتے یہ سب نصیر کے کمرے کے پاس پہنچے

کمرہ بند تھا اور اندھیرا تھا۔ سب رجسٹرار کے پہنچنے پر نصیر اندر سے بولا ہان مین نے
یہ کاغذ لکھا ہے اور پھر فوراً کلیم نے دستاویز پیش کرکے رو او پشت دونون جانب دستخط
بنوائے۔ کلیم۔ عیار۔ اور سب رجسٹرار ان تین کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہین ہوا کہ
نصیر کی کل املاک کلیم کی طرف منتقل ہوگئی۔ کلیم نے دو تین اختیاری شخصون کی گواہی
ہبہ نامہ کے حاشیہ پر بنوالی تھی لیکن مضمون سے اُنکو بھی کلیم نے واقف نہین کیا
تھا۔ کلیم نے یہ معاملہ پردہ مین رکھنا چاہا تھا۔ لیکن ایسی باتین کہین چھپانے سے چھپتی
ہین۔ محرر رجسٹری کو کچھ شُبہ معلوم ہوا اور اُسنے اپنی کوشش سے خفیہ طور پر دریافت کیا
تو سب حالات معلوم ہوئے۔ سب رجسٹرار کے خوف سے وہ کچھ بول نہ سکتا تھا اور ادھر اپنی عزت کا
بھی خوف تھا کہ مبادا اعانت مین مین بھی گرفتار ہو جاؤن اِس محرر کے ایک دوست پُرانی کیفیت
بنارس کے رہنے والے مولوی محمد رشید چنار ضلع مرزاپور مین سب رجسٹرار تھے یہ نہایت
متدین اور نیک نیت شخص تھے۔ حکام انکو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے
وہ محرر چھپرہ سے سیدھا چنار پہنچا۔ مولوی محمد رشید نے اس معاملہ مین کوئی رائے
تو نہین دی لیکن اسکو تسلی دی اور کہا۔ تم بے قصور ہو تو گھبراؤ نہین تمھاری فکر
مین کیے دیتا ہون۔ اپنے افسر اعلیٰ رجسٹرار مرزاپور سے ایک موقع پر انھون نے اسکا
تذکرہ کر دیا تاکہ اس غریب محرر پر کوئی وقت پڑے تو خود کو مع رجسٹرار کے اسکی صفائی
مین وہ پیش کر سکین۔ مرزاپور مین ایک ہی شخص جج اور رجسٹرار ہوتا ہے۔ تمام ممالک
مغربی و شمالی مین یہی دستور ہے۔ اس جج کو جعلیون کی بڑی فکر تھی۔ کئی مقدمات
مین جعل بنانے والون کو اس نے سپرد فوجداری کیا تھا۔ اور اس لیے اخبارون
مین اسکی بڑی تعریف ہو رہی تھی۔ دو ہی چار روز مین چھپرہ کا کلکٹر ہارس ریس کی
تقریب مین مرزاپور آیا۔ بنگال مین کلکٹر ہی رجسٹرار بھی ہوتا ہے۔ مرزاپور کے جج نے
چھپرہ کے کلکٹر سے شیخ نصیر کے معاملہ کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی محرر رجسٹری کی بے دانستگی
بھی بیان کر دی۔ کلکٹر کے ذریعہ سے یہ خبر چھپرہ مین مشہور ہوئی۔ شیخ نصیر بھی واقف
ہوا۔ کلکٹر کو یہ انتظار تھا کہ نصیر کچھ شکایت کرے تو کارروائی کی جائے۔ بیچارہ نصیر

اس حیص بیص مین تھا کہ کچھ کرے یا نہ کرے اور کرے تو کیا کرے۔

غرض یہ خبر مجاہد نے بھی سُنی اور مجاہد کے ذریعہ سے متین تک پہنچی۔ متین نے اپنی بی بی سے کہا۔ عورتون کا دل جیسا بودا اور کمزور ہوتا ہی ظاہر ہی۔ بیچاری فہیمہ یہ سُنکر دو چار روز تک زیادہ ملول رہی۔ پھر غم رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ فہیمہ کو جائداد نہ پانا تو چندان ناگوار نہ ہوا۔ لیکن اسکے دل سے مان باپ بھائی اور میکے کے تمام لوگون کی محبت جاتی رہی اور غور کیا جائے تو یہ بہت بڑا نقص نصیر کے خاندان مین پیدا ہوا۔ دل مین متین آزردہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر ظاہر مین خوش معلوم ہوتا تھا۔ مجاہد سے اُسنے کہا یہ کہ مین تو یہ انتظام پسند کرتا ہون لیکن ذرا اور پہلے ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ فہیمہ جب بیاہ کے آئی تھی اُسوقت معلوم ہوجاتا کہ اُسکے میکے والون نے اس سے قطع تعلق کرلیا ہی تو اور اچھا ہوتا خیر اب بھی جو ہوا اچھا ہوا لیس الخیر فی ما وقع"

مجاہد۔ نہین صاحب چُپ بیٹھنے کی بات نہین ہی۔ قوم سے یہ خیالات فاسد دور کرنے چاہیین جب سے لڑکیون نے اپنے شرعی حصے لینے شروع کیے اور انگریزی عدالتین لڑکیون کے حقوق کی پامالی گوارا نہین کرتین تب سے نیتون مین کچھ عجیب طرح کا فتور پیدا ہوگیا ہی۔ بھائیون نے ارادہ کرلیا ہی کہ وہ اپنے والدین کو ترغیب دیکر جیتے جی بہنون کو محروم کرادین۔

متین۔ پھر اسکا علاج تو سوا اسکے اور کچھ نہین ہی کہ جہان نکاح کے وقت دولھا سے تعداد مہر بڑھانے کی فرمایش کیجاتی ہی وہان دولھن کے باپ سے یہ اقرارنامہ بھی لکھا لینا چاہیے کہ مین جسکو آج اپنی لڑکی قرار دیکر بیاہتا ہون کل اُسکو لونڈی نہ بناؤنگا یعنے اپنے شرعی ترکہ سے محروم کرنے کو کوئی کتبہ کسی وارث کے حق مین کبھی نہ لکھونگا"

مجاہد۔ یہ تمھارے کہنے کی بات نہین ہی۔ زمانہ خود اسکا مقتضی ہورہا ہی۔ عنقریب یہ باتین بھی نکاح کے وقت معرض گفتگو مین آئینگی۔ لیکن اسوقت جو معاملہ پیش ہی وہ دیکھو۔

متین۔ جو ہوا اچھا ہوا۔ جانے دیجیے۔ کون دردسر خریدے۔

مجاہد۔ اچھا یا بُرا تو یہ ایک امر آخر ہی لیکن مین تکو یہ راے دیتا ہون کہ تم مقدمہ ضرور لڑ جاؤ۔

متین۔ بھلا مقدمہ دائر کرنے کا مجکو کیا حق ہی؟۔

مجاہد۔ تم کو نہین تمھاری بی بی کو حق ہی۔

متین۔ اب کے ہوش وحواس درست ہین۔ مرض الموت مین بھی گرفتار نہین ہی۔ اُسنے ہبہ نامہ لکھ دیا تو لڑنے کی گنجایش ہی کیا باقی رہی؟۔

مجاہد۔ گنجایش تو مین نکالون گا۔ تم لڑنے پر اپنی بی بی کو آمادہ تو کرو۔

متین نالش کرنے پر چندان مستعد نہین ہوا لیکن یو نہین مشغلے کے طور پر بی بی سے باتین کرنے کے لیے زنانے مکان مین چلا گیا۔

متین۔ (اپنی بی بی سے) مجاہد تو یہ راے دیتے ہین کہ تم اپنے باپ سے لڑو۔

فہیمہ۔ لڑنے مین کیا قباحت ہی۔ موقع ہو تو لڑو۔ لیکن دیکھ لو ہارنے کی خفت نہ اُٹھانی پڑے۔ تمھین اختیار ہی لڑو۔ مین منع نہین کرتی۔ بلکہ اتنا اور کہتی ہون کہ میری ڈگری ہوگی تو مجھے خوشی ضرور ہوگی۔ وہ جائداد مین لون یا نہ لون۔ لیکن یہ قلق میرا مٹ جائے گا کہ ابّا جان سب مجھے لونڈی سمجھے۔

متین۔ مین نہین لڑنے کا تم خود لڑو۔

فہیمہ۔ مین لڑون؟۔

متین۔ اور نہین کیا۔ باپ تمھارا۔ حق تمھارا۔ اور لڑنے جاؤنگا مین۔

فہیمہ۔ کیا میرا تمھارا معاملہ جُدا ہی؟۔

متین۔ جدا نہین تو اور کیا ہی؟ جو مین تمکو طلاق دیدون پھر مجھ سے تم سے کچھ واسطہ رہے گا۔

فہیمہ۔ آج تمکو کیا ہو گیا ہی؟۔

متین۔ زمانے کی ہوا لگ گئی ہی۔ تم جسکی جزو بدن ہو۔ جس نے تمکو پیدا کیا اسی نے تمکو چھوڑ دیا۔ تو پھر میرے چھوڑنے پر تمکو کیا تعجب ہی۔

فہیمہ۔ ٹیڑھی باتین کیون کرتے ہو؟ سیدھے سیدھے کیون نہین کہتے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ مین خود باپ سے لڑون؟۔

متین۔ تمھین صرف یہ لڑنے کو جی چاہے لڑو۔ خرچ مین دونگا۔ اور خود لڑو تو تم چپکی بیٹھی رہو۔

فہیمہ۔ اپنا نفع کون نہین چاہتا؟ لیکن ڈر یہ ہو کہ ابا جان مجھے عاق نکردین۔

متین۔ اپنے ترکے سے تمھین محروم کر چکے۔ اب اور کس طرح تمھین عاق کرینگے۔

فہیمہ۔ کہین ناخوش ہوکر میرے حق مین بددعا کرین تو میری عاقبت خراب ہوجائے۔

متین۔ کہین کسیکی بددعا سے بھی عاقبت خراب ہوتی ہو۔ عاقبت خراب ہوتی ہو اپنے بُرے اعمال سے۔

فہیمہ۔ باپ کو مین ناخوش کرونگی تو پھر اعمال اچھے رہجائینگے؟۔

متین۔ باپ کو کسی ناجائز طریقے سے ناخوش کرو تو بیشک بُرا ہو۔ اور اگر تمھارے جائز طریقے سے وہ ناخوش ہوجائین تو تمھارا کیا قصور ہے؟۔

فہیمہ۔ ابا جان کا مال تھا اُنھون نے جسکو چاہا دیدیا۔ مجکو اسمین عذر کرنا کب جائز ہو۔

متین۔ ضرور جائز ہو۔ مجاہد کو مسائل شرعی زیادہ معلوم ہین۔ وہ کہتے تھے کہ تمھارے باپ نے یہ فعل ناجائز کیا۔ تمکو اپنے ترکہ سے بے وجہ محروم کرنا شرعاً اُنکے اختیار سے باہر تھا۔

فہیمہ۔ اور بھی دو چار مولویون سے دریافت کرلو۔ ایک مجاہد کے کہنے پر لڑنا مناسب نہین ہو۔

متین۔ یہ تو میرے سوچنے کی بات ہو مین بے سوچے سمجھے کب کرنے لگا؟ اور مین کرون بھی تو عدالت کب سُنے گی اگر شرع کا فتوی میرے موافق نہوا۔

فہیمہ۔ بہرحال تم جسمین راضی ہین بھی اُسی مین راضی ہون لیکن دیکھنا ایسی کوئی بات ایسی نہ پیدا ہو کہ لوگون کو ہنسی کا موقع ملے۔

متین - تم یہ شرط لگاتی ہو تو میں دخل نہ دونگا۔ بے عقل تو ہمیشہ عمدہ کام پر ہنستے ہیں
فہیمہ - اچھا خفا نہ ہو۔ جو تمھارے جی میں آئے کرو۔ جو تم کروگے وہ عین میری مرضی اور خوشی ہے۔

متین اسکے جواب میں کچھ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا آیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ آج تم اتنے دنوں کے بعد سمجھیں کہ شوہر کو راضی اور خوش رکھنا عورتوں پر لازم ہے۔ تو مجھے کیا مسرت ہوگی تمھاری نافرمانی کی وجہ سے میری عمر کا عمدہ حصہ تو تلخی اور ناخوشی میں بسر ہوا۔ تمھارے باپ کی یہ عداوت ظاہر نہ ہوتی تو معلوم نہیں کب تک تمھارا جہل مرکب قایم رہتا۔

باب ۱۰

عدالت کا دروازہ اور کاغذوں کا شغل

متین اور مجاہد میں مشورہ ہونے لگا اور بالآخر یہ صلاح قرار پائی کہ وکیلوں سے اسمیں مشورہ کرنا چاہیے۔ مجاہد متین کو ساتھ لیکر چند وکیلوں کے پاس گیا۔ سب نے جواب دیا کہ اس ہبہ سے باپ گنہگار ضرور ہوا۔ لیکن ہبہ نامے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ مجاہد وکیلوں سے کہکر چلا آیا "آپ سب صاحب سوچتے رہیے میں پھر آکر تکلیف دونگا" دوسرے دن محمد صفی بارسٹر کے مکان پر سب جمع ہوئے۔ وکیلوں کو تو اپنی فیس سے غرض ہوتی ہے۔ معقول فیس ملی سب کے سب وقت معین سے بھی کچھ پہلے آپہنچے۔

مجاہد نے کہا کہ میں ثابت کر دونگا کہ شی موہوبہ سے اپنا قبضہ شیخ نصیر نے نہیں اٹھایا۔ محض اسلئے انکا منشا سوا اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ انکے مرنے پر کلیم ہی تمام دوسرے ورثا کو محروم کرکے انکے ترکہ پر قابض ہو جائے۔ سب کے پہلے مسٹر صفی نے کہا کہ اگر آپ ثابت کر دینگے تو میں ڈگری کرا دینے کا ذمہ دار ہوں۔ مسٹر صفی جیسے مشہور بیرسٹر کی عقل اور صائب رائے سے ہب- وہ میں کچھ دنوں کیلئے مشغول تھے

پھر خود ہی سرکاری ملازمت ترک کر کے چلے آئے اور اب وکالت کا پیشہ کرتے ہیں اور بڑی عزت حاصل کی ہے۔ مسٹر صفی کے کہنے سے سمین کو بھی تقویت ہوئی۔ جب ایک لائق قانون دان نے مجاہد کی رائے پسند کی تو مجاہد کے خیالات میں اور بھی زور پیدا ہوا۔ مجاہد سیدھا نصیر کے پاس پہنچا اور نصیر سے کہا کہ آپ پر فہیمہ کی طرف سے نالش دایر ہونے والی ہے۔

نصیر۔ کیسی نالش؟۔

مجاہد۔ جب سمن آئیگا تو معلوم ہو جائیگا کیسی نالش۔

نصیر۔ ارے بھئی! کچھ کہو تو سہی۔ فہیمہ مجھپر بے وجہ نالش کردے گی؟۔

مجاہد۔ بے وجہ نہیں با وجہ۔ میں نے آپ کو کتنا سمجھایا کہ اپنے نانا کی روش پر نہ چلیے۔ اب قوم میں وہ جہالت اور زمانہ میں وہ تاریکی نہیں ہے جو پہلے تھی۔ لیکن آپنے نہ مانا۔ جب ایک طرف فہیمہ برقعہ پوش پالکی میں بیٹھ کر عدالت میں حاضر ہوگی اور دوسری طرف آپ کھڑے ہونگے تب معلوم ہوگا۔ قیامت میں تو فیصلہ ہوتی ہی ہے کچھ دنیا میں بھی دیکھ لیجیے گا۔

نصیر۔ ارے میاں کچھ کہو گے بھی یا معما ہی بولتے رہوگے۔

مجاہد۔ آپ نے اپنی کل جائداد کلیم کے نام ہبہ کر کے رجسٹری کرادی۔ سلیم اور فہیمہ کو آپ اپنی اولاد نہیں سمجھے یہی مقدمہ ہے اور کیا ہے۔

نصیر۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں ہے اور نہ میری نیت کا حال پوشیدہ ہے۔ میں بالکل اپنی رائے سے پھر گیا تھا۔ لیکن آفت ارضی و سماوی سے کیا چارہ۔ خدا کا غضب ہے۔ حاضری عدالت کے لیے میں نے کلیم کو اپنا مختار مقرر کرنا چاہا۔ سب رجسٹرار میرے مکان پر آئے۔ میں نے مسہل لیا تھا۔ چلنے پھرنے کی قوت نہ تھی اور مختار نامہ کی سخت ضرورت تھی۔ سب رجسٹرار گھر پر بلوائے گئے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ مختار نامہ ہبہ نامہ ہو جائیگا۔ جب سے میں نے سنا ہے میرے ہوش بجا نہیں ہیں۔ میں بحلف کہتا ہوں کہ مجھ سے فریب کیا گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا دغا بازی کی گئی ہے۔

خیر سلیم اور فہیمہ کا خیال تو تھا ہی اب اپنی خبر بھی مجھے نظر نہیں آتی۔ نانا جان کے ساتھ
جو سلوک ماموں جان نے کیا تھا مجھے خوب یاد ہے۔ میں لکھتا تو وصیت نامہ لکھتا۔ ہبہ نامہ
لکھ کر بے دست و پا ہو کر نہ بیٹھتا۔ اور کچھ ہی لکھتا سلیم اور فہیمہ کے حقوق شرعی میں تو کبھی
دست اندازی نہ کرتا۔ ادھر تمھاری ملاقات اور مولوی صاحب کی صحبت نے میرے
خیالات ایسے بدل دیے کہ فہیمہ کو میں اسکے بھائیوں سے زیادہ نہ دیتا تو اسکے حصہ
شرعی میں کبھی عذر نہ کرتا۔ جب سے میں نے مولوی صاحب کی تقریر سنی ہے دو سو
روپیہ ماہوار برابر فہیمہ کو دیتا ہوں سلیم کو بھی چار سو روپیہ ماہوار بھیجتا ہوں وہ لینے میں
نہ معلوم کیوں استکراہ ظاہر کرتا ہے لیکن میں برابر بھیجتا ہی چلا جاتا ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ
میرے مرنے کے بعد جتنی میری جائداد میں حصہ پائیگا وہ سب میرے بچے ہی لیں
متمتع ہوں۔ کلیم ہی تنہا کیوں متصرف ہو۔ تنہا خوری ہی سے اسکی نیت میں فساد پیدا
ہوا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کیا جائے۔ میرے ساتھ بڑی ہی دغا کی گئی۔ کلیم میرے
ساتھ چال چل گیا۔ رجسٹری کے روز اندھیرا تھا اور مجھکو ضعف بھی بہت تھا۔ میں نے
دستاویز نہیں دیکھی اور دستخط کر دیے۔ میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ میں نے کلیم کا دل اتنا
بڑھایا کہ آج مجھے یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ ہائے غضب یہ کیا ستم ہوا۔ زمین و آسمان
مجھے تاریک نظر آتے ہیں۔ اب میں کہیں کا نہ ہوا۔ دین و دنیا دونوں خراب گئی۔

نصیر نے ایک آہ کھینچی اور گردن نیچی کر لی۔ نصیر پر ایک بیخودی کی حالت تھی۔ مجاہد بھی حیرت میں تھا کہ
کیا ماجرا ہے۔ نصیر کی باتیں اسے بالکل سچی معلوم ہوتیں اور کلیم کی جعلسازی کا اب اسے
پورا یقین ہو گیا۔ مجاہد وہاں سے اٹھ کر متین کے پاس پہنچا اور تمام حالات متین سے
بیان کیے۔ متین نے کہا کہ نصیر کا افسوس فضول ہے اور اب بات اسکے اختیار سے باہر ہے

مجاہد۔ یہی تو میں بھی سمجھتا ہوں۔ اگر نصیر یہ سب بیان کرینگے تو سمجھا جائیگا کہ ہبہ نامہ
لکھنے کے بعد کسی نے انکو سکھا لیا ہے۔

متین۔ ٹھیک ہے۔ کہنا یہی مناسب ہے کہ باپ اور بیٹے کی رائے سے سب کچھ ہوا ہے
اور مجھے بھی یقین ہے کہ نصیر ہی نے کلیم کو اتنا دلیر بنایا تھا۔ اب جائداد تو کل کلیم کی ہو چکی۔

ہبہ نامہ کے جعلی یا اصلی ہونے کی بحث عبث ہی۔ ان جاہل فریب باتون مین فہمید کا
تعلق میکے والون سے پھر قایم رہیگا جسکے چھوٹنے کا مین مدت سے متمنی ہون۔

مجاہد۔ خیر تمھاری خانگی مصلحت کچھ ہی ہو لیکن مین نالش کے پہلو پر غور کرتا ہون تو
یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ باپ اور بیٹے کی سازش بیان کی جائے اور اگر یہ پردا زا ختیار کیا جائے
کہ بیٹے نے جعل بنا لیا تو بہت خطرناک ہی نصیر کا کوئی اعتبار نہین اگر عدالت کے سامنے
اُسنے کہدیا کہ ہبہ نامہ جعلی نہین ہی اصلی ہی تو پھر مقدمہ ختم ہو جائیگا اور اچھا خاصہ مقدمہ
خراب ہو جائیگا۔ محض نصیر کے کہنے سے جعلی کہنا بھی عقل کے خلاف ہی۔ جعلی کہکر فوجداری کا
مقدمہ چلانا بظاہر خوشنما ہوگا لیکن وہ بات حاصل نہ ہوگی جو مین چاہتا ہون۔ یعنی عوام پر
یہ ظاہر ہو جانا کہ شرع کے خلاف وصیت یا ہبہ کیا جائے تو عدالت سے باطل قرار
پائے گا۔ عدالت دیوانی ہی مین نالش کرنے سے ممکن ہی غرض نصیر کی موافقت یا مخالفت
کام کی نہین ہی مقدمہ لڑنا چاہیے۔ مسٹر صفی نے بھی کہا تھا کہ مقدمہ لڑنے پر مصالحت ہو جائے
تو کچھ عجب نہین۔ لیکن یہ خیال بھی میرے مقصد کی تائید نہین کرتا۔ مین تو یہ چاہتا ہون
کہ قوم کے لیے ایک عمدہ نظیر پیدا ہو جائے اور یہ جبھی ممکن ہی کہ مقدمہ عدالت دیوانی
مین دائر ہو اور ہائیکورٹ یا پریوی کونسل تک پہنچکر اسکا فیصلہ نظیر قرار پائے۔

متین۔ مین مقدمہ لڑنا چاہتا ہون۔ جب رہنے مین میری توہین ہو تو چچا کی امداد کی
مجکو طمع نہین ہی۔ پھر بھی مقدمہ لڑنا مجھے پسند ہی۔

ادھر عیار اور کلیم مین یون گفتگو ہو رہی تھی۔

کلیم۔ ہبہ نامہ تو لکھ گیا۔ لیکن جب سے یہ راز کھلا ہی میرا دل کھٹکے مین ہی۔

عیار۔ یہ تمھارا وہم ہی۔ دستاویز جسٹری ہو گئی۔ اب تمھارا باپ بھی تمھارا دست نگر ہی
وہ ذرا چون نہین کرسکتا۔

کلیم۔ آج ابا جان کو خبر ہوئی ہی۔ غصہ مین دھرسے بیٹھے ہین دیکھیے کیا ہوتا ہی

عیار۔ تم بالکل صاحبزادے ہو۔ تم کیا سمجھے تھے کہ باپ کو کبھی خبر نہ ہوگی۔ اور خبر ہوگی
تو وہ یہ کہین گے کہ اچھا ہوا۔ انکو خبر ہوئی اور وہ ناخوش ہین تو کیا حیرت ہی۔ اب فکر یہ کرو کہ نصیر

تم سے وہین - اور تمھارے اختیار مین رہین جو تم چاہو اُنسے کہلوا لو۔

کلیم - ایک صورت یہ ہی کہ مین دستاور گولی کھا لیتا ہون اور طبیب جو معالجے کو آئے اُس سے مشہور کرا دیتا ہون کہ مجکو ہیضہ ہو گیا ہی - میری حالت غیر دیکھ کر جب شفقت پدری کو زور ہوگا تو اُنکا غصہ فرو ہو جائیگا اور پھر وہ میرے اختیار مین ہونگے

عیار - پھر تم نے وہی صاحبزادون کی سی باتین کین - یہ دولت کا معاملہ ہی دنیا مین یہ سب سے زیادہ پیاری ہی - شیخ نصیر کو اسوقت تمھاری موت بہت زیادہ خوش کرنے والی ہوگی - تم ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ تمھین بیمار دیکھکر وہ پریشان ہونگے تم ایسے بیٹے نے جب باپ سے یون دغا کی ہو تو اب تمکو باپ سے کچھ بھی امید خیر نہ رکھنا چاہیے - ٹرکی کی تاریخ تم نے پڑھی ہی سلطان سلیمان ایسے نیک نام بادشاہ پر یہ الزام ہی کہ اُسنے ۲ بیٹون کو اس شبہ مین قتل کرا دیا کہ وہ اسکی بادشاہت لیا چاہتے تھے - خود ہندوستان مین دیکھو - اکبر ایسا نیک نام بادشاہ اپنے بیٹے جہانگیر کے مقابلہ مین فوج بھیجنے پہ مجبور ہوا - جہانگیر اپنے بیٹے خسرو کو قید مین رکھکر اسکی ہلاکت کا باعث ہوا - شاہجہان نے اپنے بیٹے عالمگیر کے مقابلہ مین داراشکوہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا - اسے سب جانتے ہین - شاہجہان کے ساتھ اسکے بیٹے عالمگیر نے جو کچھ کیا وہ بھی سب پر روشن ہی - دنیاوی تعلقات وہین تک ہین جہانتک معاملہ باقاعدہ ہی - بیٹا باپ کا بدخواہ ہوا تو پھر باپ اُس سے محبت نہین رکھ سکتا - صاحبزادگی کا خیال دل سے دور کرو - استقلال اور ہمت کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کرو جو نصیر کے ماموں نے نانا کے ساتھ برتا تھا یا عالمگیر نے شاہجہان کے مقابلہ مین کیا تھا - نصیر کو نظربند کردو اور اُسپر یہ ثابت کرو کہ اگر نصیر نے ذرا انحراف کیا تو اُسکے لیے اچھا نہ ہوگا - مجاہد کے آدمی مخبری پہ لگے رہتے تھے - مجاہد نے یہ خبر سُنی اور فوراً نصیر کے پاس پہنچادی نصیر یہ سُنکر آگ بگولا ہوگیا اور اُسنے چار آدمی بھیجکر عیار کو بلوا بھیجا - عیار سے اُسنے کچھ گفتگو کی اور اُسکو ثابت ہوا کہ مجاہد نے خلاف واقعہ اُسکو اطلاع نہین دی — ابھی تک بالکل حکومت نصیر کی تھی - تمام ملازم نصیر کو جانتے تھے - ذرا اشارہ ہوتے ہی عیار کی وہ گت

ہوئی کہ تمام عمر وہ بھولا نہ ہوگا۔ سپاہیون نے اتنے جوتے لگائے کہ اسکا تمام مُنہ سوج گیا۔ وہ کسی طرح بحالت زار وہان سے اپنے گھر تک پہنچا اور پھر چھپرہ کا قیام ہی چھوڑ دیا۔ کمینہ طبیعت والے مار کھاکر کبھی کبھی درست ہوجاتے ہین۔ یہ شریف ہی کی شان ہی کہ اُنسے جتنی ملایمت کی جائے وہ تواضع کرتے ہین اور اُنسے سختی کیجائے تو وہ بھی سختی کرنے لگتے ہین۔ عیار جب مار کھاکر کلیم سے الگ ہوا تو کلیم بالکل تنہا رہگیا۔ باپ سے کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی اُسنے جُرات نہ کی لیکن نصیر اپنی حالت کی کمزوری پہچانتا تھا اور کلیم بھی وقت کا منتظر تھا۔ باپ بیٹون مین کوئی کُھلی کُھلی لڑائی ہونے نہین پائی تھی کہ فہیمہ کی نالش کا سمن کلیم اور نصیر کے پاس پہنچ گیا۔

یہ مقدمہ بڑے اہتمام سے لڑا۔ نصیر اور نصیر کی بی بی کا اظہار لیا گیا۔ قانون اور نظر کی کتابین تو اتنی پیش ہوئین کہ آج تک کسی مقدمہ مین اتنی کتابین عدالت کے سامنے نہ آئی ہونگی۔ جائداد متنازعہ چھپرہ اور پٹنہ دو ضلعون مین واقع تھی لیکن نظر بمزید اہتمام مقدمہ پٹنہ کی عدالت مین رجوع کیا گیا اور مدعی علیہم کی طرف سے کوئی عذر نہین ہوا۔

مقدمہ کی پوری مسل یہان نقل کی جائے تو بیجا طوالت ہوگی۔ صرف تجویز کے درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہی۔

عدالت سب جج پٹنہ — اجلاس سید فخرالدین سب جج

نمبر ۵۵ — سنہ ۱۸۹۵ع — ابتدائی نالش

تجویز

یہ مقدمہ نئے قسم کا ہی اور ساتھ ہی اسکے بہت دلچسپ اور اہم مسائل شرع محمدی پر مبنی ہی۔

چھپرہ کے ایک رئیس شیخ نصیر نے اپنی کل جائداد منقولہ او رغیر منقولہ اپنے بڑے بیٹے کلیم کے نام ہبہ کردی۔ چھوٹے بیٹے سلیم اور اُس سے چھوٹی بیٹی فہیمہ کو بھی جنید

چیزین ہبہ کی گئی ہین لیکن وہ اسقدر کم مالیت رکھتی ہین کہ اغراض مقدمہ کے لیے سمجھنا چاہیے کہ سلیم کو باپ سے بہت کم ملا اور فہیمہ کو کچھ بھی نہین ملا یا یہ کہ اتنا کم ملا کہ بمنزلہ نہ ملنے کے ہو۔ سلیم نے اب تک کوئی عذر نہین کیا۔ لیکن فہیمہ ہبہ کی منسوخی کا دعوی کرتی ہو اور ڈگری استقراری باین مضمون چاہتی ہو کہ بعد مرنے شیخ نصیر کے تمام جائداد مندرجہ ہبہ نامہ پر شرعی وراثت جاری ہو اور ہبہ نامہ کچھ مضر نہ ہو۔ عرضی مین کچھ اسکا ذکر بھی ہو کہ ہبہ نامہ دباؤ ناجائز پہنچا کر لکھا یا گیا ہو۔ لیکن ثبوت دیتے وقت اسکا خیال نہین کیا گیا۔ اور نہ وقت مباحثہ کے اسپر اصرار کیا گیا۔

مدعی کا مقدمہ جہان تک بیان اور ثبوت سے ظاہر کیا گیا ہو صرف یہ ہو کہ شیخ نصیر نے چاہا کہ اسکے مرنے کے بعد اسکے ترکہ پر بجز کلیم کے کوئی دوسرا قابض نہ ہو۔ وصیت اس مضمون کی کالعدم ہوتی۔ (کیونکہ دوسرے ورثا زندہ ہین) اسلیے اسنے اپنے باپ سے بجاے وصیت نامہ کے ایک سازشی ہبہ نامہ لکھا لیا ہو۔ فی الواقع وستاویز ہبہ سے جائداد کا جیتے جی باپ کے قبضہ سے بیٹے کے قبضہ مین جارہنا مقصود نہین ہو۔

بعض جائداد ایسی ہو جو درج ہبہ نامہ ہو لیکن وہ نام سے کلیم کے خریدی گئی تھی۔ عرضی مین کچھ اسکا تذکرہ نہین ہو۔ لیکن جواب سے اس تجویز کی بھی ضرورت پیدا ہوتی ہو کہ جائداد موہوبہ مین کچھ جائداد خود کلیم کی پیدا کی ہوئی بھی ہو۔ یا سب نصیر ہی کی ہو۔

امور تنقیح طلب یہ ہین

۱۔ ہبہ کے ذریعہ سے رد و بدل قبضہ کا ہوا یعنی واہب بالکل قطع تعلق کر کے الگ ہو گیا۔ اور موہوب لہٗ شی موہوبہ پر قابض ہو گیا۔ یا یہ کہ اصل مقصود وصیت کرنا یعنی مرنے کے بعد قبضہ دینا تھا۔ شرعی احکام کے اثر سے بچنے کے لیے سازشی ہبہ نامہ لکھا گیا ہو۔

۲۔ جائداد موہوبہ مین کچھ جائداد خاص کلیم کی بھی شامل ہو؟ اور ہو تو کس قدر؟
امر اول کی تجویز شروع کرنے کے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہو کہ ہبہ نامہ کے فرضی

ثابت ہونے سے مدعی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ میری رائے ہے کہ - ہاں -
اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ احکام قرآنی سے بچنے کے لیے اگر کوئی حیلا کی
کرے تو وہ اپنی حیلا کی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا - آسانی سے اسے مقدمات شفع
میں سمجھ سکتے ہیں - بموجب احکام شرع محمدی کے حق شفع چند صورتوں میں پیدا
ہو سکتا ہے - انگریزی عدالتوں نے بھی اس حق کو مسلمانوں کے درمیان عموماً منظور
کیا ہے - حق شفع سے بچنے کے لیے سو روپیہ زرثمن کی جگہ پر اگر ہزار روپیہ زرثمن
لکھا جائے اور عدالتیں صحت زرثمن کی تحقیقات نہ کریں تو نالش شفع یقیناً بند ہو جائے
ایسے ایمان دار آج کل بہت کم ہیں جو جھوٹ سے بچنے کے لحاظ سے اس فریب
کو روا نہ رکھیں - عدالتیں اسے روکنا چاہتی ہیں پھر بھی سو میں ساٹھ مقدمے ایسے
ہوتے ہیں جنمیں عدالتوں کو تجویز کرنا پڑتا ہے کہ "زرثمن کم دیا گیا ہے اور شفیع کو دعوی
سے باز رکھنے کے لیے فرضاً زیادہ درج بیعنامہ کیا گیا ہے" بائع اور مشتری ایک قسم
بیعنامہ کرنا بیان کرتے ہیں - مضمون دستاویز انکی تائید کرتا ہے - گواہان دستاویز بھی
کل زرثمن بیان کرتے ہیں مگر عدالت بلا انصاف کرنے کی ذمہ داری تمام شہادتوں
کے موازنہ کے بعد بائع اور مشتری دونوں کے بیان کو غلط تجویز کرتی ہے اور مضمون
دستاویز کے خلاف اصلی قیمت دریافت کر کے اسی کے مطابق فیصلہ کرتی ہے -
کئی مقدمات میں عبارت دستاویز کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ متعاقدین معاہدہ نے
دستاویز کا کیا نام رکھا ہے - یہ نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ عبارت دستاویز کے ربط سے
دستاویز کو کیا کہنا چاہیے اور اسی طرح اگر فریقین معاہدہ عبارت دستاویز کو فرضاً
بدلیں اور دستاویز کا نام بھی غلط قائم کریں تو روداد مسل پر لحاظ کر کے عدالت ضرور
کہہ سکتی ہے کہ فریقین نے فریب کیا ہے - مقصود فریقین یوں ہو اور دستاویز کو اغراض
مقدمہ کے لیے یوں سمجھنا چاہیے -

قرآن اور حدیث سے ورثہ کے حقوق معین کیے گئے ہیں اور ہر ایک مسلمان
پہ فرض ہے کہ وہ جب تک مسلمان ہے یہ سمجھے کہ خدا اور خدا کے رسول سے اچھا انتظام

وہ اپنے ترکہ کا نہین کر سکتا۔ کسی مسلمان کا اپنے ترکہ کی نسبت بحق ورثا وصیت کرنا احکام قرآنی کو غیر مکتفی سمجھنا ہی اور اس طرح گویا اُسکی توہین کرنی ہی۔ لیکن بعض وقت فطرتی طبیعت کے علاوہ انسانی تعلقات بھی بہت کچھ ترقی کر جاتے ہین۔ شارع نے اس لحاظ سے مورث کو اپنے ترکہ کے ایک ثلث کی بابت غیر ورثا کے حق مین وصیت کرنے کا اختیار دیا ہی۔ اس بارے مین شرع محمدی اسقدر سخت ہی کہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے کوئی وصیت کرنا چاہے۔ کار خیر ہی کے لیے وقف کرنا کیون نہ ہو۔ خانہ خدا کے لیے دینا ہو۔ جب بھی وہ اپنے ورثا کو حصہ شرعی سے ایک ثلث سے زیادہ محروم نہین کر سکتا۔

لڑکیون کا میکے والون کی جائداد مین حصہ لینا کچھ دنون تک مختلف وجوہ سے عملی طور پر کم ہو گیا تھا۔ برٹش عدالتون کے بے طرفدارانہ انصاف نے اسکو پھر رونق دی اور یہان تک اسپر توجہ کی کہ چالیس پچاس برس کے بعد بھی بہنون نے حصہ پائے۔ بھائیون کا قبضہ کتنے ہی دن کا ہو مخالفانہ نہین قرار پایا۔ چند فیصلون کا مین حوالہ دیتا ہون انکے پڑھنے سے ہائیکورٹ کے ججون کے خیالات کا پتہ لگتا ہی۔

حشمت بیگم بنام مظہر حسین۔ انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۳۔ اسد علی مرولا بنام طائفن بی بی۔ انڈین لاء رپورٹ کلکتہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۸۔ عزت النسا بنام محمد تقی ویکلی نوٹس الہ آباد صفحہ ۱۱۳ ۱۸۸۱ء۔ گوبر دہن بنام حسرت ویکلی نوٹس صفحہ ۱۷ ۱۸۸۱ء فضل بنام محمد ویکلی نوٹس صفحہ ۱۷ ۱۸۸۲ء

ان فیصلون کے پڑھنے کے بعد کچھ عجب نہین کہ بد نیت بھائیون کو شروع ہی سے اپنی بے زبان بہنون کا جھگڑا پاک کر دینا مناسب معلوم ہو اور وہ ترکیبین اختیار کی جائین جنمین سے ایک اسوقت میرے سامنے ہی۔ عدالتون پر ان وقتون کا رفع کرنا لازم ہی اور اسی لیے کسی قدر مزید اہتمام سے مین یہ تجویز لکھنا چاہتا ہون۔

غرض ورثا کے حق مین کسی طرح وصیت جائز نہین ہی۔ اگر وصیت مطابق شرع کے ہوگی تو بیکار ہوگی۔ اور شرع کے خلاف حصص مقرر کیے جائینگے یعنے ایک کو زیادہ اور دوسرے کو کم دیا جائیگا تو صریح مخالفت احکام قرآنی سے

لازم آئیگی۔

شرع محمدی کا یہ مسئلہ متفق علیہ ہے جیسا کہ جسٹس امیر علی کی شرع محمدی طبع ثانی جلد ۱ صفحہ ۸۰ ۴ میں مندرج ہے "تمام مذاہب اہل اسلام (سنی) متفق الراے ہیں کہ وصیت بحق ورثا کالعدم ہے" ٹگور لا لکچر ۱۸۷۳ء از شاما چرن مطبوعہ ۱۸۷۵ء جلد دوم صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے "کوئی اپنی جائداد کی بابت بحق ورثا وصیت کرے تو ایسی وصیت جب تک اُسکے باقی ورثا رضامند نہ ہوں جائز نہیں ہے۔ ہدایہ کتاب الوصایا میں لکھا ہے "اگر کوئی شخص وارثوں کے حق میں وصیت کرے تو جائز نہیں ہے کیونکہ پیغمبر خدا کا قول ہے کہ "خدا نے تمام لوگوں کے حصّے معین کر دیے ہیں۔ آگاہ ہو کہ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" ایک کو ترجیح دی جائیگی تو دوسرے کو اذیت پہنچے گی۔ اور ایسا جائز رکھا جائے تو قطع رحم لازم آتا ہے۔ اور علاوہ بریں حدیث مسبوق الذکر کے رو سے ایسا کرنا ظلم ہوگا۔

> ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام ان الله تعالى اعطى كل ذي حق حقه الا لا وصية للوارث ولانه يتأذى البعض بايثار البعض ففي تجويزه قطيعة الرحم ولانه حيف بالحديث الذي رويناه

کلیم نے یہ خواہش کی کہ نصیر کے مرنے کے بعد سلیم اور نعیمہ کو ترکہ پدری میں کچھ بھی نہ ملے اور یہ جو مسائل شرع محمدی لکھے گئے اُنکو سب جانتے ہیں۔ کلیم خود بھی لکھا پڑھا واقفکار شخص ہے اور اُسکے صلاح کار تو اُس سے ایک بڑھ کر قانون دان ہونگے میں سمجھتا ہوں کہ کلیم نے انھیں امور پر نظر کر کے بجاے وصیت نامہ کے ہبہ نامہ لکھوایا۔ ممکن ہے کہ نصیر وصیت نامہ لکھنے کو ناپسند کرتا ہو لیکن ضعف پیری کی وجہ سے وہ اپنی خواہش پر کاربند نہ ہو سکا۔ اب ناجائز کی نسبت میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ فریب کی بنا پر [illegible] ترکیب ہے اور وہ ثابت ہوا ہے یعنے یہ بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ نصیر کی نیت ہبہ نامہ [illegible] کی نہ تھی۔ کلیم نے اُسکو باور کرایا کہ وہ جیتے جی بیدخل نہیں کیا جائیگا۔ اور اب تک بھی ایسا ہی ہے۔ نصیر ہی متصرف و قابض ہے اور کلیم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

نصیر ایسا ضعیف القلب باپ [illegible] نہیں ہے کہ اُسکی شہادت کچھ زیادہ وقعت [illegible] ہو

مگر اس خاص معاملہ مین اُسکی شہادت جہان تک وہ کلیم کے خلاف ہے نظرانداز نہین کیجاسکتی کلیم کی ماں حلیمہ کی شہادت بالکل مدعیہ کی تائید مین ہے۔ کلیم کی بی بی اور خاندان کی لڑکیون کے اظہار کے لیے مدعیہ نے درخواست کی تھی لیکن کچھ سوچ سمجھکر وہ اُس سے دست بردار ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدعیہ نے اپنے خاندان کے اعزاز کا خیال کیا۔ اسکی شریف النفسی سے بھی مین متاثر ہوا لیکن نہ ایساکہ روداد سے باہر چلا جاؤن۔ یہ عورتین اظہار دیتین اور مفید مدعیہ بیان کرتین جب بھی مقدمہ کی یہی حالت رہتی۔ فریقین کے والدین سے زیادہ اور کسکی شہادت اس مقدمہ مین زیادہ کارآمد ہوسکتی ہے جب وہ کلیم کے خلاف ہے مین مدعیہ اور اُسکے صلاح کارون کی دانشمندانہ پیروی کو پسند کرتا ہون کہ اُنھون نے انھین دو گواہون کے بیان پر مقدمہ ختم کرنا چاہا جنکو سچ بولنے بغیر چارہ نہ تھا۔

مدعیہ نے اپنے مقدمہ کو فریب کی بنیاد پر چلانا چاہا ہے۔ یعنے اُسکے بیان مین نصیر کا مقصد یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ جیتے جی خود قابض رہے اور اُسکے مرنے پر تنہا کلیم اُسکے کل ترکہ کا مالک و قابض ہو۔ ایسی وصیت جائز نہ ہوتی اسلیے ہبہ نامہ کا فارم اختیار کیا گیا ہے۔ فی الواقع قبضہ بدستور نصیر کا ہے اور جیتے جی قبضہ کا چھوڑنا وہ چاہتا بھی نہین۔ اگر مقدمہ صرف اتنے ہی بیان سے رجوع ہوتا کہ ہبہ کے رو سے کلیم نے قبضہ نہین پایا جب بھی مدعیہ کی غرض حاصل ہوجاتی۔ اُسکے اغراض کے لیے ضرور اتنا ہی بیان کافی ہوتا۔ گو حالات مین ضرور فرق ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ہبہ ہوا ہی نہین اور دوسرے یہ کہ ہبہ ہوا لیکن قبضہ نہ ملنے سے بے اثر رہا۔ لیکن نتیجہ قانونی دونون کا یکسان ہے جیساکہ مین آگے بیان کرونگا اور اسلیے مین اپنی تجویز مین دونون پہلوؤن کو ساتھ ساتھ رکھون گا۔

اسوقت جو کتابین شرع محمدی کی ہندوستانی عدالتون مین مروج ہین اُنکے رو سے ہر شخص کو ہبہ کرنے مین کسی قسم کی قید نہین ہے۔ صرف وصیت کے ساتھ یہ قید ہے کہ ورثا کے حق مین کالعدم ہے اور غیر ورثا کے حق مین ایک ثلث تک جائز سمجھی گئی ہے۔ مرض موت کا ہبہ یا ہبہ جس سے مرنے کے بعد وقت کا نفاذ مقصود ہو تو وہ بھی وصیت ہے۔ بس اسقدر۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باپ کو اپنی اولاد کے حق مین اپنی جائداد کا غیر مساوی طور پر ہبہ کرنا ایسا امر نہین ہے کہ بے تکلف

شرعاً جائز سمجھ لیا جائے اسکی کراہت تحریمی ہین تو کوئی کلام نہین وقفی باطل بھی ہو سکتا ہی اسمین علما کا اختلاف ہی۔

مدعیہ کا مقدمہ تو یہ ہی کہ ہبہ ہوا ہی نہین یا زیادہ سے زیادہ آسانی فیصلہ کے لیے مان لو کہ ہوا لیکن قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم رہا مدعیہ کا مقدمہ یہ نہین ہی کہ ہبہ ہوا اور قبضہ دیا گیا۔ جب بھی وہ کالعدم ہی۔ لیکن مین سمجھتا ہون کہ اگر ایسا ہوتا یعنے باپ ہبہ کرتا اور کلیم کو قابض کرا دیتا جب بھی مدعیہ دعوی کر سکتی تھی۔

گو اسوقت یہ بحث پیدا نہین ہی۔ مگر احکام شرع محمدی پر بسبیل تذکرہ نظر پڑنے کے لیے ضرور ہی کہ ہبہ بحق اولاد کہان تک جائز ہی کچھ اسپر بھی سرسری نظر پڑ جائے۔

نعمان ایک انصار رسول اللہ سے تھے انکے باپ بشیر نے انکو ایک غلام دینا چاہا چونکہ پیغمبر خدا نے اصول اسلام اپنی صحبت سے سب کے دلون مین جما دیا تھا اسلیے اس ہبہ کے جواز مین ان سب کو شبہ ہوا اور انھون نے چاہا کہ پیغمبر صاحب کے پاس چل کر انکو گواہ کرین اور اس طرح دریافت کر لین کہ اس ہبہ مین کوئی نقصان تو نہین ہی پیغمبر صاحب نے سنکر ہبہ کو ناجائز بتایا اور نعمان کو جو غلام بشیر سے ملا تھا وہ بحق بشیر کے پاس واپس آگیا۔

حدیث کی عبارت یہ ہے

ان اباہ اتی بہ الی رسول اللہ صلعم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلاما کان لی فقال رسول اللہ صلعم اکل ولدک نحلت مثلہ فقال لا قال فارجعہ وفی روایۃ قال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم صحیح بخاری المجلد الثالث

نعمان کے باپ نے رسول اللہ صلعم کے پاس آکر کہا کہ مین نے اپنا ایک غلام نعمان کو دیا۔ رسول اللہ صلعم نے کہا کیا اپنے تمام لڑکون کو تم نے ایسا ہی غلام دیا ہی۔ نعمان کے باپ نے جواب دیا کہ نہین۔ پیغمبر خدا نے کہا کہ واپس لے لو اور ایک روایۃ مین کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو۔ صحیح بخاری المجلد الثالث کتاب الہبہ۔

حدیثین بالفاظ اور بمعنی دونون طرح منقول ہوئی ہین۔ راویون کا حافظہ اکثر

نقلون کو بدل کر معنی کا خیال رکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل راوی نے کبھی بالفاظ روایت کی اور کبھی بہ معنی۔ مختلف وقتون مین مختلف سننے والون کے ذریعے سے اختلاف شروع ہوا۔ جب حدیثون کی تدوین کا وقت آیا تو جمیع اقوال نظر باحتیاط قلمبند کر لیے گئے۔ غرض پیغمبر خدا کے منہ سے جو الفاظ نکلے انکو مختلف کتب احادیث مین یون لکھا ہے۔

نام راوی یا کتاب	عبارت	ترجمہ
تمام کتب احادیث مین	فقال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم	رسول اللہ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو
شیخین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم	فارودہ یا فارجعہ	رسول اللہ صلعم نے کہا ہبہ واپس لے لو۔
مسلم	فلا تشہدنی فانی لا اشہد علی جور	رسول اللہ صلعم نے کہا مجھے گواہ نہ کرو کہ مین جور و ستم کا گواہ نہ بنون گا
جامع صحیح مسلم و سنن نسائی	فاشہد علی ہذا غیری لیس یصلح ہذا فانی لا اشہد الا علی حق	اس امر مین میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو یہ صحیح نہین ہے۔ مین حق ہی پر گواہ ہو سکتا ہون
صحیح مسلم	اعدلوا بین اولادکم فی النحل کما تحبون ان یعدلوا بینکم فی البر	ہبہ مین تم اپنی اولاد کو برابر سمجھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ وہ سب تمھاری اطاعت برابر کرین
احمد	ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینہم فلا تشہدنی علی جور اتحب ان یکونوا الیک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذا	تمھاری اولاد کا یہ حق ہے کہ تم انکے ساتھ عدل کرو مجھکو تم ظلم پر گواہ نہ کرو۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمھاری اطاعت برابر کرین؟ بشیر نے کہا ہان آنحضرت نے فرمایا تو تم عدل نکرو گے تو وہ اطاعت نہ کرین گے
سنن نسائی	فاشہد علی ہذا غیری	میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو۔
"	فکرہ ان یشہد	اپنا گواہ ہونا آنحضرت مکروہ سمجھے۔
"	الا سویت بینہم	کیا اپنی اولاد مین تم نے برابری کا خیال نہین رکھا

نام راوی یا کتاب	عبارت	ترجمہ
ابن حبان	سَوّو بینہم	اولاد مین مساوات کا خیال رکھو۔
موطا امام مالک	فارتجعہ	والپس لے لے
عبد الرزاق	لا اشہد الا علی حق	مین گواہی نہین دیتا لیکن حق پر
سنن ابی داؤد	ان لہم علیک من الحق ان تعدل بینہم کما لک من الحق ان یبروک	لڑکون کا یہ حق ہی کہ تم انکے ساتھ عدل کرو جیسا کہ تمکو یہ حق ہے کہ وہ تمھاری اطاعت کرین
اِن تمام اقوال مختلفہ پر لحاظ کرکے جو نتیجہ علماے متقدمین نے نکالا ہی وہ یہ ہی۔		
صاحب رائے	عبارت	ترجمہ
حافظ ابن حجر	کلہا ترجع الی معنی واحد وقد اشتمل علی الامر بالتسویۃ والنہی عن المخالفۃ والتصریح لوہم صحۃ الہبۃ التی لا تسویۃ فیہا ذانہا من الجور والتنبیہ علی البطلان بالفحوی۔	سب کا ایک ہی مفہوم ہی یعنے مساوات کا حکم اور اسکے خلاف کرنے کی ممانعت اور تصریح اس امر کی کہ ہبہ بے مساوات ہو تو وہ جائز نہین ہی اور ظلم ہی اور اُس کے بطلان کا حکم فحواے عبارت سے عیان ہی۔
شوکانی رح	اذا لم تفد ہذہ الادلۃ المنع فلا ندری ای دلیل یفیدہ	اگر اِن دلیلون سے منع نہین سمجھا گیا تو معلوم نہین پھر کون سی دلیل سے منع سمجھا جائیگا۔
امیر حسین در شفاء الاوام	دل ذلک علی وجوب المساوات والعدل لانہ ادرد مورد الامر الامر یقتضی الوجوب	اس سے مساوات اور عدل کا وجوب نکلتا ہی کیونکہ یہ امر کی جگہ پر آیا ہی اور امر مقتضی ہی وجوب کا
امام احمد بن سلیمان در اصول الاحکام	دل علی انہ لا یجوز الا التسویۃ بین الاولاد	ان سب سے یہی نکلتا ہی کہ اولاد مین سوا تسویۃ کے یعنے اُنکے حقوق مساوی رکھنے کے سوا اور کچھ جائز نہین ہی۔
امام احمد بن سلیمان نے ایک قول ابن عباس کا نقل کیا ہی کہ آنحضرت نے فرمایا۔		

سووا بین اولادکم فی العطیہ فلو کنت مفضلا فضلت البنات

دینے میں اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال رکھو۔ اگر ایک کو ترجیح دینے کا اختیار ہوتا تو میں لڑکیوں کو ترجیح دیتا۔"

ہمیں یہ لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جتنی باتیں اوپر بیان کی گئیں وہ سب فقہا کے نزدیک مسلم ہیں جو کچھ انہیں اختلاف ہے نتیجہ نکالنے میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تسویۃ بینے سب اولاد کو برابر دینا) مناسب ہے اور اسکا ترک کرنے والا گنہگار ہے اور بعض کا قول ہے کہ تارک گنہگار تو ہے ہی نفس ہبہ بھی کالعدم ہے۔ تسویہ مطابق حصص شرعی کے ہونا چاہیے یا باعتبار عدد موہوب لہ کے ہونا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں مساوات برحسب موریث ہونا چاہیے یا برحسب روس۔

در مختار کہتے ہیں۔

والخلاف فی ہذا بین العلماء انما ختلفوا فی کیفیۃ التسویۃ فذہب ابو یوسف الی التسویۃ بین الذکر والانثی فی حقیقۃ وقال محمد یجب ان یسوی بینہم علی حسب المواریث للذکر مثل حظ الانثیین۔ ووجہہ ان الورثۃ وجمیعہ یستحقو المال علی ہذا السبیل

مساوات کی ضرورت میں علما کا اختلاف نہیں ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے کیفیت مساوات میں ہے۔ ابو یوسف کا مذہب ہے کہ باپ بخشش میں پسر اور دختر کو برابر رکھے۔ اور محمدؒ نے کہا نہیں۔ واجب ہے کہ علی حسب المواریث انھیں مساوات کی جائے یعنے پسر کو دو حصے دیے جائیں اور دختر کو ایک حصہ اور وجہ اسکی یہ بیان کی کہ اگر باپ مرجائے اور کچھ دے نہ جائے تو سے ورثا اسی طریقے سے ترکہ پائیں گے۔

ان تمام اقوال پر نظر کرکے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ہبہ میں مساوات واجب ہے ورجب ہبہ میں بغیر کسی وجہ شرعی کے مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ باطل اور کالعدم ہے۔ ب ہبہ کرنے والا گنہگار اور سخت گنہگار تو تمام علمائے اسلام کے نزدیک ہے لیکن اس مر میں اختلاف ہے کہ وہ باطل ہے یا نہیں۔ بعض علما کے نزدیک وہ ضرور باطل ہے ور عدالتی حکم سے کالعدم ہو سکتا ہے اور یہی رائے میری بھی ہے۔

جن وجوہ سے مین نے یہ راے قایم کی ہو اُنکی تشریح ذیل مین ہو۔

جب آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لیس تصلح ہذا "یہ صحیح نہاین ہو" تو پھر عدم جواز ہبہ غیر مساوی مین کیا شبہ رہ گیا۔

لا اشہد الا علی الحق "مین سواے حق کے دوسرے کسی امر کا گواہ نہین ہو سکتا" جسکا مطلب صریح یہ ہوا کہ یہ حق نہین ہو حق ہوتا تو مین گواہ ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہو کہ جو حق نہین ہو باطل ہو۔

لا تشہدنی علی جور "جور پر مجکو گواہ نہ کرو" جور کے باطل ہونے مین کسی کو کلام نہین ہو۔

ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینہم "لڑکون کا تجھ پر یہ حق ہو کہ تو اُنمین عدل کرے" جب عدل لڑکون کا حق ہوا تو باپ پر واجب ہوا۔ اور باپ کا جو فعل حق اور وجوب کے خلاف ہوگا وہ باطل ہوگا۔

فارجعہ یا اردوہ "واپس لے لو" اگر ہبہ غلام کا بمحرومی دوسرے لڑکون کے جائز ہوتا تو آنحضرت کسی طرح ہبہ کے واپس لینے کا حکم نہ دیتے۔ ہبہ شرعاً باطل تھا جب ہی اسکی واپسی کا حکم دیا۔

اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم "اللہ سے ڈرو اور اپنے لڑکون مین عدل کرو" اللہ کے ساتھ یہان عدل کو عطف کیا ہو۔ یعنے اللہ سے ڈرنا جس طرح واجب ہو اسی طرح لڑکون مین عدل کرنا واجب ہو۔ احکام شرعیہ سے فقہی مسائل اخذ کرنے والے سمجھ سکتے ہین کہ اس قول مین کتنا زور ہو۔

حدیث مین نعمان کا بیان بھی منقول ہو۔ اُسنے کہا۔

فرجع ابی فی تلک الصدقۃ "پھر میرے باپ نے وہ صدقہ واپس لے لیا" اصطلاح شرع مین ہبہ نحل اور عطیہ اور کبھی کبھی صدقہ ایک ہی شی ہو۔ بشیر انصار سے تھے عربی زبان خوب سمجھتے تھے۔ انھون نے ہبہ کو ناجائز سمجھ کر غلام واپس لے لیا۔

سالف سے ایک قول منقول ہو کہ آنحضرتؐ نے دو مرتبہ کہا

خذ نوا فی اولادکم "اپنی اولاد میں عدل کرو" اصول میں یہ بات مان لیگئی ہے کہ

الامر بالشی نہی عن ضدہ والنہی عن الشی یستلزم الفساد والمرادف للبطلان "کسی شے کا حکم دینا اُسکی ضد کا منع کرنا ہے" اور کسی شے کی مخالفت ہو نہیں سکتی جب تک

وہ فاسد نہو۔ فاسد اور باطل ایک معنی میں ہیں۔

اشہد علیہ غیری "اسپر میرے سوا دوسرے کو گواہ کرو" بس یہی قول ہے جسکی بنا پر یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ ہبہ باطل وکالعدم ہوتا تو آنحضرت یہ نہ کہتے کہ دوسرے کو گواہ کرو۔ اول تو یہ قول ضعیف ہے۔ یہی قول کیوں مرجح سمجھا جائے اور اگر بالفرض آنحضرت نے ایسا کہا تو اس سے جواز ہبہ تو پیدا نہیں ہوتا۔ مخالفت تخویف۔ تحذیر اور تہدید کا مضمون نکلتا ہے۔ محمد بن منصور جامع میں کہتے ہیں۔

لیس المراد من قولہ اشہد علیہ غیری الامر بالشہادۃ وانما ہو من تہدید علی سبیل الانکار نحو قولہ تعالی اعملوا ما شئتم "آنحضرت نے جو کہا کہ میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو" اس سے دوسرے کو گواہ کرنے کا حکم نہیں نکلتا۔ بلکہ اس سے محض تہدید

بطور انکار مقصود ہے۔ جس طرح اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے۔ جو چاہو تم کر دیکھو۔ خدا کا یہ کہنا ہے کہ تم جو چاہو کرو۔ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ خدا نے کفر کو جائز رکھا ہے اور اسکے کرنے کا حکم دیا ہے۔

سووا بین اولادکم فی العطیۃ "اپنی اولاد میں مساوات رکھو" اس سے حکم پیدا ہے۔

فان ہذا لا یصلح "ایسی ہبہ میں صلاحیت شرعیہ نہیں ہے" جسمیں شرعی صلاحیت نہیں وہ باطل ہے۔

ایسرک ان یکونوا فی البر سواء "تجکو تو بھلا معلوم ہوگا کہ اولاد تیری اطاعت میں مساوی ہوں؟" اس سے مقصود آنحضرت کا یہ تھا کہ اولاد میں تفضیل کرنا سبب انکی عقوق یعنی نافرمانی کا ہوگا۔ عقوق اکبر کبائر ہے۔ اور اکبر کبائر کا جو باعث ہو وہ ضرور البطل باطلات اور احرم محرمات ہوگا۔

لوکنت مفضلا لفضلت البنات "میں تفضیل دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا۔" اور عربی تو جیہ سے اسکا مفہوم یہ ہوا۔

لکنی لا افضل احداً فلا افضل البنات "میں کسی کو ترجیح نہیں دیتا اسلیے لڑکیوں کو ترجیح نہیں دلیکتا" اس سے تفضیل کی نفی اور بطلان کی دلیل صریح و واضح ہے۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو راے میں نے ظاہر کی ہے وہ میری راے ہے۔ نعمان بن بشیر کی حدیث سے اور شرع محمدی کے اعتدال اور اصول پر نظر کرکے بہت سے اکابر نے یہی راے ظاہر کی ہے کہ اولاد میں ہبہ کے وقت مساوات کا خیال رکھنا واجب ہے اور جس ہبہ میں مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ کالعدم اور باطل ہے۔

میں یہاں پر علامہ محمد ابن اسمٰعیل امیر یمانی کی کتاب سبل السلام فی شرح بلوغ المرام مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی سنہ ۱۳۰۷ صفحہ ۴۸ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں

باب الھبۃ۔ الحدیث الاول (عن النعمان بن بشیر ان اباہ اتی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقال ان نحلت ابنی ہذا غلاما کان لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فارجعہ و فی لفظ فانطلق ابی الی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لیشہدہ علی صدقتی فقال افعلت ہذا بولدک کلہم قال لا قال فاتقوا اللہ و اعدلوا بین اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقۃ متفق علیہ و فی روایۃ لمسلم قال فاشہد علی ہذا غیری ثم قال ایسرک ان یکونوا لک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذن) الحدیث دلیل علی وجوب المساواۃ بین الاولاد فی الھبۃ وقد صرح بہ البخاری و ہو قول احمد و اسحٰق و آخرین

باب ہبہ۔ حدیث اول۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے اسکا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو اپنا غلام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنی تمام اولاد کو تم نے یوں ہی دیا ہے؟ بشیر نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہبہ واپس لے لو۔ اور ایک روایت میں نعمان کا بیان ہے کہ میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کہ آنحضرت کو اس ہبہ پر گواہ کرے۔ آنحضرت نے پوچھا ایسا ہی ہبہ تمام اولاد کے حق میں تم نے کیا ہے؟ میرے باپ نے کہا نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے حق میں عدل کرو۔ پھر میرا باپ الٹا آیا اور وہ ہبہ پھیر لیا۔ اسپر سب کا اتفاق ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میرے

وانها باطلة مع عدم المساواة وهو الذی یفیده الفاظ الحدیث من امره صلی الله علیه وسلم بارجاعه ومن قوله اتقوا الله وقوله اعدلوا بین اولادکم وقوله فلا اذن وقوله لا اشهد علی جور واختلف فی کیفیة التسویة فقیل بان تکون عطیة الذکر والانثی سواء وهو ظاهر قوله فی بعض الفاظ عند النسائی الا سویت بینهم وعند ابن حبان سووا بینهم والحدیث ابن عباس سووا بین اولادکم فی العطیة فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء اخرجه سعید بن منصور والبیهقی باسناد حسن وقیل التسویة ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین علی حسب التوریث و ذهب الجمهور الی انها لا یجب التسویة بل تندب واطالوا فی الاعتذار عن الحدیث وذکر فی الشرح عشرة اعذار کلها غیر ناهضة وقد کتبنا فی ذلک رسالة جواب سوال اوضحنا فیها قوة القول بوجوب التسویة وان الهبة مع عدمها باطلة

سوا کسی اور کو گواہ کرو۔ اور پھر فرمایا تمکو اچھا معلوم ہوگا اگر سب اولاد بدرجہ مساوی اطاعت کرے بشیر نے کہا ہاں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم عدل نہ کروگے تو وہ اطاعت بھی نہ کرے گی تو اصل حدیث کی عبارت ہوئی۔ اسپر علامہ صنعانی رحمہ اللہ تعالی شرح لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے میں تمام اولاد کو مساوی درجہ میں رکھنا واجب ہے اور بخاری نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہے احمد اور اسحق وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے اور یہ بھی پیدا ہے کہ جب ہبہ میں مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ باطل ہے الفاظ حدیث دیکھو آنحضرت صلعم کا حکم دینا کہ ہبہ واپس لے لو اور پھر فرمانا کہ اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان عدل کرو۔ آپکا فرمانا تو وہ اطاعت بھی کرینگے آپکا ارشاد کہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا ان سب سے یہی پیدا ہے۔ ہاں مساوات کی صورت میں البتہ اختلاف ہے بعضوں نے کہا مرد اور عورت کو برابر دینا چاہیے کیونکہ حدیث کے الفاظ صریح یہی معنی رکھتے ہیں مثلاً نسائی کے نزدیک عبارت یہ ہے کیا تو نے اولاد میں مساوات نہیں رکھی۔ ابن حبان کے نزدیک آنحضرت کا قول یہ ہے اولاد میں مساوات رکھو۔ ابن عباس کی حدیث یوں مشہور ہے اپنی اولاد میں تسویہ (برابری) رکھو۔ اگر کسی کو میں فضیلت دیتا تو عورتوں کو فضیلت دیتا۔ سعید بن منصور اور بیہقی نے باسناد حسن یہ نقل کیا ہے اور بعضوں کی رائے ہے کہ تسویہ یوں ہونا چاہیے کہ مردونکو حالت ہبہ میں دو عورتوں کے برابر دیا جاوے جیسا کہ توریث کی حالت میں حصہ ملتا ہے اور بہت سے لوگوں کی یہ رائے بھی ہے کہ تسویہ واجب نہیں ہے بہتر ہے۔ حدیث میں انھوں نے تاویلیں کی ہیں اور دس حجتیں لکھی ہیں جنمیں ایک بھی معقول نہیں ہے۔ میں نے اس باب میں

ایک رسالہ بطور جواب وسوال لکھا ہی اور خوب توضیح سے ثابت کیا ہی کہ وجوب تسویہ کی رائے
قوی تر ہی اور جس ہبہ مین تسویہ نہو وہ باطل ہی۔ ترجمہ ختم ہوا۔

یہ بھی واضح رہے کہ دیگر بلاد اسلام مین ہبہ بین الاولاد مین غیر مساوات محبت کے کم وبیش ہونے کی وجہ سے ہوگی اور علما نے اسی خیال سے اسکو غیر ممدوح یا باطل ٹھیرایا ہوگا۔ ہندوستانی مسلمان جو اپنی لڑکیون سے محبت رکھتے ہین۔ لڑکون سے ناخوش رہتے ہین اور پھر یہ چاہتے ہین کہ لڑکے انکا ترکہ پائین اور لڑکیان نہ پائین وہ عورتون کے حقوق کو جو قرآن مین مقرر ہین خلاف عقل سمجھتے ہین اور اس طرح خدا کے کلام کو خلاف حکمت جانتے ہین اور خدا کو حکیم مطلق نہین سمجھتے۔ انکو ضد ہی کہ اُنکے خاندان مین وراثت قرآن مجید کے مطابق جاری نہو۔ اگر یہ صورت اُن علما کے سامنے پیش ہوتی تو وہ ہبہ کے باطل ٹھیرانے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ واہب کے مرتد (دین اسلام سے پھرنے والا) ہو جانے کا بھی فتوی سناتے

شرع محمدی جس اصول پر مبنی ہی اسکا مقتضا بھی یہی ہی کہ ایسی ہبہ مین مساوات واجب ہو۔ جن گھرون مین باپ اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال نہین رکھتا وہان اولاد بھی باپ کی اطاعت دل سے نہین کرتی۔ علما نے لکھا ہی کہ پھر یہ ترتیب منزل کی خرابی کا باعث ہوگا۔ مین کہتا ہون کہ صرف اتنا ہی نہین بلکہ بھائیون مین اور بھائی بہنون مین اور انکی اولاد مین ہمیشہ کے لیے باہم ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہی اور رفتہ رفتہ اس سے قومی نفاق کی بنیاد قایم ہوتی ہی اور پھر نہایت خراب اثر مترتب ہوتے ہین ہندوؤن کی حالت بلکہ اچھی ہی جہان لڑکیان جانتی ہین کہ وہ شاستراً محروم ہین لیکن مسلمانون مین جب یہ تسلیم کیا جاتا ہی کہ باپ کے مرنے پر لڑکیان ضرور پائین گی۔ باپ کو یہ اختیار نہین ہی کہ وصیت کے ذریعہ سے انکو محروم کرے تو لڑکیان ایک حق اپنا پیدا سمجھتی ہین۔ اب اگر باپ کو اجازت دیجائے کہ وہ دوسرے ورثا کے حق مین ہبہ کرکے اپنی لڑکی کو محروم کرے تو اس سے خواہ مخواہ لڑکی کو شکوہ کا موقع ہوگا امید ہی پیدا ہو جانے سے تو شکوہ کا موقع ہوتا ہی۔ شکوہ اکثر نفرت اور عداوت تک منجر ہوتا ہی۔ باپ کو وصیت سے روک کر یون ہبہ کی اجازت دینا گویا اسکو چھوٹی کارروائی کرنے کی اجازت دینا ہی۔ اور یہ اور بھی برا ہی۔ غیر مساوی ہبہ کے عدم جواز

وہ حکم نہ ہوتا جب بھی یہ قیاس ہونا چاہیے تھا کہ ہبہ غیر مساوی مصالح شرعی کے خلاف
ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن یہان تو صریح حدیث نبوی موجود ہے نہ اسمین تاویل کی
گنجایش ہے اور نہ کچھ بھی پیش بیش کا موقع ہے۔
ہائیکورٹ کلکتہ مین ایک بڑا لایق مسلمان جج موجود ہے اور یہ مقدمہ غالباً بصیغۂ اپیل
انھین کے سامنے پیش ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ جن اہم مسائل شرعیہ پر مین نے اسقدر
محنت تدقیش گوارا کی ہے وہ رائگان نہ جائیگی اور مجھے امید ہے کہ بمبئی ہائیکورٹ مین اگر یہ
مسئلہ کسی طور سے چھڑا تو وہان بھی ایک بڑا ذی علم مسلمان جج موجود ہے۔ ایسے ایسے لایق
آزاد و صائب الراے ریفارمران باتون پر غور کیے بغیر نہ رہین گے۔ ان لوگون کا
فیصلہ قانون کا حکم رکھتا ہے۔ انھین کے فیصلے جج میڈ لا کہلاتے ہین۔ گورنمنٹ نے
شرع محمدی کو مسلمانون کے درمیانی معاملات مین زندہ رکھنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے۔ اور اسوقت
گورنمنٹ کی طرف سے انھین دونون مسلمان ججون کی گردنون پر تمام ہندوستان کے
مسلمانون کے تصفیہ حقوق کا گویا بار ہے۔ یون تو تمام جج برابر ہین لیکن مسئلہ شرع مین
جو امید ان ججون سے کی جا سکتی ہے دوسرون سے نہین ہو سکتی۔ یہ اپنے منصب کو سمجھین
تو اپنے وقت کے قاضی ابو یوسف اور امام محمد ہین جس جہان بان سے یہ شرعی مسایل
کو سمجھتے ہین وہ بہت زیادہ قابل قدر اور تمام مسلمانان ہند کی شکر گزاری کا باعث ہے۔
ان لوگون سے امید ہے کہ عورتون کے حقوق کی پامالی کسی طرح گوارا نہ کرین گے۔
میری اسقدر تحریر رائگان نہ سمجھی جائے۔ ان تحریرون سے معلوم ہوگا کہ مسلمانون
مین ہبہ اور وصیت کی کیا نوعیت ہے۔ لڑکون کے حقوق کیا ہین۔ والدین کے حقوق کیا
ہین۔ جب تک ان تمام امور سے واقفیت نہ ہوگی کوئی شخص واقعات پر صائب رائے نہین
قایم کر سکتا۔

اب مین اصل کی تجویز شروع کرتا ہون۔ میری تجویز کا مدار شیخ نصیر اور اسکی بی بی
حلیمہ خاتون نیز فریقین کے والدین کے اظہار پر ہے۔ اور فی الواقع تمام مسل مین یہی دو شہادتین
ہین۔ ان شہادتون سے عرضی دعوی کے بیان کی پوری تائید ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے

کلیم نے اپنے حق مین کل جائداد کی وصیت چاہی۔ شیخ نصیر اسپر راضی تھا لیکن کلیم نے اس حالت کو کمزور سمجھ کر انکار کیا۔ پھر تھوڑے دنون کے بعد یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ لیکن تاریخ ہبہ سے کسی قسم کا فرق انتظام مین نہین آیا۔ نہ نصیر نے اپنا قبضہ اُٹھایا اور نہ کلیم نے کبھی قبضہ پایا۔ بلکہ شیخ نصیر کی بی بی نے کہا کہ "جیتے جی بھلا قبضہ شیخ نصیر کا کیون کر جاتا رہیگا۔ تحریر کا تو یہ منشا ہی کہ شیخ نصیر اور میرے مرنے پر تنہا قبضہ شیخ کلیم کا رہے"۔ مین تجویز کرتا ہون کہ نصیر نے کلیم کو مطابق ہبہ کے قابض نہین کرایا۔ اور ہبہ کے ساتھ قبضہ لازم ہی۔ اسکے لیے شرعی احکام بہت صاف ہین۔

نام کتاب	عبارت	ترجمہ
فتاوی عالمگیری کتاب الہبہ باب ثانی	ولا یتم حکم الھبۃ الا مقبوضۃ ویستوی فیہ الاجنبی والاولاد اذا کان بالغا کذا فی المحیط	حکم ہبہ کا بغیر قبضہ کے پورا نہین ہوتا اجنبی اور اولاد بالغ دونون اسمین برابر ہین ایسا ہی محیط مین ہی
ہدایہ کتاب الہبہ	لنا قولہ علیہ السلام لا یجوز الھبۃ الا مقبوضۃ	آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول موجود ہی "ہبہ بغیر قبضہ کے جائز نہین ہی"
شرح محمدی از جسٹس امیر علی جلد ا صفحہ ۹۷	فی الواقع ہبہ قانوناً موثر نہین ہوتا جب تک کہ قبضہ اُسکے مطابق نہ ہو اور اس بارے مین موہوب لہ اجنبی ہو یا واہب کا پسر بالغ ہو دونون کا یکسان حکم ہی۔	
شرح محمدی از شاما چرن مطبوعہ ۱۸۸۵ء جلد دوم صفحہ ۲۲	ہبہ قانوناً بے اثر ہی جب تک شی موہوبہ پر قبضہ نہ ہو اور اس بارے مین اجنبی کا اور واہب کی اولاد کا اگر وہ بالغ ہو ایک حکم ہی۔ شاما چرن صفحہ ۲۲ طبع ٹگور لا لکچر ۱۸۸۵ء طبع شدہ جلد دوم	

یہین شرع محمدی کا یہ مسئلہ بھی جان لینا چاہیے کہ اگر کوئی شخص اپنے نابالغ پسر یا نابالغ دختر کو کوئی شی ہبہ کرے تو نابالغ کو قبضہ دینا ضرور نہین ہوتا۔ اولاد بالغ ہو جب ہی قبضہ دینا لازم ہوتا ہی۔ اولاد کو کس طرح قبضہ دیا جائیگا اسکو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ باپ کے ساتھ اگر بیٹا رہتا ہو تو اُسکو شی موہوبہ کا قابض نہین سمجھین گے۔ ہان باپ سے بیٹا الگ

مجاجہ

رہتا ہو۔ باپ اُسکو کوئی شی دیدے اور خود اُس سے بالکل دستکش ہو جائے تب
البتہ کہا جائیگا کہ بیٹا قابض ہے۔ فرض کیجیے کہ جائداد غیر منقولہ پر باپ کا مدار رزق ہے اور بیٹا
بھی اُس سے بذریعہ باپ کے پرورش پاتا ہے۔ باپ نے ایک ہبہ نامہ بیٹے کے نام
لکھدیا اور خود بدستور اُسی جائداد سے پرورش پاتا رہا۔ کسی طرح کا فرق باپ بیٹے
کی طرز بود و باش مین نہین آیا تو اس سے ہرگز شی موہوبہ پر بیٹے کا قبضہ نہ سمجھا جائیگا اگر اس
قبضہ کو بھی قبضہ کہین گے تو پھر یہ مسئلہ کہ نابالغ بیٹے کی حالت مین باپ کا قبضہ کافی
ہوگا اور بالغ بیٹے کی صورت مین بیٹے کو خود قابض ہونا چاہیے بے معنی ہو جائیگا۔

مقصد بالا التقریر کی تائید کے لیے کسی نظیر کی ضرورت نہین ہے شرع محمدی اس بارے
مین بہت صاف ہے اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن احتیاطاً مین
مدراس کے ایک فیصلہ کا حوالہ دیتا ہون جو ابھی حال مین انڈین لا رپورٹ سلسلہ
مدراس جلد ۱۹ مین بصفحہ ۳۴۳ شائع ہوا ہے۔ لوا صاحب اپیلانٹ بنام محمد رسیا نڈنٹ
اس سے معلوم ہوگا کہ ایکٹ انتقال نافذ ہونے پر بھی مسلمانون کے درمیان
شرع محمدی کے مطابق ہبہ کے مسائل فیصلہ پاتے ہین۔ اس مقدمہ مین ایک عورت
نے اپنا مکان اپنے بھانجے کو ہبہ کر دیا تھا۔ وہی بھانجے کی پرورش کرتی تھی اسلیے وہ
بعد ہبہ کے مکان موہوبہ سے باہر نہین نکلی اُسی مین رہی۔ بحث پیدا ہوئی کہ واہبہ اپنے قبضہ
سے دست بردار ہوئی اور موہوب لہ قابض ہو گیا؟ جج ضلع نے بصیغہ اپیل اول ہبہ کی
تائید مین لکھا۔

"واہبہ اور موہوب لہ کی رشتہ داری پر لحاظ کر کے اور اس امر پر لحاظ کر کے"
"کہ واہبہ ہی موہوب لہ کی پرورش کرتی تھی واہبہ کا مکان مین رہنا یہ اثر"
"نہ پیدا کریگا کہ واہبہ کا بالکل مکان موہوبہ سے قطع تعلق کر لینا نہ سمجھا جائے"
"میرے نزدیک شرع محمدی کے مطابق ہبہ جائز ہے"

ہائیکورٹ نے بصیغہ اپیل ثانی یہ تجویز منسوخ کر کے فیصلہ کیا۔

"مسئلہ شرع محمدی بابت ہبہ یہ ہے کہ ہبہ معناً نہ ہونا چاہیے۔ اسکو صریح اور غیر مشتبہ"

* یہ تحریر مصنف کتاب نے نیچے سے لکھدی ہے اصل فیصلہ مین اسکا حوالہ نہین ہے۔

ہونا چاہیے۔ اور واہب کی نیت یوں ظاہر ہونی چاہیے کہ شئی موہوبہ سے وہ "
"بالکل الگ ہوجائے۔ اگر شئی موہوبہ پر وہ کوئی حق مالکانہ نافذ کرتا رہیگا تو ہبہ"
"باطل اور ناجائز ہوگا۔"
"استثنا صرف اسوقت ہے کہ مکان موہوبہ شوہر بی بی کو دیدے یا باپ اپنے نابالغ"
"لڑکوں کو دے۔ اس مقدمہ میں موہوب لہ مستثنیات میں داخل نہیں ہوتا"
"اور اسلیے ہمکو تجویز کرنا چاہیے کہ ہبہ کے جائز قرار دینے میں جج ضلع نے"
"غلطی کی۔"

ماحصل میری راے کا یہ ہے کہ امر اول بحق مدعیہ فیصلہ ہونا چاہیے۔
امر دوم کی تجویز بھی میں مدعیہ کے موافق کرتا ہوں۔ یعنی میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ کوئی جائداد شیخ کلیم کی نہیں ہے جو کچھ اسکے نام ہے اسم فرضی ہے۔ شیخ نصیر کے روپیہ سے جائداد خریدی گئی اور اب تک شیخ نصیر کا اسپر قبضہ ہے۔

مواضع قاضی پور۔ مسعود پور۔ مان پور۔ اور چک برہان مختلف وقتوں میں کلیم کے نام سے خریدے گئے۔ مگر یہ شہادت سے ثابت ہے کہ بذریعہ عطیہ یا بذریعہ کسب کبھی کلیم کو یہ استطاعت نہیں ہوئی کہ وہ زرثمن ادا کرنے کے قابل ہوتا۔ کل زرثمن نصیر نے ادا کیا۔ اور اب تک وہ نصیر ہی کی جائداد سمجھے گئے۔

مواضع چک حسن پور، حسین پور، اور عالم نگر کی نسبت دستاویزوں سے اور شہادت لسانی سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جو دستاویز شیخ نصیر کے نام تھا اسی کے اصل اور سود کے عوض میں یہ مواضع بیع ہوئے۔ اور بجاے نصیر کے تنہا کلیم کا نام درج بیعنامہ ہوا۔ ادعا یہ وہ زمانہ ہے کہ کلیم بالغ اور ہوشیار تھا۔ کاروبار میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹا سکتا تھا۔ اور اس معاملہ میں شاید کلیم نے باپ سے راے بھی لی ہوگی اور اپنے نام بیعنامہ لکھوالیا ہوگا۔

بہرحال اسمیں شک نہیں کہ یہ ساتوں مواضع شیخ نصیر کے روپیہ سے خریدے گئے۔ شیخ کلیم نے نہ کوئی جزو زرثمن کا ادا کیا اور نہ اسمیں ادا کرنے کی قابلیت تھی۔ روداد سے اسقدر ثابت ہے کہ کلیم نے چھوٹے چھوٹے دو ہاتھی جہیز میں پائے تھے جنکی قیمت بحقیقت

بڑھتی گئی اور پندرہ سولہ برس کے بعد وہ بارہ ہزار کو پہنچے - اور وہ روپیہ سود پر قرض دیا گیا - اب اسکا سود بڑھتے بڑھتے چالیس ہزار تک پہنچا ہی اسکا دستاویز کلیم کی بی بی کے نام ہی - ابھی تک کوئی جائداد اس سے خریدی نہین گئی اور شدہ دستاویز اس دعوی مین شامل ہی - جو چیز بہ مشکل کلیم کی کہی جا سکتی ہی وہ صرف دستاویز ہی -

تجویز ختم کرنے کے قبل مین اسقدر لکھنا ضروری سمجھتا ہون کہ ہندوستان مین اسم فرضی دستاویز ہونے کا بہت بڑا دستور ہی - ناعاقبت اندیش اشخاص کبھی تو بے پروائی سے اپنے اعزہ کے نام یا خاص اپنے بیٹے کے نام جائداد خرید کر لیتے ہین اور کبھی بوجہ اپنے نام کی جگہ پر اپنے کسی دوست یا عزیز کا نام درج کاغذ کرا دیتے ہین ان معاملات مین اپنی ہی ملکیت قایم رکھنا منظور ہوتا ہی - صرف اپنے نام کی جگہ پر دوسرے کا نام ہونا پسند کیا جاتا ہی - اس قسم کے معاملات کو یہان کی اصطلاح مین اسم فرضی بولتے ہین اور انگریزی مین اسکو بنامی Benami کہتے ہین اس انوکھے دستور کے متعلق - لارڈ ہابہاوس پریوی کونسل کے جج بمقدمہ ادمان پرشاد بنام گند ھرپ سنگہ صفحہ ۲۳ فقرہ دوم مین لکھتے ہین کہ " ہم سب کو یہ بخوبی معلوم ہی کہ ہندوستان مین جائداد کو دوسرے کے نام اسم فرضی کرنے کا دستور بہت زیادہ عام ہو رہا ہی - محض دستاویز کا قاعدہ سے مرتب ہونا اور بظاہر دوسرے کی طرف جائداد کا منتقل ہونا واقعی انتقال کی کوئی ایسی عمدہ شہادت نہین ہی جیسی کہ یہ اور ملکون مین متصور ہوتی ہی - اور تھوڑی شہادت اس امر کے ثابت کرنے کو کہ یہ فرضی کارروائی ہی کافی ہو سکتی ہی - لیکن ظاہری حالت کو جو باطل کرنا چاہے اوسے کچھ دکھانا بھی چاہیے جس سے اس معاملہ کا فرضی اور غلط ہونا ثابت ہوتا ہو "

(دیکھو انڈین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۵ فیصلہ پریوی کونسل بصیغہ بین نامی فیصلہ جوڈیشل کمشنر اودھ)

بہرحال جو جائداد کلیم کے نام ہی اسکی نسبت اسم فرضی ہونے کی شہادت مسل مین موجود ہی اور امر دوم بھی مین موافق مدعیہ کے فیصلہ کرتا ہون -

نتیجہ میری تجویز کا یہ ہی کہ تمام جائداد مندرجہ عرضی دعوی اسوقت شیخ نصیر کی ہی اور اگر کوئی عارضہ جدید لاحق ہوا تو بعد مرنے شیخ نصیر کے وہ تمام اسکا ترکہ متصور ہو کر اسکے ورثا

مین حسب احکام شرع محمدی تقسیم کیے جانے کے لایق ہوگی ہبہ نامہ کچھ مضر نہ ہوگا

دستخط مجوز بخط انگریزی ۱۵/۱۲ ٹیٹنہ ۹۵ء

فیصلہ صادر ہوتے ہی تمام دھوم مچ گئی۔ کلیم کا منہ چھوٹا سا ہوگیا۔ کلکتہ کے نامی بیرسٹر دن نے جب یادداشت اپیل لکھنے کی گنجایش نہ دیکھ کر کاغذات واپس کر دیے اسوقت کلیم کو معلوم ہوا "الحق یعلوا ولا یعلی" لیکن مجاہد کو اپیل نہ داخل ہونے کا بڑا افسوس رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ مقدمہ عدالت اپیل تک جائے۔ ممکن ہو تو پریوی کونسل تک پہنچے۔ اور نظیر ہوکر انڈین لا رپورٹ مین چھپے۔ اپنی کامیابی کی اسکو پوری امید تھی وہ عدالت اپیل سے ڈرتا نہ تھا بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ اپیل تک پہنچ کر یہ مقدمہ تمام ہندوستان کی بے زبان پردہ نشین شریف زادیون کے حقوق کی حفاظت کے لیے سپر کا کام دیگا اور یہی اسکی غرض تھی۔ صرف فہیمہ کے نفع یا نقصان کا اسکو خیال نہ تھا۔ اپنی تمام ملکی ماؤن اور بہنون کے لیے اسنے یہ بار سر پر اٹھایا تھا۔ مجاہد کو جو خوشی حاصل ہوئی اسکا بیان کرنا ممکن نہین ہے۔ متین اور فہیمہ سے کہین زیادہ اسکو مسرت ہوئی اسنے دو ہزار روپیہ ساکین مین تقسیم کیے اور اس طرح اس کامیابی پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

نصیر کی حالت ناگفتہ بہ ہے جب وہ عدالت کے سامنے اظہار دینے کھڑا ہوا تو مجاہد نے بہ آواز بلند کہا کہ خود باپ کی غلط کاریون کا نتیجہ ہے کہ آج وہ اپنی اولاد کے جھگڑون مین گواہی دینے کے لیے بلایا گیا ہے۔ ایک مرتبہ خدا کے سامنے بھی گواہی دینی ہوگی اور وہی گواہی مشکل ہوگی۔ نصیر نے گواہی دی اور ایمان کی بہی کہی کہین سے اسکو خفت نہین ہوئی لیکن پھر بھی اسکو یہ خیال ضرور ہوا کہ شروع سے کلیم کی بیجا کارروائیون کو بیشار دکتا نا جائز فعل کی طرف اسکی ہمت نہ بڑھنے دیتا تو آج یہ دن دیکھنے مین نہ آتا۔ اسمین شک نہین کہ نصیر بڑا غیور شخص تھا۔ اور مولوی صاحب کی صحبت نے اسکو بیچارہ دیندار بنادیا تھا۔ عدالت کے سامنے کھڑا ہونا اسکو بہت ہی کھلا۔ اپنے گھر کے جھگڑون کا عدالت مین جانا اسکے لیے سخت ندامت کا باعث ہوا۔ وہان سے آکر وہ تپ ولرزہ مین مبتلا ہوگیا اور دو ہفتے بھی نگذرے تھے کہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ اسکے بعد ہی اسکی بی بی شوہر

ساتھ دینے کو تیار ہو گئی۔

نصیر کی ابتدائی حالت کچھ ہی ہو لیکن اسکا خاتمہ ایسا اچھا ہوا کہ ہر مومن کا خدا ایسا ہی
انجام بخیر کرے۔ اپنے معاصی سے یکا تائب ہو کر اسلام کا سچا شیدا بنکر اسنے دنیا سے
کوچ کیا۔ خدا مغفرت کرے۔

شیخ نصیر مر گئے۔ لیکن قصہ ختم نہین ہوا۔ شیخ نصیر کے بعد انکی جائداد باقی رہی تو کچھ
اسکا حال بھی سُن لینا چاہیے۔ شیخ نصیر کے مرنے پر متین اور فہیمہ نے شیخ نصیر کی جائداد
مین حصہ لینا پسند نہین کیا۔ متین تو اپنی عالی حوصلگی کی وجہ سے اور فہیمہ اسلیے کہ
باپ کی موت نے اسے جائداد سے متنفر بنا دیا۔ وہ سمجھی کہ جس جائداد نے
میرے باپ کی جان لی اس سے واسطہ رکھنا کراہت ہے۔ وہ کہتی تھی کہ اگر باجان
کا انحصار نہ ہوتا تو جان لینے والے صدمہ کی صورت انکے سامنے کبھی نہ آتی۔ اظہار فہیمہ
ورثاء کے باہمی نزاع کی غیرت نے انکی جان لی اور سب نزاع اسی جائداد کمبخت
کی بدولت تھی۔

اب فکر یہ ہوئی کہ جائداد کیا کی جائے۔ متین کی راے تھی کہ مدرسہ یا شفاخانہ کے
لیے وقف کردی جائے۔ اور فہیمہ کہتی تھی کہ کلیم ہی کو واپس کردی جائے۔ لیکن مجاہد
نے ایک اور صورت نکالی جس پر سب نے عمل کیا۔ چھپرے سے پچیس چالیس پچاس
کوس پر گورکھپور ایک شہر ہے جہان مولانا محمد یحییٰ ایک نہایت متبرک شخص رہتے
ہین۔ حسب اور نسب کے اعتبار سے بھی طبقۂ شرفا مین اعلیٰ جگہ رکھتے ہین۔ عدالت
دیوانی کے وکیل ہین۔ اور انجمن اسلام گورکھپور کے سکرٹری ہین۔ انکے تقدس اور راستبازی
کی داستان اگر لکھی جائے تو ایک دفتر چاہیے۔ بالفعل الموصوف نے اپنی بیوہ لڑکی کا عقد
ثانی کر کے ملک مین نرالی شہرت حاصل کی ہے۔ ممکن ہے کہ غیر بلاد کے لوگ اسپر ہنسین۔ یا
تعجب کرین۔ یا تمسخر کرے اور خود یہین کے باشندے قہقہہ لگائین کہ بیوہ لڑکی کے
عقد کرنے مین کسی کا ممدوح ہونا ایسا ہی جیسا اپنے بچون کو دانہ کھلانے اور پانی پلانے
مین۔ سیاح جانے اسلیے یہ لکھنا بیجا نہین ہے کہ ہجرہ کی تیرھوین صدی مین بیوہ لڑکیون کا

نکاح ثانی ہندوستان میں سخت معیوب اور مذموم ہوگیا تھا۔ شرفا کے طبقہ میں اور بالخصوص اس حصہ ملک کے شرفا میں جہاں مولانا محمد نبی تھے بیواؤں کے عقد ثانی کا ناپسند کرنا ہی شرافت کا بڑا معیار سمجھا جاتا تھا۔ یہ کوئی گذشتہ زمانہ کا ذکر نہیں ہے اب بھی شریفوں میں جو شرع کی نظر میں رذیلوں سے بھی بدتر ہیں بیواؤں کا عقد ثانی سخت جرم سمجھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مولانا نے سنت نبوی کو زندہ کرنے کی جرأت کی تو یہ سمجھنا چاہیے کہ بڑے جہاد کی ہمت کی۔

۵۔ جولائی ۱۸۹۶ء کو مولانا محمد نبی کی دختر نیک اختر کا عقد ہوا۔ تمام اخبارون میں اسکا چرچا ہوا اسکی خوبیوں میں ابوالفضل عباسی کا رسالہ تحسنہ الاماثل پانچ ہزار جلد چھپ کر شایع ہوا۔ قوم میں جان آچلی ہے۔ ان افعال کے قدردان بھی موجود ہیں نکاح کے وقت تو مولانا کو بھی لیس و پیش تھا لیکن بعد کو اتنے خطوط تہنیت کے آئے کہ مولانا کو قوم کی طرف سے پھر کچھ کھٹکا نہ رہا۔ مولانا موحد ہی موحد رہ گئے ورنہ جابجا اسکی تقلید اس طرح ہوئی کہ دو تین مہینہ میں گویا ہوا کا رخ ہی بدل گیا۔ گورکھپور سے چھپرہ کچھ دور نہیں ہے قریب ہی مجاہد متین اور فہیمہ کو بھی مولانا کی لڑکی کے عقد ثانی کی خبر پہنچی۔ ۲۶ جولائی ۱۸۹۶ء کو مولانا محمد نبی دیوانی کچہری میں ایک مقدمہ کی پیروی میں مصروف تھے کہ ڈاکیے نے ایک رجسٹری شدہ لفافہ انکے ہاتھ میں دیا اور دستخط کرا کر رخصت ہوا مولانا کو مقدمہ سے کوئی چار بجے چھٹی ملی۔ گاڑی لگی ہوئی تھی وہ سوار ہوئے اور لفافہ گاڑی میں کھولا تو اسکے اندر ایک رجسٹری شدہ دستاویز نکلا۔

ہبہ نامہ

من فہیمہ زوجہ مولوی محمد متین ساکن چھپرہ

یہ دستاویز ہبہ نامہ بحق محسنہ خاتون بنت مولانا محمد نبی وکیل عدالت دیوانی ضلع گورکھپور تحریر کرتی ہوں تشریح اور شرائط ذیل میں درج ہیں۔

ا۔ میرے باپ شیخ نصیر کی طرف سے اُنکے علم یا لاعلمی میں ایک ہبہ نامہ انکی تمام جائداد کا بحق انکے ورثا شیخ کلیم۔ مولوی سلیم اور مجھ فہیمہ کے لکھا گیا۔

۲- جو جائداد مجکو ملی تھی وہ بہت ہی کم مالیت کی تھی - مین نے اپنے شوہر مولوی محمد متین اور بہی خواہ قوم مولوی مجاہد کے مشورہ سے اپنے باپ اور بھائی پر نالش کی اور بالآخر تاریخ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۵ع کو میرے حق مین ڈگری اس مضمون کی صادر ہوئی کہ ہبہ نامہ کالعدم ہے شیخ نصیر کے مرنے پر تمام جایداد مندرجہ ہبہ نامہ ترکہ شیخ نصیر متصور ہوگی اور انکے ورثا مین قابل تقسیم ہوگی -

۳- تاریخ ۱۶ مارچ ۱۸۹۶ع کو بغیر کسی وصیت یا دین کے شیخ نصیر نے قضا کی اور انکے ترکہ مین جو حصہ میرا قرار پایا اُسکی تصریح ذیل مین ہے -

۴- میری ماں شیخ نصیر کے بعد فوت ہوئین - لیکن کوئی فرق میرے حصہ مین نہین آیا انکی وجہ سے جو کمی میرے حصہ مین ہوتی وہ اُنکے بے وصیت اور بے دین مرنے کی وجہ سے نہین ہوئی -

۵- جو حصہ مجکو ترکہ پدری مین پہنچا اب اسکو مین خود تصرف کرنا پسند نہین کرتی چند وجوہ سے مجکو اس جائداد سے مستفید ہونا منظور نہین ہے - لیکن اسکے ساتھ ہی مین چاہتی ہون کہ کسی کار خیر مین یہ صرف ہو -

۶- محسنہ خاتون دختر مولانا محمد نبی مذکور مچھلی شہری نے جو عزت شرعی نگاہ مین اسوقت مسلمان عورتون مین حاصل کی ہے اُسکی مسرت مجکو بیحد ہے اور مین اس مسرت کا اظہار عملی طور پر کرنا چاہتی ہون اور یہ دکھانا چاہتی ہون کہ ایسے مواقع پر قوم کو اچھے کام کے رواج دینے والون کے ساتھ کیسا اعزازی برتاؤ کرنا چاہیے - مین تمام وہ جائداد جو مجکو شیخ نصیر کے ترکہ مین ملی بی محسنہ خاتون کو ہبہ کرتی ہون - اب مجھے جائداد سے کوئی واسطہ نہ رہا بی محسنہ خاتون کو مین تمام مالکانہ اختیار عطا کرتی ہون اور خود بالکل دستبردار ہوتی ہون -

اسکے بعد جائداد موہوبہ کی تفصیل تھی

۲۲ جولائی ۱۸۹۶ع مقام چھپرہ

دستخط نعیمہ   گواہ شد محمد متین شوہر واہبہ   گواہ شد محمد مجاہد بن محمد حامد ساکن چھپرہ

مولانا پرانے زمانے کے آدمی دستاویز دیکھ کر بہت گھبرائے وہ نئے زمانے کے ہوتے جب بھی متعجب ہوتے۔ معاملہ ہی اس طور کا تھا۔ بے شان وگمان جائداد کا ملنا اور جائداد بھی ایسی جو ایک چھوٹے سے راج کے برابر ہو۔ انگلستان میں اس طرح کے معاملے شاید ہوتے ہوں انگریزی ناولوں میں تو اس طرح کے تذکرے بہت چھپتے رہتے ہیں۔ خدا معلوم وہاں فی الواقع ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن ہندستان میں تو یقیناً یہ بالکل ہی انوکھا معاملہ تھا۔ موہوب لہا کو خبر نہیں اور ہبہ نامہ رجسٹری ہو کر بذریعہ ڈاک اسکے پاس پہنچ گیا۔

کچہری سے گھر تک کوئی پانچ چھ مرتبہ مولانا نے وہ دستاویز پڑھی۔ فہیمہ اور نصیر کی لڑائی وہ اخباروں میں پڑھ چکے تھے تمام باتوں سے واقف تھے اسلیے دستاویز کی اصلیت میں انکو شبہ نہیں ہوا۔ پھر بھی بار بار وہ سوچتے تھے کہ اس نعمت غیر مترقبہ کا باعث کیا ہے بالآخر وہ سمجھے کہ لوگ اس سے بڑی بڑی جائداد کار خیر میں وقف کر دیتے ہیں۔ فہیمہ نے بھی ثواب کا کام سمجھ کر یہ ہبہ نامہ تحریر کیا۔ لیکن جدت معاملہ کے باعث مولانا کو حیرت ضرور تھی یقین ہوتا تھا اور پھر شک سے بدل جاتا تھا۔

مولانا نے طبیعت ایسی پائی تھی کہ وہ ان عطیات سے خوش ہونے والے نہ تھے وہ گھر پہنچے اور چپکے سے بیٹی کے ہاتھ پر وہ امانت رکھدی۔ محسنہ خاتون نے بھی دو مرتبہ دستاویز پڑھی اور مولانا سے پوچھا یہ کیا راز ہے۔

مولانا نے کہا کہ خدا نے تمھیں جائداد دی اسکا شکر ادا کرو۔

جب محسنہ خاتون کی سمجھ میں بات نہ آئی تو بالآخر مولانا نے کوئی آدھ گھنٹے تک سب قصہ نصیر اور اسکی بیٹی کا جا نتک انکو اخباروں سے معلوم ہوا تھا کہہ سنایا۔

محسنہ۔ ابا جان اس جھگڑے کی جائداد کا لینا تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا۔ جھگڑا تو کچھ بھی نہیں ہے معقول منافع کی جائداد ہے اور تمام خرخشوں سے اب پاک ہو گئی ہے لیکن پھر بھی زمینداری بڑی زحمت ہے۔ اولاد کا خراب کرنا ہو تو انسان زمینداری حاصل کرے۔ اولاد کو بے کار اور اپاہج بنانا ہو تو اسکے لیے جائداد غیر منقولہ چھوڑ مرے۔ مجکو تو زمینداری کا شوق نہیں ہے۔ تمکو اختیار ہے لو یا نہ لو۔

محسنہ۔ اچھا دیکھا جائیگا۔ جیسا آپ چاہین گے ویسا ہی ہوگا۔ جلدی کیا ہی؟
لیکن ایک بات میرے دل مین کھٹکتی ہی۔ اسی جائداد نے فہیمہ کو لفیر سے لڑایا۔ لفیر
کی موت بھی اسی کے سبب سے ہوئی۔ جیسا ابھی آپ نے بیان کیا۔ مجکو اس منحوس چیز
کے لینے مین کچھ تامل سا ہوتا ہی۔

مولانا۔ نحوست تو کوئی شی نہین ہی۔ لٰہذا ہر تم اس سے فارغ البال ہو جاؤگی
اور ممکن ہی کہ چندے آرام سے رہو۔ لیکن اور عیوب اسمین ہین جنکی طرف تمھاری
توجہ نہین ہی اور نہ اسوقت ہو سکتی ہی۔ میرے بتانے سے تمھاری سمجھ مین نہ آئیگا۔ تمھاری
عمر زیادہ ہوگی تو تجربہ خود بتا دیگا۔ آخر کچھ تو سبب تھا کہ مین نے سیکڑون ہزارون روپیہ
ماہوار پیدا کیے لیکن زمینداری کی طرف کبھی توجہ نہین کی۔

یہ کہکر مولانا باہر چلے آئے۔ یہان منشی محمد نواز ثاقب بارلائبریری کے کلارک
ماہواری چندے کی کتاب لیے ہوئے بیٹھے تھے۔ مولانا نے انکی صورت دیکھتے ہی
آدمی کو اشارہ کیا۔ آدمی نے ایک روپیہ منشی جی کے سامنے رکھدیا۔ مولانا نے مسجد کا
رخ کیا اور منشی جی باتین کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلے۔

منشی۔ آج ایک لفافہ لیے ہوئے آپ کو ڈاکیہ تلاش کرتا تھا۔ مین نے پوچھا کیا ہی
تو اُسنے کہا رجسٹری شدہ لفافہ ہی۔

مولانا۔ لفافہ تو مین نے پایا لیکن غضب کا لفافہ تھا۔

منشی۔ کیا گھر سے کوئی خط آیا؟ مولوی محمد حنیف کے مقدمہ کا کاغذ تو نہ تھا؟۔

مولانا۔ گھر کا کوئی خط نہین ہی۔ اور نہ مولوی محمد حنیف کے مقدمہ کا کاغذ ہی۔ عرصہ ہوا
وہ اُنکے موافق فیصلہ ہو گیا۔ یہ نئے قسم کا کاغذ ہی۔ کچھ عجیب مضمون ہی۔ اپریل کا مہینا
ہوتا تو مین اپریل فول سمجھتا۔ یا حالات سے واقف نہ ہوتا تو کبھی باور نہ کرتا۔ آپ کو معلوم
ہوگا۔ چھپرہ مین کچھ لوگ باہم لڑتے تھے۔ شرعی حق کی تکرار تھی۔ ذی حق کو خدا نے
فتح دی۔ رسالہ محسنتہ الارامل تو آپ نے دیکھا ہوگا اسکی وجہ سے چھپرہ کے لوگ مجھ سے
خوب واقف ہو گئے ہین۔ مجھ سے اور میرے گھر والون سے اخوت اسلامی کی وجہ سے وہان کے

لوگ پہلے سے محبت رکھتے ہین۔ جیتنے والے فریق نے تمام جائداد متنازعہ کا ہبہ نامہ میری لڑکی کے نام لکھکر بے شان وگمان میرے پاس بھیجدیا ہی۔ مولوی مجاہد میرے دوست ہین اور وہی اُس مقدمہ کے بانی تھے۔ یہ اُنھین کی نوازش ہوگی۔ لیکن دیکھیے خدا کو کیا منظور ہی جس شی سے مجکو تمام عمر نفرت رہی وہ میرے گلے کا ہار ہوا چاہتی ہے۔

منشی۔ آپ اتنے بڑے عاقل اور زیرک ہوکر یہ فرماتے ہین تو سخت تعجب ہی مجکو جو کچھہ گفتگو ہی اُس دستاویز کی صحت مین ہی۔ اگر دستاویز صحیح ہی اور اسکے صحیح سمجھنے کا ذریعہ زیادہ تر آپ کو حاصل ہی تو چاہیے شکرانے کا دوگانہ پڑھیے۔ آپ میرے مربی اور مخدوم ہین آپ کے فائدہ مین میرا فائدہ بھی ہی۔ مین بھی شکر کا سجدہ بجا لاتا ہون۔ کل کچہری پہنچکر بار لائبریری مین میرے بھائی عبدالرحیم کو مقرر کروا دیجیے گا۔ مین اسی وقت ساڑھے سات بجے کی ریل مین چھپرہ جاتا ہون۔ یہ معاملہ صحیح ہوا تو فوراً مین آپکو تار دونگا اور دیکھتے ہی میرے پاس دو سو روپیہ تار ہی پر روانہ کر دیجیے گا اور کل ہی یہان میرے نام ایک مختار نامہ عام رجسٹری کرا دیجیے گا۔ مین وہان پہنچکر قبضہ تو کر لون۔ ہبہ کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہی۔ ایسا نہ ہو واہب کی رائے پھر جائے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔

مولانا۔ لاحول ولا قوۃ۔ تم بھی شیخ چلی کی سی باتین کرتے ہو۔ جائداد محسنہ خاتون نے پایا۔ انتظام کے لیے تم جانا چاہتے ہو تو اُنکے شوہر سے پوچھو؟ مین اس جھگڑے مین نہین پڑنے کا۔ مین نے ہزارون روپیے وکالت مین پیدا کیے لیکن ایک گھر بھی اپنے لیے نہین بنوایا۔ اور ہمیشہ کرایہ کے مکان مین رہا۔ مین نے قصداً کوئی مستقل سرمایہ چھوڑنا پسند نہین کیا تاکہ میری اولاد میرے ترکہ پر تکیہ نہ کرے۔ پہلے مین اس ضلع مین آیا۔ اور پھر میرے ذریعہ سے میرے تمام اعزہ یہان آگئے اور روپیہ پیسے تک پہیلے یہ سب کماتے ہین کھاتے ہین۔ اعزہ کے ساتھ احسان کرتے ہین۔ علم حاصل کرتے ہین۔ محنت اور شفقت کرتے ہین۔ تمام اقربا سے مین کہتا ہون کہ تم نے مستقل سرمایہ چھوڑنے کی فکر کی اور تمھارا زور گھٹا۔ خیر یہ تو ظاہری باتین ہین۔ اصلی لطف جو ہمارے

خاندان مین ہی اُسکو کچھ ہمین لوگ خوب جانتے ہین ہم مین ایک بھی دوسرے کا حاسد یا بدخواہ نہین ہی۔ ہر ایک بجاے خود مسرور اور خوش ہی اپنے یگانون کا بھی خواہ ہی۔ ایک کو دوسرے پر بھروسا ہی۔ ایک کو دوسرے سے تقویت ہی۔ سچی محبت اور خالص ارادت دلون مین ہی۔ اگر کچھ بھی جائداد پیدا کرنے کا شوق دلون مین ہوتا تو یہ سب باتین جو ابھی مین کہہ گیا موجود نہوتین۔ تم اِس جائداد ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنے کی صلاح دیتے ہو اور مین ہر وقت نماز کے بعد خدا سے دعا کرتا ہون یہ خدایا تو مجکو میری اولاد کو میرے اقربا اور احباب کو رزق حلال دیجیو۔ محنت لیکر انکا پیٹ بھر لیو انکو کاہل اور نکما نکیجیو۔ اور دنیا سے باایمان اُٹھائیو تمھین خیال کرو اِس خاندان کا کیا حال ہوگا جسکو اتنی بڑی جائداد ملیگی۔ تم دیکھتے نہین جنکو خدا بے محنت کھانے کو دیتا ہی وہ خدا کی کیسی ناشکری کرتے ہین۔

منشی۔ ہر ایک کے خیالات جُدا ہوتے ہین۔ میری راے اب بھی وہی ہی جو مین نے عرض کی۔ آپ کے خیالات کا کیا کہنا۔ خدا مومنون کو ایسے ہی خیالات عطا کرے لیکن اُنکے سُننے سے جو اثر مجھ پر ہوا وہ ناگفتہ بہ ہی معاف کیجیے گا۔ میرے تمام منصوبے بگڑ گئے۔ اب مین رخصت ہوتا ہون۔ کان پر پنسل رکھے ہوئے کل پھر بار لائبریری مین حاضر ہونگا

مولانا صاحب ۲ ابجے رات کو اندر کے دالان مین سو رہے تھے کہ کسی کے پاؤن کی آہٹ محسوس ہوئی اور وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ دیکھتے ہین تو ننگے سر اور ننگے پاؤن محسنہ خاتون دوڑی ہوئی چلی آتی ہی۔ مولانا کی جا نماز بچھی ہوئی تھی آتے ہی اُسپر وہ مُنھ کے بل سجدے مین گر پڑی۔ اوڑھنی جو سر سے کھسک گئی تھی مولانا نے برابر کر دی۔ جب اُس لڑکی کے ہوش ذرا بجا ہو گئے۔ مولانا کی موجودگی سے ذرا تقویت پہنچی تو اُسنے کہا۔ ابا جان مین نے اسوقت ایک ایسا خواب دیکھا ہی کہ خدا یا تیری پناہ۔ یہ کہکر پھر محسنہ خاتون سجدے مین گر پڑی مولانا ادھر گھبرائے۔ تمام گھر کے چھوٹے بڑے یکجا ہو گئے۔ بی محسنہ خاتون کی خالہ جان آئی ہوئی تھین۔ وہ محسنہ کو گود مین لیکر بیٹھین۔ قرآن کی حمائل اُس لڑکی کے تکیے کے پاس رکھی گئی اور اُسنے اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔

ابا جان ! مین ابھی ابھی نماز پڑھکر لیٹی تھی اور لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ آپ کی باتین

ذہن میں تھیں۔ خواب میں وہی معاملہ پیش آیا۔ کیا دیکھتی ہون کہ ایک بہت بڑا لق و دق میدان ہی جسمین بہت سے لوگ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہین۔ گویا کوئی بڑی قیمتی چیز سبھون کی کھو گئی ہی۔ یا کوئی بڑا ہی پیارا گھر کا مر گیا ہی۔ کچھ عجیب معاملہ تھا۔ مین خود اپنے مین بھی وہی بدحواسی پاتی تھی۔ لیکن سبب معلوم نہ تھا۔ دو چار قدم آگے بڑھنے سے قریب ہی داہنی جانب ایک باغ کا عالی شان پھاٹک نظر آیا۔ مین اُدھر جتنا ہی دیکھتی اور غور کرتی تھی سیر بین کی طرح اُتنا ہی لطف بڑھتا جاتا تھا۔ مین دیکھتی تھی اُسکی رونق آناً فاناً ترقی کرتی جاتی تھی۔ اللہ اکبر۔ کیا باغ تھا۔ اب تک میری نظر کے سامنے پھر رہا ہی۔ جان دینے مین مجھے دریغ نہ ہوا اگر اسکے بدلے مین وہ باغ ملجائے۔ اُس باغ مین مین نے دیکھا کہ ایک بہت عمدہ فوارہ جاری ہی اور اُسکے پاس ایک شخص مجاہد نام کھڑا ہوا ہی۔ کسی نے اُنکا نام مجکو نہین بتایا خود بخود معلوم ہو گیا۔ خواب مین مجکو حیرت تھی کہ یہ نے اُنکا نام کیونکر جانا۔ مین فوارہ دیکھنے باغ کی طرف لپکی۔ مجھے دیکھ کر مجاہد نے کہا۔ "محمدؐ بنی تجھو تمھاری بیٹی بھی آ پہنچی"۔ مجاہد کا یہ کہنا تھا کہ ایک درخت کے نیچے سے آپ قدم بڑھاتے ہوئے دروازے کی طرف لپکے۔ اور مین نے آپ کو دیکھ کر اپنے قدم تیز کیے۔ دفعتاً بائین جانب سے ایک ہولناک آواز میرے کان مین آئی۔ مین مڑ کر دیکھتی ہون تو ایک بوڑھے شخص کو دو آدمی گھیرے ہوئے کھڑے ہین۔ انمین سے ایک باغ کی طرف اس بیر مرد کو لانا چاہتا تھا اور دوسرا دوسری جانب کھینچتا تھا جدھر خوب غور کرنے سے ایک نہایت تاریک گڈھا نظر آیا اور سیر بین کی طرح جیسا مین نے ابھی بیان کیا اُس گڈھے کی وسعت اور عمق بھی آناً فاناً بڑھتا گیا اور ایک لمحہ کے بعد وہ عجیب خوفناک منظر بن گیا۔ آگ کا ایک شعلہ تھا جو بے انتہا دوری تک پھیلا ہوا تھا اور نہ معلوم کتنے اسمین پڑے ہوئے شور و غل مچا رہے تھے۔ اُس بوڑھے کو جو شخص گڈھے کی طرف کھینچ رہا تھا الامان اس درجہ مہیب صورت تھا کہ اُسکا دیکھنا ہی میرے نزدیک بہت بڑی سزا ہی۔ رنگ اسکا سیاہ تھا۔ اور بدن کا چمڑا ہاتھی کے جسم سے زیادہ سخت تھا۔ بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ ناک دم ٹنگ وہ مین بڑے ہاتھی سے بھی نکلتا ہوا دونون ہونٹھ سرخ اور ہاتھی کی سونڈ سے زائد دبیز۔ آنکھین مشعلون کی طرح روشن تھین اور ناک سے غلاظت

بستی تھی۔ بات کرنے میں منھ سے شعلے نکلتے تھے اور ایسی عفونت پھیلتی تھی کہ معاذ اللہ۔ دوسرا آدمی جو اُس بوڑھے کو باغ کی طرف کھینچتا تھا میں کیا عرض کرون کیسا پاکیزہ صورت تھا رحمت مجسم تھا۔ اُس دیوزاد کی طرف دیکھ کر جب اس فرشتہ رحمت کی طرف مین نظر کرتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھین جلتی ہوئی آگ سے نکل کر برف کے کوزہ مین آ گئین۔ مین نے آنکھین بند کرلین لیکن اُس دیوزاد کی آواز سے دل ہلا جاتا تھا۔ خالہ جان دیکھو اب تک کلیجہ دھک دھک کر رہا ہی۔ ان دونون فرشتون مین خوب جھگڑا ہوا۔ رحمت کا فرشتہ پیرمرد کو دس قدم باغ کی طرف کھینچ لاتا تھا تو فرشتہ عذاب پانچ سات قدم دوزخ کی طرف کھینچتا تھا۔ بہر حال ہر مرتبہ وہ غریب بوڑھا آدمی کچھ نہ کچھ باغ کے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میرے ہاتھ پاؤن پھول گئے اور مین باغ کی طرف نہ جا سکی تھوڑی دیر کے بعد مجھے یہ خوف ہوا کہ یہ دونون فرشتے اس بوڑھے کو لیے ہوئے مجھ تک پہنچ گئے تو میرا کیا حال ہوگا۔ وہ سب ذرا قریب آ گئے تو باتین صاف سنائی دین۔ فرشتہ عذاب اور فرشتہ رحمت باہم جھگڑتے تھے۔ فرشتے کا لفظ مین اس لیے استعمال کرتی ہون کہ اتنے عرصہ مین مجھے خود بخود معلوم ہو گیا کہ دنیا سے میرا تعلق چھوٹا۔ مین میدان حشر مین کھڑی ہون۔ ایک طرف بہشت ہی اور دوسری جانب دوزخ ہی۔ اور اب مین اُس عالم مین آ گئی جسکا حال سنا سنا کر ابا جان رویا کرتے تھے اور مین خود بھی کتابون مین پڑھ پڑھ کر ڈرا کرتی تھی۔ فرشتہ عذاب کی حجت تھی کہ اس بوڑھے نے خدا کی امانت مین بڑی خیانت کی ہی۔ خدا نے ایک معصوم لڑکی کی پرورش اسکے تعلق کی تو یہ اُس امانت کو وبال جان سمجھا۔ جو دولت خدا نے اسکو اپنی بندی کے خرچ کے لیے دی اسے اپنی سمجھ کر دوسرے مصارف مین صرف کرتا رہا اور آخر مین اس نے نیت کی کہ اسکے بعد بھی اس لڑکی خدا کی دی ہوئی نعمت سے فائدہ نہ اُٹھائے۔ یہ کمبخت بڑا ہی بے ادب اور گستاخ تھا۔ اپنی لڑکی کو یہ غیر کی لڑکی سمجھا اور خدا کی دولت کو اسنے اپنی دولت سمجھا۔ خدا کے حکم کو اسنے بیجا تصور کیا۔ اور اپنی غلط رائے کو بیجا سمجھا۔ دنیاوی دولت و ثروت تھوڑے دنون کے لیے امانتاً اسکے اختیار مین دیگئی تھی کہ اسکے مرنے کے بعد وہ امانت قرآن مجید کے

احکام کے مطابق حقداروں کے پاس پہنچ جائے یہ کافر نعمت اُس امانت کو خدا کی امانت نہین سمجھا۔ اپنا مال سمجھکر اُسکے لیے قرآن سے اچھا دستور العمل بنانا چاہا۔ رحمت کے فرشتہ کی یہ حجت تھی کہ آخر وقت اسنے توبہ کر لی تھی اور توبہ بھی سچے دل سے۔ انسان ہوا وہوس مین پیدا ہوئے ہین۔ ہماری تمھاری طرح فرشتہ نہین ہین نہ انھین ملکوتی صفات ہین اُنکے معاصی پر نہ جاؤ۔ یہ دیکھو کہ مرتے وقت خدا سے انکا معاملہ کیسا تھا۔ مرنے کے بہت پہلے اسنے خلوص نیت سے توبہ کی اور مرتے دم تک یہ اپنے عہد پر قایم رہا۔ یہ مومن مرا اور جنت مین اسکو جانا چاہیے۔ ان دونون مین یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ فرشتہ عذاب مجھے دیکھ کر میری طرف لپکا۔ فرشتہ رحمت نے سبب پوچھا تو اُسنے کہا کہ جس مادہ فسادنے اس بوڑھے کو تمام عمر پریشان رکھا وہ اب اس لڑکی کی طرف جزاً منتقل ہو گیا ہے ذرا اس سے پوچھنا ہے کہ یہ اس امانت کو قاعدے سے رکھے گی یا یہ بھی اس بوڑھے کی طرح عمر بھر...... اور مرتے وقت ولی الرحمان ہو کر ہو جبہم دونون مین جھگڑا پیدا کرے۔ یہ حالت دیکھ کر میرا کلیجہ مُنھ کو آگیا۔ لیکن اّبا جان مین اُس مسرت کا اندازہ نہین کر سکتی جو اسکے بعد ہوئی۔ وہ دیو زاد اپنی بات پوری بھی نہ کر چکا تھا کہ آپ باغ سے نکل کر میری طرف چلے۔ آپ کو آتا ہوا دیکھ کر وہ عذاب مجسم اپنے مقام پر ٹھہر گیا۔ اور آپ مجھے باغ کے اندر کھینچ لائے۔ میرے پاؤن تو سو سو من کے ہو رہے تھے لیکن آپکے ہاتھ لگاتے ہی گویا انھین پہیے لگ گئے اور آنکھ جھپکتے ہی مین باغ کے اندر تھی۔ مین نے دیکھا کہ میرے پیچھے وہ بوڑھا شخص بھی فرشتہ رحمت کے ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوئے لپکا چلا آ رہا تھا۔ پھاٹک کے اندر قدم رکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فرشتہ عذاب کی مہیب صورت سے میرا دل دھڑک رہا تھا جب مین اس سائبان مین آئی۔ آپ کے پاس بالتخصیص میرا آنا اسلیے تھا کہ دیکھون آپ کیا کر رہے ہین

مولانا۔ بیٹا خواب خیال کی باتین چندان قابل لحاظ نہین ہوتین۔ گھبراؤ نہ تمھارا خواب اچھا ہے۔

محسنہ۔ ابا جان مین تو یہ سمجھتی ہون کہ یہ خواب الہام غیبی ہے مین نے آپ کی بات نہ مانی اسلیے غیب سے مجکو ہدایت ہوئی۔ زمینداری نعمت خدا ضرور ہے لیکن اسکے جھگڑون مین

ایمان کی خیر نظر نہیں آتی ۔
مولانا کو اتنا سننا بہت تھا وہ فوراً ہی لیمپ جلا کر بیٹھے اور ایک خط مین پورا خواب لکھ کر
شکریہ کے ساتھ وہ دستاویز واپس کی ۔ چار بجتے بجتے خط پورا ہوا اور ایک معتبر ملازم کے حوالہ
کیا گیا کہ وہ اسوقت سے جا کر ریل کے اسٹیشن پر بیٹھے اور جب ریل آئے تو سوار ہو کر چھپرہ چلا جائے
مولانا محمد نبی بڑے پکے مولوی ہین ۔ فقیہ ہین محدث ہین ۔ ایک عالم مین جتنی باتین چاہئین
انہین موجود ہین ۔ سو درویشون سے انکو کوئی لطف نہین ہی اور نہ اپنے شاگردون کو یہ فقیرون سے ملنے
دیتے لیکن اُس روز معلوم ہوا کہ کوئی کامل فقیر ہو تو مولانا صوفیانہ مذاق سے بے بہرہ نہین ہین کوئی
سچا اہل دل ملجائے تو انکو اُس سے ملنے مین کوئی عار نہین ہی ۔ مولانا کے گھر کے قریب ایک بڑے کامل
درویش توکل مجسم ٹھہرے ہوئے تھے ۔ مولانا چھپرہ کا خط لکھ کر مسجد کو چلے تو تھوڑی دیر کے لیے شاہ صاحب
کی خدمت مین بھی حاضر ہوئے ۔ شاہ صاحب نماز کے لیے وضو کر رہے تھے مولانا کو دیکھ کر بہت خوش
ہوئے آنے کا سبب پوچھا ۔ مولانا نے تمام قصہ کہہ سنایا ۔ شاہ صاحب نے مولانا کی بڑی تعریف کی اور ہبہ نامہ
کا واپس کرنا بہت پسند کیا ۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ زمینداری رکھنا خلاف شرع نہین ہی ۔ لیکن اس زمانہ مین
دس فیصدی ایسے ہین جو زمینداری رکھ کر احکام شرع کی پابندی کر سکین یون تو دولت وحشمت یا دالہی
کی بھلانے والی ہوتی ہی لیکن سب سے خراب تمول وہ ہی جو زمینداری کے ذریعہ سے حاصل ہو سب سے
اچھے کاشتکار پھر محنت مزدوری یا تجارت سے روپیہ پیدا کرنے والے ۔ دست غیب کی امید پر ملازمت کرنے والون
یا فرعون بے سامان ہو کر زمینداری رکھنے والون کی صحبت سے خدا بچائے ۔
مولانا کا خط جب چھپرہ پہنچا تو وہان سب کی یہ رائے ہوئی کہ ہبہ نامہ مع خواب نامہ کے کلیم کے پاس
بھیجدیا جائے ۔ اور لکھا جائے کہ جو ڈگری تنسیخ نیلام کی فہیمہ نے حاصل کی تھی اُس سے وہ
دست بردار ہوتی ہی ۔
انسان کے خیالات ہر وقت یکسان نہین رہتے ۔ اس خواب نامہ نے کلیم پر ایسا اثر کیا جسکی
ذرا امید نہ تھی گویا قلب ماہیت ہو گئی ۔ وہ لکھا پڑھا لایق اور خلیق تو پہلے ہی سے تھا ۔ دل مین درد تھا
اور آنکھون مین مروت نہ تھی بس اتنا ہی عیب تھا ۔ لیکن خدا تو مقلب القلوب ہی کلیم کا دل دفعتًا ایسا
پھر گیا کہ خدا ہر گمراہ مسلمان کا اسی طرح خاتمہ بخیر کرے تو اچھا ۔ خط پڑھ کر وہ تھوڑی دیر تک ساکت رہا

اور پھر قلم دوات اُٹھا کر فہیمہ کے نام چٹھی لکھی۔

بی فہیمہ سلمہا

ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ تقدیر میں جو لکھا تھا ظہور میں آیا۔ تمھارا کوئی قصور نہ تھا۔ اگر غور کرو تو میں بھی بے خطا تھا۔ بندہ مجبور محض ہے۔ ہدایت خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے جب وقت آیا تو میں اپنے تمام معاصی سے تائب ہو کر تمھاری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ابا جان کی جائداد میں جو حصہ میرا ہے وہ بھی میں تمھارے حوالہ کرتا ہوں اور تمھارے حصے سے تو مجھکو کوئی تعلق ہی نہیں۔ اب میں دنیا ترک کرتا ہوں اور خدا سے لو لگاتا ہوں۔ میں تمھارا بھائی ہوں گو جیسا فاسق اور فاجر ہوں۔ عاقبت میں مجھے روسیاہ دیکھ کر تمھیں کیا ملجائیگا۔ تم میری خطائیں معاف کرو گی اور مجھ پر مہربانی ظاہر کرو گی تو خدا تم پر مہربان ہوگا۔

اپنے معاصی پر توبۂ نصوح کرنے والا کلیم سراز خطا۔

اسکے بعد کلیم صرف تین دن تک مسجد کے حجرے میں بند رہا اور تین دن کے بعد اسکی نعش حجرے سے نکالی گئی۔ اب جائداد کی رہی سہی عظمت بھی فہیمہ اور سلیم کے دل سے جاتی رہی جس جائداد کے لیے متین نے اسقدر زحمتیں اُٹھائی تھیں وہ آج اُسکی نظروں میں اسقدر ذلیل ہے کہ جائداد نہ لینے کے جرم میں حبس دوام بعبور دریاے شور کی سزا اُسے دیجائے جب بھی وہ جائداد کی طرف رُخ نہ کرے مولوی سلیم دلی میں براج رہے ہیں ابھی تک وہ پنجاب سے نہیں آئے یہاں اتنے انقلابات ہوئے لیکن اس بندہ خدا نے ذرا بھی خبر نہ لی! استفسار حال کے لیے ایک خط بھی نہ بھیجا۔ استغنا ہو تو ایسا اب نصیر کی جائداد پر بدستور کارندوں کا قبضہ ہے۔ صرف کلیم کی ایک نوجوان بیوہ گھر میں ہے۔ تمام کارندے اُسی کے اختیار میں ہیں۔ اور وہی شیخ نصیر کی کل املاک پر قابض ہے۔

عدت کے دن پورے ہوتے ہی قندھار کے ایک مولوی واعظ کہیں سے چھپر پھاڑ کر آ پہنچ گئے۔ شیخ کمال الدین کے یہ مرید تھے اور اسلیے کلیم کی بیوہ کو پہلے سے جانتے تھے۔ مولوی مجاہد نہ کسی کے دوست ہیں اور نہ دشمن ہیں۔ اصلاح قوم کے شیدا ہیں۔ اپنے کام سے انکو کام ہے۔ انھوں نے جوڑ توڑ لگا کر مولوی واعظ سے شیخ کلیم کی بیوہ کا عقد کرا دیا۔

اے خدا صدقے تیری رزاقی کے جسکو تو دیتا ہے یون دیتا ہے۔

شیخ نصیر کے قبضہ مین کچھ جائداد نعیم کی بھی تھی جسکو نعیم کا بیٹا جبار رہن کر کے مرگیا اور نصیر نے
اپنی مان کی طرف سے اسکا انفکاک کرالیا۔ نعیم جائداد کو بقاے نام کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ نصیر کے خیالات بھی
تمام عمر ایسے ہی تھے اور اخیر مین جو تبدیلی ہوئی وہ ایک خاص حالت تھی۔ ان دونون کی خواہشین اولاد ذکور
مین جائداد رہنے کی طرف اس طرح مائل تھین کہ اولاد اناث کو دینا ناگوار تھا اور خدا کو یہ دکھانا منظور تھا
کہ بندے مجبور محض ہین نعیم اور نصیر جس جائداد کو اپنی سمجھتے تھے وہ اُنکی نہین تھی محض اُنکی امانت مین تھی
مولوی واعظ اسکے وارث ازل سے قرار پا چکے تھے اور اُنکے قبضہ مین اُسکو جانا لازم تھا نعیم و نصیر نے
کتنا زور مارا لیکن مشیت ایزدی کے سامنے کچھ بس نہ چلا۔

مولوی واعظ کا جائداد پر قابض ہونا ہر اعتبار سے اچھا ہوا۔ ایماندار اور نیک نیت مذہبی آدمی
کے قبضہ مین وہ آئی تو خدا کی مرضی کے مطابق صرف ہوگی۔ لیکن عوام اپنے خیال مین جائداد کا غیر
شخص کے قبضہ مین جانا بُرا سمجھتے ہین۔ یہ کوئی نہین سمجھتا کہ انسان دُنیا مین تنہا آتا ہی اور یہان سے
پھر تنہا واپس جاتا ہی۔ زمین خدا کی ملکیت ہی کسی خاص شخص کی نہین ہی۔ دنیاوی تعلقات کے
ساتھ وہ انسان کو ملتی ہی لیکن جب کسی کو ملتی ہی حالت ناپائدار کے ساتھ ملتی ہی۔ کبھی اُسکی زیست ہی
مین اور اُسکے مرنے کے بعد تو یقیناً اُس شخص کے قبضہ مین جا رہتی ہی جسکو خدا تمام انسان کے رب ہونے
کی حیثیت سے مستحق سمجھتا ہی۔ وہ سخت احمق ہین جو خدا کے انتظام مین اپنی راے لگاتے ہین۔

اللہ کے فضل سے نصیر کا تو ایسا عمدہ خاتمہ ہوا کہ خدا اپنے تمام بندون کے ساتھ ایسا ہی کرے
خدا تمام مسلمان بھائیون کو نصیر کی سی توفیق خیر دے۔ شیخ کلیم پر خدا جانے کیا گزری لیکن اخیر اخیر
اسنے بھی وہ کام کیا جو بڑے بڑے لوگون سے بمشکل ہوسکتا ہی۔ لیکن زبان خلق کو کیا کیا جائے
اسوقت چھپرہ کی تمام خلقت مولوی واعظ کو دیکھ کر کہتی ہی

مال موذی نصیب غازی

فاعتبروا یا اولی الابصار

تمام شد

کاتب الحروف کمترین سیتلا بخش شایق ولد منشی رام بخش صاحب مرحوم ابن منشی گوبند پرشاد صاحب متوطن قصبہ لکھنؤ [illegible] ۱۸۹۶ء

زاہدہ

ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی وکیل عدالت اعلیٰ ضلع گورکھپور کی پہلی تصنیف ہے لیکن اشاعت کے اعتبار سے سب سے پچھلی ہے
مصنف نے اسکا ذکر تاریخ الاسلام کے دیباچہ میں کیا ہے۔ مصنف کو مفسر اور مورخ بننے کی دھن میں ناولسٹ مشہور ہونے کی پروا نہیں تھی
بلکہ ممدوح کو اس کتاب کے شایع کرنے میں تامل تھا۔ قوم کو قصہ کہانی کی طرف جو رغبت ہو رہی ہے بھلا اہل مطابع ایسی کھری پونجی
سے کب چشم پوشی کر سکتے ہیں۔ تاریخ الاسلام کی لوح پر ہم نے یہ کتاب داخل تصنیفات کر دی تھی۔ ممدوح کی تالیف و تصنیف نے جو
قبولیت عام پیدا کی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کتاب چھپی نہیں اور لوگوں کے خطوط آنے لگے۔ بالآخر اشاعت کتاب کے لیے اجازت
حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہوئے اور اس کتاب کو قوم کے سامنے پیش کرنے کا فخر ہم نے حاصل کیا۔ اس کتاب کے پڑھنے سے
معلوم ہوگا کہ زمانہ موجودہ کے مطابق نصیحت اور قومی اصلاح کی کوشش اس خوبی سے کی گئی ہے کہ کوئی ذی علم اسے حد سے زیادہ
پسند کیے بغیر نہ رہیگا۔ نصیحت اور اخلاق کی باتوں سے قطع نظر کرکے نفس قصہ پر نگاہ کیا جائے تو وہ بھی بطور خود ایسا ہے کہ اچھے سے
اچھے انگریزی ناولوں سے اگر مقابلہ کیا جائے تو اسکا پلہ بھاری رہیگا۔ عبارت سلیس اور صاف۔ ادائے مدعا کا طرز زوردار اور بے لاگ [?]
زبان سلیس اور بامحاورہ۔ قصہ ایسا دلچسپ کہ ختم کیے بغیر ناظرین کتاب ہاتھ سے نہیں رکھ سکتے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ میں عمدہ باتوں
کا سبق دینا کچھ نئی بات نہیں ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہیں لیکن جو جدت اس کتاب میں ہے
وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتیں موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی
ہیں کہ دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسایل اس اٹھارہ جزو کی کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور پھر
ہم لکھتے ہیں کہ مذہبی مسایل کے ساتھ قصہ کا از حد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہیں

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ عمر
بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ قانونی سزا کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن سکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ ہستی۔ السلام علیکم۔
موافقت۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوؤں کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صورت۔ سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔
عبادت اہل اسلام۔ کرشمہ قدرت۔ محبوب کی بات سننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ بیاہ۔ رنڈاپا۔ مسلمانی کیا شے
ہے۔ الوہیت میں شرک۔ نبوت میں شرک۔ پیغمبر کی بیبیاں۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت۔ کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتوں کے
حقوق دے دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب میں نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہیں۔
وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے تمائی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوؤں کی رسم نہ سیکھو۔ تعلیم۔ مجنون۔ عیب دولت
شرم بیجا۔ فرائض والدین۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔
وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتایج بدکاری۔
معاصی۔ توبہ۔ سجدہ۔ شکر۔ مہمانداری۔ نفقہ زوجہ۔ ارواح۔ نیکی کا دھوکا۔ مصالح نکاح۔ مذہب و فلسفہ۔ قضا و قدر۔ جبر و اختیار۔ قرآن
موافق عقل۔ قمار بازی۔ سود خواری۔ بہنوں کے حق غصب نہ کرو۔ کرامات اولیا۔ اوقات نماز۔ جمعہ۔ عیدین۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اخوت
اسلامی۔ غرضکہ شروع سے اخیر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہے۔ لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے
ہیں کہ حسن و عشق کی الغریب حکایت میں یہ باتیں اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہیں کہ قصہ کی دلچسپی میں ذرا فرق نہیں آتا۔

زاہدہ کی نسبت جو رائیں معزز اور لایق اڈیٹران اخبار نے ظاہر کیں چند فقرے انمیں سے درج کیے جاتے ہیں

جامع العلوم۔ زاہدہ کا پلاٹ بالکل نیا ہے۔ ہماری زبان میں مسلمانوں کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا ہے۔

سول اینڈ ملٹری نیوز۔ نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ مسلمانوں کو قصہ کے پیرایہ میں دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ مصنف نے بڑے ادق مسائل کو کہانیوں میں حل کیا ہے۔

معین الہند۔ اتنا موثر قصہ جس میں واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ ایک محض دلچسپ کہانی نہیں ہے بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شایستگی خیالات سے لبریز ہے۔ مذہبی لطف انگیز تقریریں نہایت متانت سے ادا کی گئی ہیں۔

شحنہ ہند۔ ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کریں بجا ہے۔ نہایت سیدھا سادا اسٹائل سلیس اور مہذب ناول ہے اور باینہمہ اسقدر دلکش ہے کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے اسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

صدائے ہند۔ اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابوں میں مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ میں بیان کرنے کا کمال دکھایا ہے تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی لی ہے اور اس خوبصورتی کے ساتھ کتاب ختم کی ہے جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیا ہے پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی فسانہ کی دلچسپی کتاب کو ختم کیے بغیر چھوڑنے نہیں دیتی۔

مشیر ہند۔ ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسایل اس خوبصورتی سے بیان کر دیے ہیں کہ بایدوشاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

ہمدرد۔ ایک فرضی قصہ کے پیرایہ میں مذہبی مسایل کی عمدگی ظاہر کیگئی ہے۔ اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شایستہ فقرے استعمال کیے ہیں۔ باینہمہ نفس قصہ بجائے خود ایک نہایت پر اثر اور دلکش ناول ہے۔

وکیل اخبار۔ قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے عجیب طور سے بیان کیا ہے کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریروں سے بڑی جانکاہی کے بعد ہوتا ہے وہ باتوں باتوں میں اس قصہ کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جاتا ہے۔

قیمت۔ ایک جلد کے خریدار سے فی جلد عہ اور ۵ جلدوں کے خریدار سے فی جلد عہ/ ۲۰ جلدوں کے خریدار سے فی جلد ۱۲ار۔ مجلد فی جلد ۱۲ر۔ محصول ڈاک اور اخراجات ویلیو پی ایبل فی جلد ۱۲ر درخواست نقد یا بذریعہ ویلیو پی ایبل کرنی چاہیے۔

منشی سیتلا بخش شایق دفتر الوقت گورکھپور مغربی و شمالی سے طلب فرمائیے